M.A.LIBRARY, A.M.U.
U7954

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اعلان ۔ اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب منشاء ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ع ہوئی ہے

حزو

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود رہتا ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہیں قیمت بھی از زان ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے متن صفحہ جو سادہ ہیں تمام انہیں کتب مذہب اہل سنت وجماعت کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

(فقہ) اُردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -

حقیقۃ الصلواۃ - مع رسالہ بے نمازان -

ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول ترجمہ مولانا احتشام الدین والبقی ہر سہ جلد مع مقدمہ ترجمہ مولانا امیر علی -

کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ - (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) ضروری مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریفہ (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اُردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو بہت مستند اور متداول ہر دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف

حج الحج - مسمے بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -

تبیان - در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین -

مباح منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی

نامہ حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

ناقہ مسائل - منظوم مسائل از مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسلک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - ترجمہ مولانا ابو القاسم عبد البدیع

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشیہ مع فرہنگ

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع حصہ نامہ

شرح مختصر وقایہ کو رسیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چہار مجلد ضخیم -

عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح - چہ مجلدات ضخیم -

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں (مجلد اول) دونوں جلدین اولین عبادات

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو در المختار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	كتاب الاجارة	۹۱	یعنی تصرف فضولی نا سمجھ کی کون سی صحیح ہے کون باطل	۱۹۳	یعنی مکروہ وحرام ومباح چیزوں کا بیان
	یعنی ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کے احکام	۹۶	فصل فی البلوغ یعنی مرد و عورت کے بالغ ہونے کا ذکر	۲۰۲	فصل فی اللبس یعنی لباس کونسا جائز ہے اور کونسا مکروہ
۱۰	جس شکل میں اس زمانہ میں ملازمت کا رواج ہے	۹۷	كتاب المأذون	۲۰۷	فصل فی النظر والمس یعنی دیکھنا اور چھونا اور کسی کو بے پردہ دیکھنا مکروہ ہے
۱۶	باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیها		یعنی غلام اور نابالغ کو اجازت تجارت وغیرہ دینے کے احکام	۲۱۳	باب الاستبراء وغیرہ یعنی لونڈی خریدے تو [illegible] کا انتظار کرنا وغیرہ
	یعنی جو اجارہ درست ہے اور جو بے ضابطہ ہے	۱۰۸	كتاب الغصب	۲۲۰	[illegible] کی پانچ قسمیں ہیں
۲۶	باب الاجارة الفاسدة یعنی اجارہ فاسد کے احکام		یعنی چیز کے چھین لینے کے احکام	ایضاً	فصل فی البیع یعنی کونسی چیزوں کی بیع ونشر مکروہ ہے
۳۳	حرمت [illegible] ومال منڈیاں وغیرہ [illegible]	۱۱۹	فصل [illegible] کا بیان ہے	۲۲۳	احکام مسجد
	مزامیر و آلات جوئے و نوکری تعلیم قرآن و فقہ و اسباب	۱۲۴	كتاب الشفعة	۲۳۴	[illegible] حیوانات کی ہڈی کا استعمال [illegible]
	واذان		یعنی شفعہ کے احکام	۲۳۴	[illegible] تین طرح پر ہے
۳۹	باب ضمان الاجیر [illegible]	۱۲۸	ترتیب شفیعان	ایضاً	چار چیزوں کا دفن کرنا چاہیے
۴۷	باب فسخ الاجارة یعنی اجارہ توڑنے کے احکام	۱۳۴	باب طلب الشفعة یعنی شفعہ طلب کرنے کے مسائل	۲۳۵	اقسام علم
۵۳	مسائل شتی یعنی اجارہ کے مسائل متفرقہ	۱۳۸	باب ما تثبت هی فیه أو لا تثبت یعنی کونسی چیز میں	ایضاً	پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے
۵۶	[illegible]		شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن میں ثابت نہیں	۲۳۸	فضائل صلۂ رحم
۶۰	كتاب المكاتب	۱۴۰	باب ما یبطلها یعنی کون سی باتوں سے شفعہ جاتا رہتا ہے	۲۴۲	خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے
	یعنی [illegible] احکام [illegible]	۱۴۲	كتاب القسمة	۲۴۴	زیارت قبور
۶۴	باب ما یجوز للمکاتب [illegible]		یعنی مشترک چیز کا [illegible]	۲۴۵	وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں
۶۸	باب کتابة العبد المشترک یعنی غلام مشترک [illegible]	۱۶۰	كتاب المزارعة	۲۴۷	وصیت کا طریق
۶۹	باب موت المکاتب وعجزه وموت المولی		یعنی بٹائی پر کھیت دینے کے احکام	۲۵۰	اصول حلال کے دس ہیں
	یعنی مکاتب کے مرنے اور مال ادا کرنے سے اور آقا کے مرنے کے احکام	۱۶۵	كتاب المساقاة	ایضاً	كتاب احیاء الموات
۷۴	كتاب الولاء		یعنی درختوں کو پرورش کے لیے دوسرے کو دینا اور اس میں کچھ پھل [illegible]		یعنی زمین غیر مزروع کو قابل زراعت کرنا
	یعنی آزاد غلام کا مال [illegible]	۱۶۸	كتاب الذبائح	۲۵۲	فصل فی الشرب یعنی کھیت سینچنے اور جانوروں
۷۸	فصل فی ولاء الموالاة [illegible]		یعنی ذبح کرنے اور ذبیحہ جانوروں کے احکام		کے پانی پلانے کے بارے کے احکام میں
۸۰	كتاب الاكراه	۱۸۱	كتاب الاضحية	۲۶۰	كتاب الاشربة
	یعنی دوسرے پر زبردستی کرنے کے احکام		یعنی قربانی کے احکام		یعنی پینے کی چیزیں کونسی حرام ہیں اور [illegible]
۹۱	كتاب الحجر	۱۹۴	كتاب الحظر والاباحة	۲۶۷	شراب کے برتن کے پاک کرنے [illegible]

صفحہ	مضمون
۲۷۹	کتاب الصید یعنی شکار کھیلنے کے مسائل
۲۸۵	کتوں کا شکار حلال نہیں
۲۸۹	کتاب الرهن یعنی گرو رکھنے کے مسائل
۲۹۶	باب ما یجوز ارتهانه وما لا یجوز یعنی جن چیزوں کا گرو رکھنا جائز ہے اور جنکا جائز نہیں
۲۹۶	باب الرهن یوضع علی ید عدل یعنی گرو چیز کو معتبر آدمی کے پاس رکھنا
۲۹۸	باب التصرف فی الرهن یعنی گرو چیز میں راہن یا مرتہن کا تصرف
۳۰۱	فصل فی مسائل متفرقة یعنی متفرق مسئلوں کے بیان میں
۳۱۲	کتاب الجنایات یعنی قصاص نفس و اعضا کے مسائل کا ذکر
۳۱۶	فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبه یعنی ان افعال کے ذکر میں جن سے قصاص واجب ہوتا ہے یا نہیں ہوتا
۳۳۰	باب القصاص فیما دون النفس یعنی جان سے کمتر چیز مثلاً ہاتھ یا کان وغیرہ کے عوض لینے میں
۳۳۶	فصل فی الفعلین یعنی دو فعلوں کے کرنے کے مسائل
۳۴۳	باب الشهادة فی القتل یعنی قتل کی گواہی دینے کے احکام
۳۴۶	کتاب الدیات یعنی جو مال کہ جان کے عوض یا اعضا کے عوض دینا پڑے اسکے مسائل
۳۴۹	قاعدہ کلیہ دیت اعضا
۳۵۱	فصل فی الشجاج یعنی زخم سر اور چہرہ کے بیان میں
۳۵۷	فصل فی الجنین یعنی اگر حمل کے پیٹ کا بچہ نکل پڑے تو کیا حکم
۳۶۱	باب ما یحدثه الرجل فی الطریق وغیرہ یعنی آدمی کو راہ وغیرہ میں کوئی چیز ایسی بنانا جس سے دوسرے کا نقصان ہو
۳۶۶	فصل فی الحائط المائل یعنی جھکی ہوئی دیوار کے مسائل
۳۶۹	باب جنایة البهیمة والجنایة علیها یعنی چوپایہ کسی کو تلف کرے یا اسکو کوئی تلف کرے
[illegible]	باب جنایة المملوک والجنایة علیه یعنی مملوک کسی کا مال تلف کرے یا اسکا کوئی مال تلف کرے
۳۷۸	فصل فی الجنایة علی العبد یعنی غلام کا کوئی نقصان کردے تو اسکی کیا سزا ہے
۳۸۱	فصل فی غصب العبد والمدبر والصبی یعنی غلام اور مدبر اور بچے کے غصب میں
۳۸۳	باب القسامة یعنی مقتول جس محلہ میں پایا جاوے اس محلہ والوں سے قسم لینا اور خون بہا لینا
۳۹۳	کتاب المعاقل یعنی دیت میں برادری کس طرح معتبر ہوتی ہے
۳۹۷	کتاب الوصایا یعنی وصیتوں کے احکام
۴۰۲	تفسیر مرض موت یعنی جس بیماری میں تصرف بیمار کا کل نافذ نہیں ہوتا وہ کونسی ہے
۴۱۱	باب الوصیة بثلث المال یعنی تہائی مال کی وصیت کے احکام
۴۱۶	باب العتق فی المرض یعنی مرض موت میں آزاد کرنے کا ذکر
۴۲۴	باب الوصیة للاقارب وغیرهم یعنی رشتہ داروں وغیرہم کے لیے وصیت کرنے کے احکام
۴۳۳	سید ہونا ماں کی طرف سے معتبر نہیں
۴۳۶	فقیہ اور متفقہ میں کیا فرق ہے
۴۳۷	باب الوصیة بالخدمة والسکنی والثمرة یعنی غلام کی خدمت اور سکونت مکان اور درختوں کے پھلوں کی وصیت کے احکام
۴۴۲	فصل فی وصایا الذمی یعنی ذمی کافر کی وصیت کے احکام
۴۴۳	باب الوصی یعنی جس شخص کو وصیت پوری کرنے کے لئے مقرر کیا جاوے اسکے احکام
۴۴۹	فصل فی شهادة الاوصیاء یعنی وصیوں کی گواہی کے بیان میں
۴۵۰	کتاب الخنثی یعنی جس شخص میں مرد و عورت دونوں کی علامت ہو اسکے احکام
۴۵۹	مسائل شتی یعنی متفرق مسائل کتاب کے
۴۶۳	احکام [illegible]
۴۶۲	ذکر انبیاء کا جو ختنوں پیدا ہوئے
ایضاً	لڑکیوں کے کان چھیدنے درست ہیں
۴۶۸	قرآن کے احکام
۴۶۹	کتاب الفرائض یعنی ورثہ کے حصوں کا بیان
۴۸۱	فصل فی العصبات یعنی عصبوں کے بیان میں
۴۹۳	باب العول یعنی حصہ داروں کے سہام کا مخرج سے بڑھ جانا
۴۹۴	مسائل الرد یعنی باقی کو ورثہ پر رد کرنے کے مسائل
۴۹۸	باب توریث ذوی الارحام یعنی ذوی الارحام کو وارث کرنے کے مسائل
۵۰۱	فصل فی الغرقی والحرقی والهدمی وغیرهم یعنی جو لوگ کہ ساتھ ڈوب جائیں یا جل مریں یا دب کر مریں انکی وراثت کے احکام
۵۰۳	فصل فی المناسخات یعنی قبل تقسیم ترکہ اگر کوئی وارث مر جاوے تو کس طرح تقسیم ہوگی
۵۰۶	باب المخارج یعنی مخرجوں کے بیان میں
۵۰۹	تصحیح مسائل کے سات قاعدے
۵۱۲	اعداد کی نسبت کا بیان
۵۱۴	قرضخواہوں یا وارثوں کو ترکہ کی تقسیم کا طور
۵۱۶	تخارج کا بیان یعنی اگر کوئی وارث کچھ ترکہ لیکر علیحدہ ہو جاوے تو کیا کرنا چاہیے

بعون صانع مکین ومکان وفضل خلاق زمین وآسمان

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب وعجم مفید خواص وعوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

... مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی وتحفظ کاپی رایٹ

... منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اعلان - اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہے اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم الہبۃ لکونہا تملیک عین وہذہ
تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے بلا تملیک عین
یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما تستحق علی عمل الخیر
ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہے یون دعا دیتے ہین
کہ خدا تجکو اجر عظیم دوے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہے مزدور کا اور اجیر اور اجارہ کام کی خرچی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی
العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء الطحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہے انتہے یعنی عینی نے اجرت کی
تفسیر کراء اجیر اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہے وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا
بین یدیہ او دارا لا لیسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من
العین بزازیۃ وسیجی اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہے اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لیے تاکہ
اُنسے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ لے اسواسطے کہ اُسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم
یا سوائے اسکے اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تا گمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہے تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہے
اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجرت نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم نفع کی قید
سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہے اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی
اشیاء مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ مین انتفاع
سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اُس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود مین استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ
اور جو چیز ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے اسواسطے کہ اجرت ثمن ہے منفعت
کا ہم ثمن و دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہے تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے ولا ینعکس

قال الطحطاوی قال العینی ان تفسیر کنز الاجرۃ الاجر ما یستحق من کراء الاجیر والاجر ما یستحق علی عمل الخیر ولہذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک انتہی ۱۲ منہ

یعنی بیع مقایضہ عوض عین سے ۱۲

کلیا نحلا لیقال ما لا یجوز ثمنا لا یجوز اجرۃ لجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجی اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہو یعنی یون نہ بولین گے
کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے بسبب کہ دونون منفعتین
مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہو اور بیع
مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہو نہ عکس منطقی و تحقیقہ بالقرآن کہ بندا وادا الدار شہرا بکذا الا ان العاریۃ
بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہو اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا ہے مہینہ بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت
بشرط عوض کے اجارہ ہو برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد
ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہو اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو
ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنہا
الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہو
کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہ نہین ہو سکتا بدون ایجاب و قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ کیفیت ایجاب و قبول کی منعقد ہے لفظ سے
نکلتی ہو اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہو ایجاب و قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی
المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہو اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعہ کی طرف پہونچاتا ہو وحکمہا وقوع
الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہو دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور گھڑی
گھڑی ہم وجہ اسکی یہ ہو کہ اجارہ عقد معاوضہ ہو اور احد العوضین منفعت ہو کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہو اور معاوضہ مقتضی ہو مساوات کا تو
بالضرور تراخی فی المنفعۃ موجب ہو تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر و ہل
ینعقد بالتعاطی ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہو تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی
ظاہر خلاصہ یہ دلالت کرتا ہو کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہو اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہو کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد
ہوتا ہو اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہین ہوتا ہم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین
تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہو اور یہ اجارہ
جدید ہوگا تعاطی سے اور تتمہ مین ہو کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہو نادین یا حجامت کرواتا ہو یا فصد لیتا ہو یا حمام مین
جاتا ہو یا سقے سے پانی پیتا ہو پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہو ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہو بطور استحسان کے اور پہلے سے
عقد کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ و یعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت
وان طالت ولو مضافۃ کاجرتکہا غدا وللموجر بیعہا و تبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیۃ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہو مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ
سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو کہ گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے
تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہو اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول
پر فتوے ہو کذا فی الخانیۃ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہو اگرچہ موجر اور مستاجر اس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہو اور
بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہو اور تابید مبطل اجارہ ہو یہ قول ہو ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی و ظاہر ترددہ فی الاوقاف

علی ثلث سنین فی الضیاع وعلے سنۃ فی غیرہا کما مرفی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین چنانچہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقوداً متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجزلا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اُسکا فسخ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط الواقف ان لا یؤجرہا الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعاً فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیروی لازم ہے مگر جب کہ اُسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اُسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف ان المفتی بہ علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجیٔ متناً فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اُسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد اجارہ جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہے انفع الوسائل کے قول پر جو انفع الوسائل مین مذکور ہے کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہے تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیراً من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علے اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اگور وقف کی وقت لینے سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے م یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فے الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ مین نہ مساقات مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہے درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فتفاوہ فساد المساقاۃ بالاولے لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اُس کا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا استفاد بطریق اولے فساد ہے مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک اُن دونون مین سے یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے م منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اس واسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا انتہے وجہ اولویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو جیسا کہ مساقات مذکورہ تو اُسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اُسکی طرف راجع ہے جو اُسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فے الطحطاوی

قلت وقيده الاسراية الفساد في باب البيع الفاسد بالفساد القوي المجمع عليه فيسري كجمع بين حر وعبد بخلاف الضعيف المختلف فيه فيقتصر على محله ولا يتعدى كجمع بين عبد ومدبر قلت ہم مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد مین فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کر ہم یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہر رہیگا اور اصل تک نہ پہنچیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوه ایضا من الفساد الطاري فتنبه اور یہ بھی ہے کہ فقیہون نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہو ہم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہے تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے مین تامل ہے یعنی اسواسطے کہ صلب عقد مین داخل ہے اور طاری وہ ہے جو ابتداء عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وصي زيد باع ضيعة من تركته لدين على الميت ملكه ثم ظهران بعضها وقف مسجد هل يصح البيع في الباقي اجاب فريق نعم وفريق لا والف بعضهم رسالة ملخصها ترجيح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ مسئولہ ہے کہ زید کے وصی نے اسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اوسکے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہین علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف مین بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا کہ نہین باقی مین بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کر ہم شارح نے امر بالتامل سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہے کہ عقد واحد مین بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری سے دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہے تو فساد متعدی ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفي جواهر الفتاوى اجر ضيعة وقفا ثلث سنين وكتب في الصك انه اجر ثلثين عقدا كل عقد عقيب الآخر لا يصح الاجارة وهو الصحيح وعليه الفتوى صيانة للاوقاف ثم قال ولو قضى قاض بصحتها تجوز ويرتفع الخلاف انتهى اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکھا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی تاکہ اتنی مدت تک تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہوجائیگا انتہی ہم رفع خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت ويجي ان المتولي او الوصي لو اجر بدون اجر المثل يلزم المستاجر تمام اجر المثل وانه يعمل بالانفع للوقف مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اسپر عمل ہوگا جو زیادہ نافع ہو وقف کیواسطے وفي صلح الخانية متى فسد العقد في البعض بمفسد مقارن يفسد في الكل اور صلح خانیہ مین ہے کہ جب عقد بعض مین فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ہم مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کیواسطے ويعلم النفع ايضا ببيان العمل كالصناعة والصبغ والخياطة بما يرتفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے ہم عمل زرگری مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور دوخت مین جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضروری ہے ولہذا محیط مین ہے کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہوچکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت اور رقت مین مختلف ہوتا ہے انتہی فيشترط في استجار الدابة للركوب بيان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهي فاسدة بزازيه تو سواری کیواسطے

جانور یعنی کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیۃ یعنی اگر اسطرح
کہ بیان مذکور رفع جہالت نہیں و یعلم النفع ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی جیسا نتیجہ لیجانا
اس طعام کا فلانے مکان تک تمام ہو جیسا منفعت مشار الیہ نہیں ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر والغرر
الاجر لا یلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجرا اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہین
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارۃ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی اور جب
کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اسکو نہیں پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل
اجماعا اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقودا فی حق الاحکام
فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین مثلا تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
ہین اجارہ سے تا اتصال مفوات باقی نرہی اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز
مین مختلف ہین بعضے مجوز ہین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین سو اسلیے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سواے عقد اول
کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہیں ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام نے کہا ہی
کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ ہی کہ
اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہوچکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور باطل سے اجرت لازم نہوگی چنانچہ طحطاوی نے بیان کیا
ہی و لہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہیں ہی اور اگر شارح یون کہتا (قیل تجعل عقودا و حینئذ فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط
التعجیل ای علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کرلینے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلاث
مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہیں ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اس وقت مین اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہیں یا فارغ
تسلیم کی مدت کے بعد ہین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہیں کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون مین سے پہلی صورت
یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفاء اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار
نہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور نہ رہا اسمین مستاجر نہیں تاہم واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی و ہذا اذا کانت

الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ میں شرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف تجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا یہ نکالا ہے کہ وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد
اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ مترجم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہو تو
اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ نے سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہو جاویگی کہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہیں آیا اور اجناس میں
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور بعض نے تصریح کی ہے علیہ وجوب جب یہ ہے جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا ہمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی قلت ولی مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی بیع
الوفا علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہو اور بیع الوفا کے
اجارہ والی چیز ہو جب فتوائے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے مترجم کچھ تردد کا مقام نہیں
چنانچہ ہم مذکور کر چکے ہیں اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اسمین کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اُسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں اسیطرح بیع الوفا کی یہ صورت
ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اُس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اسکے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اسمین یہ خلل ہے کہ
بعد انقضاے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی وبقولہ ویستحق الاجر بالغصب ای باکسلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی ولم یتعرض بالغصب قال
فی الہدایۃ نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہو جاتا ہے بخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابہ
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اُسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ مترجم اگر بادجود امکان
اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اُسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اُسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند مترجم یعنی اگر مستاجر گھر میں تنہا ہو بحالت غصب
کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر میں
اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو موجر کا
قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی البحر ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرہ اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہوگا اسواسطے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ
وبقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرہ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد
نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اسکا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے مترجم صورت اُس کی یہ ہے

کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بجبر عقد سے آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوگا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہو جاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجرۃ بعد مضی
بعض المدۃ والاجرۃ فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجلہ
اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے
امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو تب امتناع
دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی او حوانیتہا زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا بعد
الموسم فاذا لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اُس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید و عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمیں رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اُسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ
قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ اُسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صیرفیہ
میں کہتا ہوں اور اگر اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی
الصیرفیہ ولو اختلفا حکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس
ہے مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو برہنا فبینۃ المؤجر ذخیرہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز
مستاجر کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خرید لیا اور کنجی اُسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر
طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز
اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلمہ فلو ہلک قبل تسلیمہ سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور

پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی انمین مزدوری کا مطالبہ بدون نہین بلکہ کام
کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اُسکی بابت آگ لگی
جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی تلف ہی ہو و کذا کل من لعمله اثر او مستطرح
ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو جیسا کہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ اُنکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان
اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا و ما لا اثر له کحمال له الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحسبه
اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا جیسا حمال تو اُس کو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف
ہو جانے سے مزدوری ساقط نہ ہوگی کذا فی البحر وان وصلہ عمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغ
اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم
نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فراغ کے اسواسطے کہ وہ مستاجر
کے گھر مین ہی اور گھر اُس کے قبضے مین ہی تو اُس مین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو جب اسکے آگے کپڑا وغیرہ تلف
ہو گیا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے کذا فی البحر اور اسمے اگرچہ تعمیم نہ کی ہی لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ
اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے فراغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا
اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض
ثوب کی دوخت کرے پھر اُسکی چوری ہوجاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی اور دُرر مین ہی کہ جمع
ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض
دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اُسکے حساب سے اجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہو جاوے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب سے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی
ثم لو سرق بعد ما خاط بعضه او انهدم بعد ما بناه فله الاجر بحسابه على المذهب بحر و ابن كمال ہان اگر کپڑا چوری ہو جاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار
گر پڑی بعد بنانے کے تو اُسکا اجر ثابت ہوگا اُسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے
گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار
اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل مین متفرع ہی کہ بعض عمل سے اجرت اُسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے
اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو
پسند کیا ہی اگرچہ اسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطه الخیاط باجر ففتقه رجل قبل ان یقبضه رب الثوب فلا اجر له بل له تضمین
الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی
کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی الاعادة وان کان الخیاط هو الفاتق فعلیه الاعادة کانه لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی
اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف
اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وقیل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطة الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتها
معزیا للمضمرات المفتی به نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رایت فی التاتارخانیة معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فتامل اور

کیا گیا جو کہ واسطے کپڑا سینے کے بدون اجازت کے مزدوری ہی یا نہیں قول اصح یہ ہی کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں
کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ میں حضرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہ ہی کہ ان اجرت ہی اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہی
کہ رواج پر حکم ہو انتہی محشی میں نے تاتارخانیہ میں فتاوے ابی سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہی تو تامل کرو صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک نے کپڑا درزی
کو سینے کے واسطے دیا سو اس نے قطع کیا اور مر گیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل تمام ہو چکا
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب حضرات اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوی ہی اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہی اور حالانکہ ایسا نہیں ہی تو تامل کذا فی الطحطاوی والمختار وطالب للاجر الاجر فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام
بہ لانہ بالاخراج لعملہ بحسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد
اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی
الجوہرہ فان احترق بعدہ ای بعد اخراجہ الخبز فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ ولا غرم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر وان
شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جاوے تو اُسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے
مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اُسکی حد سے تعدی کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ
تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی
پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ وغرم اتفاقا لتقصیرہ درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی
مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای
فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما
وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان بز کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے
تو اُس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اُس کے پاس
امانت ہی برخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک تاوان ہی اور یہ مسئلہ ہی اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہی
تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان
ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للہلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح اور
اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان بز پر ضمان ہی پھر مالک کو اختیار ہی کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے
تو اُسکی مزدوری ثابت ہی اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اُسپر لکڑی اور نمک کا تاوان
نہیں وعلی الطباخ بعد العرف الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ بحیثیت مستاجر کے گھر والون کیواسطے ہو نہ اہل
دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ یہی رواج ہی یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد
مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہان عادت کا اعتبار ہی فان افسدہ ای الطعام الطباخ
او احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن للطعام یعنی اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنی طعام کی قیمت کا

عادت اہل دعوت و ملاکہ نکالنا لازم نہ ۱۲

اُس پر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شیء
من السکان لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اس میں سے ایک چنگاری
گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُس پر تاوان نہیں ہے بسبب اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والوں کا بوجہ عدم تعدی
کے یہ جوہرہ سے لیا ہے [illegible] مسئلہ منصوص یا جبر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستاجر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہو ولیضرب اللبن لعد الاقامۃ [illegible] لا بعد التجفیف
ای جعل بعضہ علی بعض [illegible] ابن کمال [illegible] العیون [illegible] اینٹ پاتھنے کی مزدوری واسطے الٹ کر کھڑی کر دینے کے [illegible] صاحبین نے کہا
کر تشریح کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے [illegible] ہوگی اور صاحبین ہی کا قول پر فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے
ولو اقامہ فی بیت المستاجر [illegible] فلا اجر حتی یعدہ منضودا [illegible] اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹیں پاتھی ہو اور اگر مستاجر
کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو [illegible] اور جب [illegible] شمار نہ کر دے [illegible] امام کے نزدیک [illegible] کذا فی الزیلعی
[illegible] تسلیم شرط کی [illegible] اور شرط تسلیم [illegible] اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر [illegible] مسائل [illegible]
اللبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر [illegible] فی الجوالق [illegible] اینٹ پاتھنے کا [illegible] اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ ہے [illegible] واسطے مستاجر پر ہے اور [illegible] کا [illegible]
[illegible] شرط کر لینے سے والاکاف [illegible] علی المکاری [illegible] والجوالق اور [illegible] واسطے پالان [illegible] مکاری [illegible] واسطے [illegible]
اسی طرح رسیاں اور [illegible] مکاری پر نہیں [illegible] علی الکاتب [illegible] الورق علیہ [illegible] روشنائی [illegible] کے ذمہ ہے اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا فاسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار [illegible] اجیر کے عمل اور
کام کا اثر [illegible] جیسے رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری [illegible] وصول [illegible]
دھوبی سے مراد ہے [illegible] کپڑا دھونے [illegible] نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب [illegible] بلا [illegible]
واسطے ہوا چنانچہ بیع میں کذا فی الدرر [illegible] المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل [illegible] فغاسل الثوب وکاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف [illegible] ولیس بالاجر علی الاصح [illegible] اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ [illegible] یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس میں دو قول ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ
چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آتی ہے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبیٰ [illegible] بحر الرائق میں ہے کہ [illegible] ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد [illegible] میں حق حبس نہیں
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو عمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] نہایہ میں
قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوا اسکے میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی
مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے [illegible] اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا [illegible] اذا عمل
فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنی حق حبس اسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اُسکے حبس
کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے فیضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان

لانہ ... سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی النہایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
بیٹیر روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہیں اور نہ اسپر تاوان ہے بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ والدابۃ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ بخلاف الصباغ فلیس لہ ان یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجھ لاد نیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونیوالا مراد ہے جو کپڑا دھوئے
اسکے طاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبیٰ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے فعل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو حسن ثوب جس کا مالک ہے ہو گا مظہر ثوب دھونیوالا مثل غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہیں فلو حبس ضمن ضمان الغصب ویجیٔ فی بابہ یعنی اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب باب غصب آئیگا غصب کے
باب مین یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جو ہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اسکو محمول اعتبار کرکے اسکی قیمت
یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہدے کذا فی الجوہرۃ واذا شرط عملہ بنفسہ
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصۃ ہم خانیہ مین ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا بصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو مصرح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرطہ الیوم او غدا
فلم یفعل وطالبہ مرارا فسرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اسنے اسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصۃ وقولہ علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے یہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اسکے اہل وعیال کو لے آوے سو ان مین کوئی شخص مرگیا اور وہ باقی
لوگون کو لے آیا تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اسکے حساب کے موافق ہو اسواسطے کہ اسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اسکے اہل وعیال معلوم ہون یعنی
عاقدین انکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ مین پڑے و الا یکونوا معلومین فکلہ ای لکل الاجر ونقل ابن
الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام سے
کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا لایصال خط ای کتاب او زاد الی زید فان ردہ ای المکتوب او الزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لا شیٔ لہ لانہ نقضہ بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی اگر کسی نے ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں اسلیے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اُسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اُس کو
اُدھیڑا۔ اور امام مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجرہ لیذہب الی موضع
کذا ویدعو فلانا باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین دور کی
پر پس اجیر وہاں گیا اور اُسنے اُس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکساں
قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب وہو نصف
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وہو اولی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجیٔ بالجواب فنصفہ
والا فکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط یا زید کے وارثوں کو در صورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے
جب کہ وہ آوے در صورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا
صاحب درر کا لیکن درر کے محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام مشروط جواب پر محمول
ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان لم یجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شیٔ لانتفاء المعقود علیہ وہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
نہ پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو مزقہ اور اسمیں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک آنے کی مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف
آجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا الحکم وصی واب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ نے غیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف وصیانۃ
لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں
اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہے جو وقف کیواسطے نافع تر ہے جسمیں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فرع میں مذکور ہوگا مات الآجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر احق بالعین فی یدہ ولو العقد فاسدا اشباہ حتی بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی
الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگوں کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی
چیز کا اُسکے اور قرضخواہوں سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ عقد فاسد اُسکے تصرف میں ہو

کذا فی الاشباہ ہم یعنی جبکہ موجر مرگیا اور اُسپر غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی تو قرضخواہوں کو کذا فی الطحطاوی یعنی سب سے پہلے
مستاجر اُسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اُسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انه لا یسقط الدین بهلاکه ای بهلاک المستاجر
لانه لیس برهن من کل وجه مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں ہے جو ساقط دین ہو بخلاف
الرهن فانه مضمون بالاقل من قیمته ومن الدین کما سیجئ فی بابه مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانیکے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں مرتہن پر تاوان ہے کمتر کا
مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ہم قوله بالاقل من قیمته ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ
جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہووے تاوان ہو اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونوں میں سے جو اقل ہووے تاوان اسی کا ہو تو
صواب یوں ہے بالاقل من قیمته ومن الدین تو صورت میں بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی فرع مسائل شتی شارح کے الزیادة فی الاجرة من المستاجر
تصح فی المدة وبعدها زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ہم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور
منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادة علی المستاجر فان فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں جیسا کہ اگر اجرت ارزاں ہو جاوے تو معتبر نہیں ہم یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر قد میں اسکا
اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارة فاسدة اجرها الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتها باجر المثل فلو ادعی رجل انها بغبن
فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ہم اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل ہے فوقوعها صحیحة
باجر المثل واقع ہو فان اخبر القاضی ذو خبرة انها کذلک فسخها پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح ہوا جیسا مدعی ہے یعنی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کرڈالے ہم شارح کو یوں کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار
خبر کرے یعنی بعد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے وتقبل الزیادة وان شهدوا
وقت العقد انها باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا والا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی ہم اضرار اور تذلیل کی زیادت
وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص یعنی یوں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رساں ہے کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادة اجر المثل فالمختار قبولها فیفسخها المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرها ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ہم زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسها اجرت زیادہ ہو جاوے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگوں کی رغبت کے سبب سے
کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغة عرضها علی المستاجر فان
قبلها فهو احق بها والا اجرها ممن زاده من وقت قبولها فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول
کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادة اجر المثل وادعی انها اضرار فلا بد من البرهان علیه اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے
کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اُسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر فان لم یقبلها اجرها المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو تابع الکار زیادت ہو مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم یصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تضم الزیادۃ علیہ
من وقتہا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوا کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت زیادہ بڑھائی جاوے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے
وان کانت مبنیۃ او مغروسۃ فان کان المستاجر مشاہرۃ فانہا تواجر لغیرہ اذا فرغ الشہر ان ابی الا ستئجار بالقیمۃ ... کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجاوے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے ماہواری کے
ہر مہینے کے سرے پر ہم کہتے ہیں کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جاوے جبکہ رفع عمارات کے بعد اجرت زیادہ ہو جاوے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ
سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاوے کذا فی الطحطاوی والبناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر
مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد
اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم تواجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ وبہا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جاوے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت لائی جاوے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے وانما اذا زاد اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جاوے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جبتک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں
فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ جبرا للوقف قہرا علی صاحبہ وبہذا لو الارض تنقص بالقلع والا تتربص کما فی عامۃ الکتب
منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول البناء یتملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت کرتا ہے
کہ ناظر عمارت کا مالک ہوجاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص
ہوجاتی عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک نہیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں صراحۃ ہے از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں بخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوے کی نقول
شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہیں منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مؤیدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس و خانیہ سے ان میں
منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوجاویگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن
متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ
اگر ایک دکان ہو وقف کی جسمیں اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا
ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیئے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملکہ فقہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف اور قبضہ
نہیں اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کر سکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق
کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نہ کرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت میں سے
جسکی قیمت کم ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الآجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للآجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور
اسی پر فتوی ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرائے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو شبلی

الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہی اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر مین لوگون کو تغابن ہوتا ہو نہ اسقدر جسمین تغابن واقع نہین ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما فی فتاوی مویدزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ ادلا اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا ینقض قال و بہ اجاب تتبیۃ المذہب بخط الشیخ بلفظہ اور فتاوی حانوتی مین ہی کہ اثبات کے گواہ مقدم ہین اور گواہ اثبات وہ ہین جو یہ گواہی دین کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہو گا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہی تتبیۃ اہل مذہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہی کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ و بیہ ہو گا یا نہین جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہی اور حکم حاکم بھی اُس سے متصل ہو گا تو اجارہ منقوض نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی ؛

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجرۃ

یہ باب ہی اُس اجارہ کا جو جائز ہی اور جس اجارہ مین اختلاف ہی ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارہ یہ باب ہی اُن افعال کا جو اجارہ مین جائز ہین یصح اجارۃ حانوت ای دکان و دار بلا بیان ما یعمل فیہا لصرفہ للمتعارف صحیح ہی اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اُس فعل کے جو اُسمین کیا جاے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہی تو وہی مراد ہو گی اور سکونت متفاوت نہین و بلا بیان من یسکنہا فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجی اور اجارہ صحیح ہی بدون اس بیان کے کہ گھر مین کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہی کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہو گا ہم غیر کا رکھنا جائز ہی اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وله ان یعمل فیہما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتید و یربط دوابہ و یکسر حطبہ و یستنجی بجدارہ و یتخذ بالوعۃ ان لم تضر و یطحن برحی الید و ان ضر بہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہی کہ دکان اور گھر مین جو چاہے سو کام کرے تو یعنے گاڑے اور اپنے جانور اُسمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا دے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہی کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہی جبکہ جانورون کیواسطے کوئی مکان گھر مین مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو معطل نہ بنادے اور چکی کے مسئلہ مین شارح تابع ہوے مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق مین خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہی جس سے حکم نکلتا ہی یعنی منع کا و عبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید و ان کان یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہین اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہی اور اسی پر فتوی ہی حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کرڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہین مگر یہ کہ اُسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہو جاے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہی کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذالک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر مین درست ہو سواے اسکے کہ گھر مین لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کرڈالتا ہی تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہو گا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہی ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہی چنانچہ منح الغفار مین ہی کہ پہلی صورت مین حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہی اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونے کے ہی ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر شروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہی چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اُسی کا قول مقبول ہو گا وان اقاما

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجرۃ

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بوجہ اثبات زیادت کذا فی
الخلاصۃ وفیہا استاجر للقصارۃ فله الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست
ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکساں ہو ولو فعل مالیس له لزمه الاجر وان انہدم به البناء ضمنه ولا اجر لانہما لایجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے
جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اُس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اُسکا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے وله السکنی بنفسه واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل مالا یختلف بالمستعمل یبطل
فیه التقیید لانه غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے کہ آپ رہتا اور غیر کو رکھتا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ قید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
ما یختلف به کما سیجیء بخلاف اُس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا
کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا بصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دیوے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات
کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورتوں میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے ایک یہ کہ گھر کو کرایہ دے
مخالف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کردے یا پلستر پر دے لگادے موری نئے کہنا بنا دے دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجر بالموجر لاتصح وتفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وفی البزازیۃ تصحیح خلافه فتنبه اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک دیگر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق
میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا
وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب
صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں
اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آئندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اُس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار
نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان
زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب ناواقفی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی
زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت
ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے
واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع
جائز ہے اور اُسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف یعنی
ہم یہ اُس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنه الزراعۃ للحال لاحتیاجہا الی السقی او کری ان امکنه الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامه فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آجرہا وہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جائیگا ما لم یستحصد الزرع فیجوز ویومر بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹنے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافۃ الی
المستقبل فیجوز مطلقا مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اور کبھی اولا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑکر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کرنیکا
کا اور ابتدائے مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وتمامہ فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے اسکو حموی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جبکہ موجر مستاجر کو کھدے ہوئے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو جاوے اسواسطے
کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر وہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے بعضہم پر وہذا الترک ان یامر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرو بہا الثالث ولیقسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصۃ یعنی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود دینے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہے ورنہ اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کرین پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھود ڈالنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اسکی قیمت ڈالنے پر مکان بنانیوالے کے واسطے زبردستی کیجاے الی ہذہ العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضاً وقفاً وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر ان یستبقیہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اسمین درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جبکہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنکے زمین وقف ہے وہ نہ مانیں سواے کھود دینے کے تو انکو اسکا اختیار نہین کذا فی القنیۃ ثم ظاہر بیان المصنف ہے دلالت کرتا ہے کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے اور اسعاف اور عمادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت بسبب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھود دینے پر بنانے والے پر زبردستی کیجاے انتہی اور علامہ ذکر کیا ہے کہ قنیہ کا نزالا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصراً

قال فی البحر وبہذا العلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور وہ تو اوقاف خصاف میں بھی منقول ہے یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط اجتماع عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر باقی رکھنے کا اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کے واسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ مع فوائد جزو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھود ڈالی جاے مدت گذر جانے کے بعد رطبہ میں شجر اور گیاہ کے ہے فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں جیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال تک رہتا ہے لہذا وہ درحکم شجر ہے نہ درحکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابداً وانما یقطع ورقہ وزہرہ وینباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جسکی جڑ زمین میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑ لے جاوین اور بیچ ہوون اما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الحجل فی المجرد والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع فیترک باجر المثل الی نہایۃ کذا اجرہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق یہ ہے کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مع مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں ہے اسواسطے کہ ایکبار اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ فقید میں کہتا ہون یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طول ہو جیسا نکہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الحلبی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کاہر اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر ایسی موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں مقرر ہو چکی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان الابقاء علی ما کان اولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعدہا فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کہ کھیت پکنے سے پہلے ہو اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو گیا ایک شخص کی موت سے ہو اسواسطے کہ کھیت کا باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ولحق بالمستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہی حکم ہو عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحاوی واما الغاصب فیومر بالقلع مطلقا للظلم اور غاصب کو کھیت اکھاڑ ڈالنے کا حکم ہوگا اسیطرح اگرچہ کھیت کچا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یترک الزرع باجر المثل بقضاء او بعقدہما حتی لا یجب الاجر الا باحدہما کما فی القنیۃ فلیحفظ پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاوے اجرت لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی بلکہ قضا یا عقد دونوں میں سے چنانچہ قنیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ و در زمین کافی ہے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے فلا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا ای لاجل ان یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ ولا یرکبہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اسکو کوتل کرکے لے چلے اپنے سامنے اور اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقال لہ فرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یزین بیتہ او حانوتہ بالثوب لما بینا ان ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر مقصودہ ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا لیصلی فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا ولو شعرا لیقراہ او مصحفا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تا کہ اسمیں نماز پڑھے یا خوشبو دار چیز کرایہ لے سونگھنے کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاوے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحاوی وان لم یقید بالراکب واللابس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کے موجر سے کہ سوار کر دونگا یا

پہناو نگا جسکو مین چاہونگا کذا فی الحموی اور یہ مسئلہ نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیونکہ اسلیئے کہ اسمین جہالت ہے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا
وتعیین اول راکب و لابس او متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونیوالا اور پہلا پہننے والا الاصح یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہی شخص
اصل سے مراد تھا تو اب وہ دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدرر عزیا لکافی وان لم یبین من یرکبہا فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے
بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کہتے ہیں کہ یہی صواب تھا ولو استاجر للرکوب مطلقا
یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی و ینقلب صحیحا بر کوبہ اور اجارہ فاسدہ کورہ پلٹ کر صحیح ہو جاویگا جانور پر سوار ہونے سے خواہ مستاجر آپ سوار ہوا یا غیر کو سوار
کیا ازراہ استحسان اجرت مسمیٰ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی
تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہائی تعیین کو ابتدائی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور ضمان یعنی تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے
سے اسواسطے کہ وہ تعدی نہیں بسبب عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور
اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والیکی قید لگائی سو مستاجر نے اسکی مخالفت کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہوجاسے اور اسپر اجرت نہین
اگرچہ صحیح تسلیم کی بوجہ مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست مین متفاوت ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور بھاری
کر انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت ہوتے ہین جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہین ہوتا کیونکہ سواری سے
واقف ہوتے ہین بخلاف حانوت فقعد فیہ حداد فلا صحبت یجب الاجر والمسئلۃ بحالہا لانہ لم یخالف وانہ مالا یختلف بالاستعمال کما فی الغایۃ بخلاف اس
دکان کے جسمین مستاجر نے مثلا لوہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ اسمین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اسنے دکان
تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہین کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا اس میں گفتگو ہے
اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے اور مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہین ہوتی ہم یہ تعلیل ہے
مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الحلبی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند حکم مین ہر وہ چیز جو متفاوت
اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے مین
اور مکان نصب کے تجویز کرنے مین اور اسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے
بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم مین برابر ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ ہین اور رسیاں اجر پر
وفیما لا یختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین باوجود اسکے
مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمین بسائے اسواسطے
کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہین وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لیحمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار
کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا حکم گیہوں کا نہ ہو
بہ بارہ صاع غلہ سماوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر کا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کے برابر اور گیہوں اسکے
وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعۃ
مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہو اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

[illegible]

ومنه تحمیل وزن البر فحملها الشعیر الی الآخ اوذلک غیر جائز ہے کہ
ہلا پر یا اس سے کمتر کو حامل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حامل کرے تو جائز نہیں اسو مستاجر نے من بھر لی
ہی لادنا روئی کا جو برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا چاہئے کا قول صحیح یہی ہے یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا
جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اُس کی گرمی بھی زیادہ ہے تو اسکا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہوں
اور گیہوں کی عوض اگرچہ اسیقدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ سبب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو
ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیلانے کے یہی فتوی ہے امام رشید کا اسکا حاصل اگر سے محمول جو پھر اسیقدر لادی اور وزن میں
کا برابر ہے کہ محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر بیمی سے تو صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر بھر یا لوہا لادنا
اور اگر محمول ایسا کہ زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام بیمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز نہ ہو چنانچہ روئی عوض گیہوں کے کذا فی العنایۃ والخلاصۃ وفی البحر عن الخانیۃ انضمن نصف القیمۃ
اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کرلیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے گا
اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الادمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ
آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وہذا ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اسوقت ہے
جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود سکے ہو یا نہو کما لو حمله
الراکب علی عاتقه فانه یضمن الکل وان کانت تطیق حملهما لکونه فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھا لیا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا اوان کان الردیف صغیرا لایستمسک یضمن بقدر ثقله اور اگر پیچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اُسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا کما
لو حمل شیئا آخر ولیس ملک صاحبها کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھا لینے سے بقدر اُسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول
جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الحمل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ ہر دو تولا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شیء آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو ما یلبسه الناس ضمن بقدر ما زاد جیسی اور اگر اُسقدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر
زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لرکوبه بنفسه مع التضمین ای نصف القیمۃ لرکوب غیرہ اور پیچھے سوار
کرلینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو وے تو ساری اجرت واجب ہے اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا پھر اگر سوار یعنی مستاجر
راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ بھر لے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھر لے اگر اُسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہوا اور اگر ردیف بطریق اجارہ

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ روایت میں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی و بلو نزار دفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف روایت کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھا دیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم ہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بخلافہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ وغیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وغیرہ صاحب الغایۃ کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر یہ ہو اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان جمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ اردف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکسان ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا ذکر بلا وجہ ہوا اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ بار لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہوجانے بوجھ کے ہم مثلا تین من لادنا مقرر ہوا سو اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ ہم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ قبول کیا تھا علامہ مقدسی نے کہا ہمیں تامل ہے ہمیں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا سبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ سے کہ تمام تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب لہ نصف علی المستاجر لفعلہ وہدر فعل ربہا یعنی اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان الحمل مثلا فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا فہما لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہون ہو دو گون میں اور مستاجر اور مالک ہر ایک نے ایک ایک گون تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک تار نہ گھیٹے سے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ الذی تم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو الموجود فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو ضمیر وارد ہو
قول غیر معتمد ہے وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہی مسئلہ اول میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادتی فقط کے
اسوقت ہے جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر
للحمل والضمان للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور اتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نرکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور
مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ھم شارح نے یہ جواب اسبات
سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے
کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کردیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے
تو اگر زیادتی اُسکے مغایر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا جیسا کہ ان صورتمین تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین لادا فقط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجر واعلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اور ظہور وجوب کی
سے معلوم ہوگیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق
ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا لتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے
درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کرایہ لینے کے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لتقیدہ بشرط
[illegible] تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا
لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور درج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام
کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے ذکر کیا کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے
قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا الضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ھم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اُسکو ہرگز نمارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ھم یعنی
ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جبکہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الایکاف سواء یوکف بمثلہ الحمر لا اور تاوان دے
زین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ھم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نتھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے و بالاسراج بمالا یسرج ہذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اسیطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اسپر

گدھے پر نہیں باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہے تو تاوان لازم نہیں مگر درصورت زیادتی
وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو شدہ او اسرجہا مکان الاکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرہا بغیر لجام فالجمہا بلجام لا یلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
پھر اُسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی ہو اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعدا او
وعورا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغایر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں
متفاوت تھیں دوری یا سختی ہونے یا خوف میں اسطرح کہ لوگ اُس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
او لا لخطر البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادلیگیا دریا میں جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب پُرخطر ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے و ان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے
گیہوں بونیکا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گیہوں سے یعنی اسواسطے کہ
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجیء اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنے میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا لا
یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ہم اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بالقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم قبا اُسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا ہو اور
قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنے
اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا لو خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح قنیۃ
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر
مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ہم درر میں تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ قید قبا اتفاقی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کوے لے اور رنگریز کو اُتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز
کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی وان صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ
اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان ہوگا کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طوله وعرضه وکمه کذا فجاء ناقصا ان قدر الصبع ونحوه عفو وان
اکثر ضمنه درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول و عرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان ہے قال ان کفانی قمیصا فاقطعه بدرہم وخطه فقطعه ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص
کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اُسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اُسپر تاوان
لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ اُسنے دھوکا دیا ولو قال اکیفینی قمیصا فقال نعم فقال فاقطعه فقطعه ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اُسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اُسپر تاوان لازم
نہیں ہے اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بالسرقۃ او بمطر ضمن لو
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اُترا میدان میں اور وہاں سے کوچ نہ کیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اُسپر لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ المتحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہاں کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه فطلب منه اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے مددگاری
چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچ دے سو اُسنے مزدوری مانگی تو اُنکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اُسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو
اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوته لیعمل له اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب
اجرت میں وفی الدرر دفع غلامه او ابنه لحائک مدۃ کذا لیعلمه النسج وشرط علیه کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اُسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے استاد پر
ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اُس کام
میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اُس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل اُستاد پر
لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان فیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما والیہ رجع الامام
کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے
رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقاً یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہوگا عاریت
لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقاً مکان معہود سے تجاوز سے وفیہ خوف المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر له وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگوں نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کی طرف بوجھا پھیر لایا تو اُسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اُسپر زبردستی کیجاوے
دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ رده علی فلم یرده ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اُسکو رنگے بمقدار اجرت پر پھیر مالک بولا کہ اُسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اُسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں ذخیرہ

سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وتعذر العمل بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اُس شخص کے حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مرد کو مزدور رکھا تا کہ اُسکا کام کرے زمین میں سو جب مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اُسکے سبب کیا اُسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فرضت فحملہا وہنالک استاجر ای الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اُسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو محل معین سے کم لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوہین البناء وحکم القاضی بمنعہ ہل یسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا الا ان یمنعہ من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اُسکو پڑوسیون نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کرایا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا جائیگا ہم مراد یہی ہے واللہ اعلم کہ لوگ اُسکو چکی نہ پیسنے دین اجکل کے کمانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ہل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ وسیتوفی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالمعمر اور وہبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجیر عمارت کے وقت میں مانند اُس حالت کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جاوے تو منہدم تخمین کیا جاسکے ہے یعنی مقدار انہدام تخمین کر کے بقدر اُسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آجر لیقدم فیہا قولہ لا المعمر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی بقدر مین تو اسمین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت فلعلہ بموجب مجرد الامر یعنی الاتی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کہتا ہون اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اُس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر سے نہیں بلکہ ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو جسقدر اُسکا صرف ہوا امر سے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو کیجے ہم قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہچہ میں رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہے نہ مفادہ ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہیں ہو جاتا جبتک اُسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کردے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لا خیار لہ اور جبکہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر الا بہ ابن الشحنۃ قلت وفی القنیۃ نظر ولعلہ اراد المسمی اما اجرۃ المثل او حصتہ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتأملہ وسیجیء فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہون کہ اسکی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

معینہ گھر کی مراد ہی لیکن مثل اُس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونیکا کوئی بیان نہیں اور فسخ اجارہ کے باب میں وہ قول ویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول نکو اِسی بیان سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان سوا اسے پیسنے کے لائق انتفاع ہو تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اُس کے حصہ کے اجرت لازم ہوگی انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ذکر کیا ہے کہ اگر گھر منہدم ہوجاوے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ پیش دروازہ سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ فان شرط حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین خزانۃ الفتاوی کرایہ قیدخانہ کا اور اجرت قیدخانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی لیکن اسواسطے کہ اُسی کے واسطے تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ ما سکنہا علی وجہ الاجارۃ کذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امرأتہ لان المرأۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک برس سال اُسمیں رہا تو اُسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہوجاوے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اسواسطے کہ عورت اُسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر قبل تمامہ وترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المرأۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ اجارتہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المرأۃ وتسلم للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہوا مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اُسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر کی خصم نہیں اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اُسمیں سے نکلیگی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقدوں میں سے عقد فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا ہم عدم مشروعیت وصف جہالت سے یا اُس شرط کے اشتراط سے عارض ہوتی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں ہے والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہے جو کسیطرح مشروع نہو نہ اُسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا ہم اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بالعوض مردار اور خون کے اور بت تراشی یا تصویر بنانے کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اُس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو اُس عمل میں یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اُس مال اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اُسکا سبب حرام ہے یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں یہی قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل وان علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ در صورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

فاسدہ مین منافع مستاجر کی ملک مین نہین آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد مین مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے
بخلاف فاسد الاجارة حتی لو قبضها المستاجر لیس له ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اسمین منافع مملوک نہین ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا
تو اسکو جائز نہین کہ اور شخص کو اجارہ مین دیوے ولو آجرہا وجب اجر المثل ولا یکون غاصبا و للاول نقض الثانیة بحر عزیا للخلاصة اور اگر مستاجر نے کسیکو اجارہ دیگا
تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین بحوالہ
خلاصہ کے منقول ہے فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت و قیل لا اور اشباہ مین ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اسکو اجارہ صحیح دیوے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا
معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز مین دو قول ہین اور دونو کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی
العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہین وہ شرطین جو مقتضا سے عقد کے مخالف ہین ہم چنانچہ بیان ہوچکی کہ اجارہ مین شرط ہو کہ اگر چکی کا پانی منقطع ہوجاوے
تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب ہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدها کجهالة ماجور او اجرة
او مدة او عمل و کشرط طعام عبد و علف دابة و مرمة الدار و مغارمها و عشر او خراج او مؤنة رد اشباہ جو چیز بیع کو فاسد کرے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکی وہی
چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے
گھر کی مرمت اور اسکے مصارف اور زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا خرچ شرط ہو مستاجر پر کذا فی الاشباہ وجہ فساد اجارہ
یہ ہے کہ اعمال مذکورہ بجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہین اور جہالت بعض اجرہ موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیة الاشباہ
لابی السعود و تفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دار مشترکة من غیر شریکه او من احد شریکیه انفع المسائل و عمادیہ فی الفصل الثلثین اور
شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دیوے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو
اجارہ دے یا دو شریکون مین سے ایک شریک کو اجارہ دیوے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ مین تیسوین فصل سے ہم فصولین مین ہے کہ ایک زمین مشترک ہے
چند شخصون مین تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہین و احترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لواحد فمات احدهما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری
اجارہ کا مفسد نہین ہے موجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ
دی پھر ایک مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ان صورتون اخیر تین مین میت کے حصہ مین اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ
کے حصہ مین اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلة فی اجارة المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز مین اجارہ کرکے
پھر بعض مین فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ مین چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو حیلہ ہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دیوے اسکی دو تدبیرین
ہین ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض مین اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب مین مشاع کا اجارہ جائز ہے سو
وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبه او بعضه من شریکه فیجوز و شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے
دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے و جوزاہ بکل حال و علیه الفتوی زیلعی و بحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامة قاسم فی تصحیحه بان ما فی المغنی شاذ مجهول القائل فلا
یعول علیه اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال مین یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمة مین ہو یا غیر محتمل مین اور اسی قول پر
فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق مین یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی مین ہے وہ ایسا
شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہین تو وہ اعتماد کے لائق نہین ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین مین ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور یہی

ولو ابطلها الحاکم ثم سلم لم يجز لزوال المانع ... في البدائع لو آجر مشاعا يحتمل القسمة ... اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرایا ہے باب صحیح ... اعتماد کیا ہے
تحریر میں کہتا ہوں در بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت ہے پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے
مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں وفیہا ایضا جواز اجارۃ لو البناء لرجل والعرصۃ لآخر
فصولین میں الفصل الحادی والثلاثین یعنی الوسطانہ اور فتوی دیا جاتا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ
فصولین میں ہے اکتیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہے
اور اس میں کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجهالة المسمى كله او بعضه كتسمية ثوب او دابة او مائة درهم على ان يرمها
المستاجر لصيرورة المرمة من الاجرة فيصير الاجر مجهولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا
سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی
اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجرت کے مجہول ہونے کی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درہم
اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد بعدم التسمية اصلا او بتسمية خمر او خنزير اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور کے نام
لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فاذا
فسدت بالاخيرين لجهالة المسمى وعدم التسمية وجب اجر المثل يعني الوسط منه لا ينقص عن المسمى سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سببوں سے یعنی مسمی کی جہالت سے
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی معمولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں خلل ہے اسواسطے کہ
دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں ہے اسواسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمكين بل باستيفاء المنفعة
حقيقة كما مر بالغا ما بلغ لعدم ما يرجع اليه اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل
کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہی کیوں نہ ہو بسبب نہ ہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جائے ولا ينقص عن المسمى
اور اجرت مثل کم نہ ہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ کے مخالف ہے والا افسد بجعل الشرط او الشيوع مع العلم بالمسمى لم يزد
اجر المثل على المسمى رضا بهما اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو
اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر و مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ
میں اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ
عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے
اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول و معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق
ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر وينقص عنه لفساد التسمية اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے
واستثنى الزيلعي ما لو استاجر دارا على ان لا يسكنها فسدت ويجب ان سكنها اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ
لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمیں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اسمیں سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحمله في البحر
على ما اذا جهل المسمى اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجہول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے استثناء ہے بحر الرائق لکن ارجعہ قاضی خان الی صحۃ الاجارۃ الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء تنبیہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کیطرف رجوع کیا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثناء تو نہیں ہے تو آگاہ رہ وہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر پہ کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت فینبغی استثناء الوقف الان لوجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثناء کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جسقدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول لیسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے کہ مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل دینی ہوگی
جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر داراً کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی بجہالتہا
دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل
ہوا ایسی میں جسکی نہایت معلوم نہیں جیسے ایام اور شہر تو اسکا کمتر متعین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح ایضا
اور جس مہینے کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہے عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے علم یعنی بالتعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن
وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار
ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا بعذر بکا لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے
مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور
معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے علم یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا
فی البحر واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر تقسیم ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدا مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں
مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاند کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی القہستانی والا
فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو تو مہینوں کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا تتم الاول بالایام
والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر رہینگے علم یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ بیس دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا دوسرا سال کی ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر
عبداً باجر معلوم و بطعامہ لم یجز بجہالۃ بعض الاجر کا مزدور رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے
بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہین کہ خوراک کس قدر ہوگی
سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط مین ہے کہ جس اجارہ مین خوراک یا اجارہ جانور کا شرط ہو وہ اجارہ فاسد ہے یا دایہ کا اجارہ
کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کھاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے
ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا مواہب لدنیہ مین ہے کہ دخول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے مین کہتا ہون اور اہل حدیث
کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہے ہم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہے اور جسکو
مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث
حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے
کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ عورتون کے نہانے کے اسباب بہت
ہین وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو
کذا فی الزیلعی وفی اکمالات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ او نفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق
العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے اکمالات مین ہے اور مکروہ ہے عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس
والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہین مین کہتا ہون ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور اسکا
ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہوچکا ہے والحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ
جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر بکسر فسکون مہموز
باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے
کیواسطے گاے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے وقال الواحدی
وکسوتہا ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اسکے واسطے
متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے

بچہ کی محنت اور شفقت سے ہو فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور غیاثیہ میں
(وقت معین کرنا ۱۲)
اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ سبب جہالت
نزاع کی ہوتی ہے تو صحت کی مانع نہیں ہے وللزوج ان یطأہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے بخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک جائز نہیں لا فی بیت المستاجر الا باذنہ فلا یطأہا الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نکرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے
تو اس میں داخل ہو مگر اسکے اذن سے وللزوج فی نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار فسخہا مطلقا شانہ اجارتہا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں اسطرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکو عیب لگتا ہو یا اسکی شہرت
یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا فسخ لہا لان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونون کے
اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکرسکیگا اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بینا
وبنحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اسکی بیماری اور اسکی ظاہر ناکاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ لڑکا اسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہے یا دایہ سارقہ ہے یا لڑکا اسکا دودھ نہ پیتا ہو الخ
جو ہمراہ صغیر کے سفر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے منجملہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو سفر ہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی
ہوگا مانند سکے اوقات کے کذا فی الطحطاوی لا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا ولو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہین
ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اُسکے باپ کیواسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضون نے کہا بشرط مال الصبی اجارہ باطل ہوگا وعلیہا
غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف وہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اُسکے کپڑون کا دھونا
اور اسکا کھانا درست کرنا اور اسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہے جہان نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں تو اس مین
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑون کا دھونا اُسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اسی
قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جاوے اور اسپر صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا ثمنہا ای ثمن شیء من ذلک وما ذکرہ محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہین
اُن چیزون کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال
نہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایۃ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط ارضاعہا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

یا کہ کسی صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی کیونکہ دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلانے سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح مگر فتاوی صغری میں منقول ہے کہ قول اصح یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسہا لانہ لک تقدم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتہما وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین

شبہہا بالاجیر الخاص و المشترک و تمامہ فی العنایہ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات کو اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اسنے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے کہ دایہ کو ایفا عمل دونوں جگہ ممکن ہے مانند درزی کے اور صحیح قول شرح اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر کا بھن کرنے کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ کابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر بطور عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر روئے اور اسکی خوبیاں بیان کرے اور ملاہی ستار اور باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل غیر جہاد یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسیطرح طبل قافلہ درست ہے مفتی بہ ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اسکو خیرات کردے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجبر المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاسکے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہوگیا اور نا کور سب برہم ہوگئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہوگئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ معدوم ہوجاتے ہیں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہوجاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

فی المنح و عقیدہ یہ ہے کہ تو زمانِ سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے دیکھو تجنیس الملتقط و فی الحاوی القدسیۃ ہی ما یہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر جیسا کہ سورہ تبارک اور فتح اور یس اور یہ دینا مسمی بشیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے حلوی کے کہا شاید کہ سابق میں یہ عادت تھی اور اب شہر کے پرانے بلاد میں ہے و لو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بن دے اسکی نصف پر یعنی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اسکے گیہوں پیس دے کچھ آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں اور وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے کیونکہ بعض منسوج یا محمول یا طحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل سے ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہے ایسا ہی

بار ۱۲ آرد ۱۲

کہا ہے کہ یہ اصل ٹھہری یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ میں ٹھہرتی ہے کہ اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی تاکہ دوسرا شخص اسمیں درخت لگادے اس شرط پر کہ زمین اور درخت سوجود و مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس سے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجرے کا مانڈنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور باندھنا اسکا اور اجارہ جائز نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہے اسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر ہمیں اللہ تعالیٰ روزی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لاد لائیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن حامل کا ہوگا اور حامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہوگا اور جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں نصفا نصف ہیں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایوں اور مرغیوں کو اسکے ہاتھ بیچڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون دوسرے شہر میں ہے اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لادیگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہیں کذا فی العالمگیریہ و تمامہ فی الاشباہ (قولہ تمام مسائل کو ردہ قفیز طحان میں داخل ہیں دیکھو) ثم تعلیلہ بقفیز الطحان ... اس قسم کے مسائل میں اسکے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا کردے یعنی جاہا کو سوت اور حمال کو طعام قبل النسج و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیہوں کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دیدے تو جائز ہوا اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا تقرر

مشارالیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ و
سن کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور اگر ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک اسم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لاد لیچل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اُسنے پورا من لادا تو اُسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی
کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اُس غلہ کو لادے جو اسمین اور اُسکے غیر مین مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل اپنے
شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا اھ واشکلہ الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین
اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اُسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین امام زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مالک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر
ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بسبب عقد و
تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفا معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول سودی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ
یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے
اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صرحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا فتنبہ بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ
نے اپنی شرح مین کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین کہ دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص ہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے امام زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے عمل
طعام کو بعض ملا اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے
حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کی نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہے کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص کی گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس
تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اسی سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اُسکا رواج جمیع بلاد مین
ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اثر مخصوص ہوجاتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض افراد یعنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص
مین عموم ہی نہین کہ اسکا مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی (و استاجر خبازا لیخبز لہ کذا) من الدقیق (الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما فیفضی
الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان یفرغ منہ الیوم جازت اجماعا) یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے لیے مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملادینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجای الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پہ
اجارہ کرے کہ اجیر نان پزی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے کہ جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی اُنمین سے اولی نہین ہے جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور ظرف ظرف کا مستغرق نہیں ہے تا تو گویا یون کہا کہ اگر
بعض یوم مین تو نے زراعت کی تو یہ قول مجمل کا مفید ہے تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایۃ مختصرًا او اجرہا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا
مرتین او یکری انہارہا ای العظام او یسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اسکو دوبارہ جوتے یا اس شرط پر
کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کرے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامونکے اثر کے مالک زمین کیواسطے
تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہوگا اور دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول اپنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جو شرط اجارہ کی نامناسب ہو وہ مفسد ہے اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کیواسطے ہوتا ہے اور جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا
تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے جیسا کہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس
ڈالنا اور زمین کو بہت کرکے موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما یاتی ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو اجارہ فاسد
ہے سواسطے کہ آگے ذکر ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بالتحقیق مقدار تاخیر کو حرام کردیتا ہے مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنے
کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہے اور یہان مقدرات مین گفتگو نہین تو بہتر تعلیل
یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد
جنس مین اگر استیفاء منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ فسدت جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ
قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنے ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجرہا علی ان یکربہا و
یزرعہا او یسقیہا ویزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بوے یا اسکو سینچے اور بوئے اسواسطے
کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یحمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک
سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل
خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اسکے غلام یا جانور
کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفسہ بلکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن
کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے کیونکہ حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کرسکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی
مملوک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسترد بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام
فی المدۃ ولا یسقط شیئ من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے
تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ
بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا لم یذکر انہ یزرعہا او ای شیئ یزرعہا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد

ہو جائیگا بخلاف اجارہ دار کے اسمین جہالت مفسد اجارہ نہین ہے بسبب واقع ہونیکے عقد کے مسکنی پر اور کہتی ہو تلف ہو چیز نہین چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا و اذا
فسدت فزرعہا فمضی الاجل عاد صحیحا فلہ المسمی استحسانا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجہالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو قدمہ فقال فلو انقضی الاجل کما فی
شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکورہ جبکہ فاسد ہے پھر مستاجر نے کوئی چیز بو دی سو مدت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اسکے واسطے اجرت
بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے
عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو دفعہ کرتا جسطرح قاضیخان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا علامہ طحطاوی نے
کہا اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم حملہ فحملہ المعتاد فہلک لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین
امانۃ کما فی الصحیحۃ اور اگر بغداد تک گدہا کرایہ لیا اور بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اسپر حمل معتاد لادا سو گدہا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے اجارہ کے
تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ہم کہتے ہیں یہ دلیل مسئلہ ہے کہ حمل معتاد مین ہوا اسواسطے تاوان نہ لازم آیا کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف
ہے اور گدہا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فلہ المسمی لما مر فی الزراعۃ پھر اگر
گدہا لادکر بغداد مین پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع
فی مسئلۃ الزراعۃ او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعا للفساد ایضا پھر اگر دونون مین نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ
مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے فساد کے لو استاجر دابۃ ثم جحد الاجارۃ فی
بعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد
یجب ایضا درر وکانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت
لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا اور تاوان لازم ہوا اور
اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے علامہ طحطاوی نے کہا اور یہ
کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہون چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قبلہ فلہ الاجر والا فلا کذا الصباغ والنساج اور اشباہ
مین ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلایا یعنی مقر رہکر تو اگر کپڑا اسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہے اور نہین تو اجرت نہین اور یہی
حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو مالک کو مختار ہے چاہے کپڑا اسکو دے اور اسقدر
قیمت دے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگین کپڑا اسکا دے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے لے اور جولاہے نے اگر قبل انکار
کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہین اور کپڑا جولاہے کا ہے اور اسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیۃ اور اس بیان سے اشباہ اور شارحان کا اجمال حل
ہو گیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جبکہ دونون منفعتین مختلف الجنس
ہون جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحد لا تجوز کاجارۃ السکنی بالسکنی واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لما
تقرر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد اور جبکہ دونون منفعتین متحد الجنس ہون جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس
سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہے تو بعد استیفاء منفعت سے
اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصید لہ او لیحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز اگر ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا استاجر
کیواسطے شکار کرے یا لکڑیان اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے مثلاً صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے

کہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا فلو لم یوقت
و عین الحطب فسد اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا
عین الحطب و ہو ای الحطب ملکہ فیجوز مجتبی ولعلہ فی صحیح فیہ بل جہالۃ عدم التقدیر بوقت یعنی لکڑی معین کر دی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی
المجتبی اسی کا فتوی دیا گیا ہے کذا فی العینی فیہ یعنی اگر دن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور عینی فیہ میں تو عدم جواز
ہے اگرچہ ایام مذکور ہوں چنانچہ شرح الفغار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے استاجر امراتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ
اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی العینی فیہ ہم
عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوجہ کے واسطے روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضی اور
فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر کذا فی الطحطاوی اجرت دارا لزوجہا فسکنا فلا اجر اشباہ و خانیہ
لکن فی حاشیتہا معزیا للبحر عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضیخان بہا الفتوی علی صحتہا لتبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں ان
اس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ و الخانیہ اسواسطے کہ سکونت کی منفعت شوہر اور مستاجرہ دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ
کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے بسبب بزازی کبری یہ منقول ہے کہ قاضیخان نے کہا کہ بیان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کے
تابع ہو سکونت میں تو اس سے ... طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر
یا شرح زیادات میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم و جاز اجارۃ الماشطۃ لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیۃ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دولہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ و ہم شرنبلالی
فی شرح الوہبانیۃ کما العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہے و جاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ
اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں ہو اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد
کالخیاط ونحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا کرے جیسا کہ درزی اور مانند اس کے جیسا کہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے
کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقیدۃ بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت جیسا کہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر
کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے جیسا کہ
ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ ایک درم کے بدلے تو وہ اجیر مشترک ہوگا مگر یہ کہ مستاجر یوں کہے
کہ ... سوا اور شخص کی بکریاں نہ چرانا تو ظاہر ہوگا ... الاول ... الاجیر ...
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جو ... اجارہ لیا ... دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں ... صحیح ہیں اسواسطے کہ ...
منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوہ کفتال وحمال ودلال وملاح ...

تھا کچھ زمین بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال وَ لَہ خِیَارُ الرُّؤْیَۃِ فِی کُلِّ عَمَلٍ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَحَلِّ مجتبیٰ اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر ایک اُس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبیٰ ہم مجتبیٰ میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دکھایا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اسکو جائز ہے اور یہ طرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے اسمیں خیار الرؤیت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اسمیں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین گیہوں کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کرانے الخ وَلَا یَضْمَنُ مَا هَلَكَ فِي يَدِهِ وَإِنْ شُرِطَ عَلَيْهِ الضَّمَانُ لِأَنَّ شَرْطَ الضَّمَانِ فِي الْأَمَانَةِ بَاطِلٌ كَالْمُودَعِ وَبِهِ يُفْتَى كَمَا فِي عَامَّةِ الْمُعْتَبَرَاتِ وَبِهِ جَزَمَ أَصْحَابُ الْمُتُونِ فَكَانَ الْمَذْهَبُ خِلَافًا لِلْأَشْبَاهِ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہ ہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو جیسے چوری یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتشزنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق رضی اور مرتضیٰ رضی سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق رضی اور مرتضیٰ رضی سے زیلعی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وَأَفْتَى الْمُتَأَخِّرُونَ بِالصُّلْحِ عَلَى نِصْفِ الْقِيمَةِ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتویٰ دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتویٰ دیا ہے تا دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وَقِيلَ إِنَّ الْأَجِيرَ مُصْلِحًا لَا يَضْمَنُ وَإِنْ بِخِلَافِهِ يَضْمَنُ وَإِنْ مَسْتُورَ الْحَالِ يُؤْمَرُ بِالصُّلْحِ عِمَادِيَّةٌ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہیں اور اُسکے برخلاف ہو یعنے فاسق بیباک ہو تو تاوان اُسپر ہے اور اگر اُسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہے کذا فی العمادیۃ قُلْتُ وَهَلْ يُجْبَرُ عَلَيْهِ حَرِّرْ فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ نَعَمْ لَكِنْ تَمَّتْ مُدَّتُهُ فِي وَسَطِ الْبَحْرِ وَالْبَرِّيَّةِ تَبْقَى الْإِجَارَةُ بِالْجَبْرِ میں کہتا ہوں اُس صلح پر کیا زبردستی کیجاوے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ اُسکی مدت اجارہ پوری ہو گئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علماء سمرقند کا فتویٰ جواز صلح پر ہے بلاجبر وَيَضْمَنُ مَا هَلَكَ بِعَمَلِهِ كَتَخَرُّقِ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهِ وَزَلَقِ الْحَمَّالِ وَغَرَقِ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهَا وَإِنْ جَاوَزَ الْمُعْتَادَ أَمْ لَا بِخِلَافِ الْحَجَّامِ وَنَحْوِهِ كَمَا يَأْتِي عِمَادِيَّةٌ اور اجیر مشترک پر اُسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اُسکے عمل سے جیسے پھٹ جانا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا وَالْفَرْقُ فِي الدُّرَرِ وَغَيْرِهَا عَلَى خِلَافِ مَا بَحَثَهُ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ فَتَأَمَّلْ اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کر سکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہیں کر سکتا لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمیں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ حجام کے

محل میں علیم تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لیکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہے محیط
وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا اسم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور وجہ قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ اسنا
اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ
اور منیہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر
ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے متجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیر ہی وہاں نہیں بلکہ صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی وہان ہے
تو قصور فقط اسیکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ میں ہے کہ اسباب کے
مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی
اسواسطے کہ محل عمل اسی کیطرف مسلم نہیں قلت وقد مناعن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ ہم اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم ذکر
کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اسمقام میں مجکو معلوم نہیں ہوئی
ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ
فیہ جو آدمی ناؤ میں ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول الصحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو
تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا تو نہ باعقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت
نہیں اسواسطے کہ اسکا اذن ہے آدمی یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ
ولا اجر او فی موضع الکسر اجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے جس کے
مکان میں اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب سے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلکیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان ازحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت میں ہے اگر مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان اسپر ہے اور اجرت اسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کرگیا ہم یعنی جسنے موضع مقرر کی
سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام و جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہو گیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی
قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد و حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے بکیفیت متقدمہ
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصفان اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً
نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبری المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

یعنی جنہوں نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کی کاٹ ڈالی اور حشفہ مقطوع جسکا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت خونبہا لازم ہو اور جب مرا ہو اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ہم عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جسکا ثانی بدن نفس میں نہیں تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہو رازی نے کہا عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ والآخر غیر ماذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر ختنون مر گیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک فعل تو وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علیہ العمل وانہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح کا عمل شرط ہوا جو تلف کی طرف نہ پہونچاوے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اسکے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جبکہ فعل غیر معتاد کیا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیہ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے اسواسطے کہ ہلاک کرنیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگر بہت شریکون نے اپنی مشترکہ مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکلجاوے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ درزی جو ایک شخص کا کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہ ہوا اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجیر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے اپنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرہ اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین ومسمی اجر ہے خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سو رہیں عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو آخر المدۃ بان استاجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سوائے اسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے سوائے اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہر گیا اور تحقیق اسکی درر میں ہے علم ورزین یون ذکر ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول ذکر ہو اور بھید اسکا یہ ہے کہ جب مدت کا اول کلام میں واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہو گئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہو گیا اور بعد اسکے نوکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اسکا بیان ہے یعنی مدت خاص میں منظور ہو
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہر جائیگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا لیکن
مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر عمل
کریگا تو اسکی اجرت سے بقدر اسکے عمل کے کم کر ڈالا جائے کذا فی فتاوی النوازل ان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ
مادام یرعی منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ او ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بکریاں
ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو اُنمیں سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادیہ میں ثم لا یخفی ان المعقود علیہ تسلیم النفس لا
العمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مقدم ہو [illegible] کلہا فی
یدہ [illegible] اور اجیر خاص تاوان اسکا دے جو اسکے ہاتھ میں یا اسکے عمل سے تلف ہو گیا
جیسے [illegible] کہ اسکے کوٹنے سے [illegible] تو تاوان دیگا [illegible] امانت [illegible] اسوقت ہے کہ اسکا عمل [illegible]
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اسکی کھوپڑی پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد میں داخل نہیں [illegible]
اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من حلی لانہا اجیر وحد
نے اس قاعدہ پر تفریع کی یعنی اس قول سے تو تاوان نہیں اس لڑکے میں جو اسکے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہے اجیر خاص اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس الاسواق
وحافظ الخان [illegible] تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر جیسے چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے واما
صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیون کے
سیئے گا تو ایک درہم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا تو دو درہم اجرت ہیں تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ شیخنا اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں
ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ الحاق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ وزمانہ فی الاول
درہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاطہ الیوم
فبدرہم او غدا فبنصفہ استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہے ومکانا کان سکنت ہذا فبدرہم او ہذا فبدرہمین او عملا کان
عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہیگا تو دو درہم کرایہ ہے او عملا کان
سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنے میں چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درہم کرایہ
ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درہم کرایہ ہے او المسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کو فقط تا سر گیا تو ایک درہم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درہم اجرت ہے و الحمل کان حاملۃ شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین او ردیہ جھالا فدرہمین ترددیہ صحیح ہی ضیاع
یون کہنا حال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درہم اجرت ہے یا گیہون لادیگا تو دو درہم و کذا لو خیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور
مکان عمل او رعامل او رمسافت او رحمل مین اگر اسکو اختیار دے تین چیزون مین دو مین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تو تردید سے
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین و یجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی و فی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم و لو خاطہ بعد
غد لا یزاد علی نصف درہم و فیہ خلاف لہما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی وجہ سے
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی وجہ سے مین وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسون سیئے گا تو اسکی اجرت مثل نصف
درہم سے زیادہ نہ ہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو شال مذکور مین اول دن کی وجہ سے
مین ایک درہم اور دوسرے دن کی وجہ سے مین نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین مذکور
ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ و احترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعض مکانات یا پورا گھر جلگیا تو مستاجر پر کسیطرح تاوان نہین خواہ اسنے صاحب خانہ
کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان کا
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور و الکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اسنے مستاجر نے زیادتی کر کے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ندمن قطیعۃ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان یتبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدہا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانتا ہے یعنی ظن غالب
ہے کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا جسکی ریوڑ سے مثلاً ایک بکری نکل بھاگے سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جاوینگے تو اسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین قالوا ان کان الراعی مشترکا ضمن او رضمان
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے و لو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی
بھیڑ بکریان ملا دین اگر اسکو جدا کر دینا اسکا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط و القول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن تھی اس جانور کی قیمت
ہوا اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ و لیس للراعی ان ینزی علی شئی منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن و ان نزی بلا فعلہ فلا ضمان
جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی و لا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ مشقۃ
اور مستاجر سفر مین نہ لیجاوے اس غلام کو جسکو اسنے خدمت کے واسطے کرایہ کیا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیہ سواء کان مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط زیادہ تر ہی مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
مالکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط شرع کے بموجب پورا کرنا آدمی کو چارہ نہین لفع ہو اسمین یا نقصان و کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزاہدی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ بخلاف اُس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی بابت مولی نے وصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اسکو غلام کا سفر میں لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اسکا خرچ وصی لہ پر ہے بخلاف غلام اجیر کہ اسکا خرچ مولی پر ہے نہ مستاجر پر فلو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ
وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان عندنا خلافا للشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مرگیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہو گیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی یا وجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ اوداً بعد الفراغ صحیحا استحسانا اور مستاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہو گیا یہ بطور
استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی
اجرت کھالی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت مذکور کے سبب نامتقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک یعنی تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے تلف
سے اور یہ مال محرز نہیں ہے اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہے غلام کا اور نہ اسکا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ
مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو اجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک جیسا کہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیہ وائمہ ثلاثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم رقم مسمی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحاوی وجاز للعبد قبضہا
لو آجر نفسہ لا لو اجرہ المولی الا بوکالتہ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اُسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں عاقد غلام ہے اور دوسری میں عاقد مولی ہے کذا فی العنایہ
فلو وجد مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہ لابقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو
لے لیگا بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اُسمیں ہنوز باقی ہے لہذا
اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولعکسہ خمسۃ دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کریگا تو چار
درم پاویگا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری میں یا پن چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر
واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمیں پھل لگے ہیں اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبضہ میں پھل ہو والاصل ان القول لمن یشہد
لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اُس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

سمجھا جاویگا وہو عادۃ عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اُسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آ دیگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا میں اور سرخی اور زردی میں اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت میں ہم یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگنا کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع حاملا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر دریا مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہیں یعنی اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقیل بہ یفتی وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے میں اور اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونوں قسمیں کھائیں کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل الصنائع یضاف لاستاذہ فما تلف بصنعہ الاستاذ اختیار سب پیشوں میں مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کرے گا تو اُس کا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنی استاد اسوقت تاوان دے جب تک مزدور کی طرف سے زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اُسپر تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اُسپر تاوان نہیں مگر درصورت قصور وفی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ قنیہ اور اشباہ میں ہے کہ سرائے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اُسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھپر کرایہ واجب نہیں ہو اسطے عدم اجارہ تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسیطرح مال یتیم کا حکم ہے یعنی دعوی غصب سے اسکی بھی اجرت ساقط نہیں للقول المفتی بہ تو آگاہ رہ وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنابر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہے الولوالجیہ میں ہم یہ قول الولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے ہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ مابعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمیں اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منافع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان میں

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اسقدر جسقدر کہ مستاجر اسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی یہ قول مجیب کے قول منہی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارہ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں تفسخ بالقضاء والرضی بخیار شرط ورویۃ کالبیع خلافاً للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضاے عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی کے یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہے شراء منافع سے لہٰذا اسمیں بیع کے مانند خیار شرط تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں اور بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے وبخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای وان لم یفسخ علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنابر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہ ہے اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسسے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے لہٰذا مصنف نے تفسخ کہا ہے نہ ینفسخ وفی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضہا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او ترک ودفع بحسابہ ما روی منہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہونچا اور بقدر زمین سیراب ہوئی ہو اسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجر ارضاً بغیر شربہا فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلاً قلیلاً ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اسکی امید باقی نہیں رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اسقدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماماً فی قریۃ فنفر الناس ووقع الجلاء سقط الاجر عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون میں سو آدمی وہان کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانون کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او یخل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع کعیب ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحہا وسقوط حائط دار اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین میں ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

خلل انداز نہ ہو یا موجر اُس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اُسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہوجانے سبب فسخ کے ہم عیب غیر مخل جیسا نوکر کا کانا ہوجانا یا اُس کے بال جھڑجانے اور ازالۃ العیب کی یہ صورت ہو کہ وہ اسکو بہ جبر تیار کردے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنیٰ اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اسکو مٹی لیپنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز مین قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیپنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیپنی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فان ابیٰ صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون استاجرہا وہی کذلک وقد رآہا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا وے تو مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہوجانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن لا یجبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج ان ابیٰ ربہا خانیۃ ای الا اذا رآہا کما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانی کے چہ بچہ اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ ہے لیکن اُسپر زبردستی نہیں ہو اسواسطے کہ مالک پر ملک کے درست کرنے کو زبردستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اُس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اُسکا مالک اشیاء مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنے مگر اُس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وسنے الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کردے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احدیہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہوگیا تو اُسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر ساتھی یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہے تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیہ اشباہ مین بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین منفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو منفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہین کذا فی فتاوی قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت عرس او اختلاعہا استوجر لطبخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہی یعنے اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اُس ڈاڑھ کے درد کا ساکن ہوجانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور اُس زوجہ کا مرجانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے مین صریحا مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر بخیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بالعیان او بیان ای بینۃ او اقرار ولو بالحال انہ لا مال لہ غیرہ ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ در المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جائے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس
ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی
الاشباہ ہم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے بعقد اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو انقضائے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار
کرے تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے
اُس کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں و بعذر
افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے
کام نہیں کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے و بعذر بدا لمکتری دابۃ من سفرہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا
بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا
کذا فی شرح وہبانیہ والخانیۃ بخلاف بدا المکاری فانہ لیس بعذر لامکانہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہیں ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے وفی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاول افتی اور ملتقی میں ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں میں کہتا ہوں اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استاجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درزیت
کے عمل کے واسطے پھر سینے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوے عالمگیری میں کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان میں مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہیں یا وہ نہیں تو
نقض جائز ہے انتہے اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہے اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو
اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہے مافی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی میں ہے سفر کرنا اس مستاجر کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہیں ولو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف
بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یوں قسم کھائے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا
وفی الولوالجیۃ تحولہ عن صنعۃ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ میں ہے پھر جانا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہوگیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہیں
وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں
اور نہ بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان الجمع
برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کے واسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین الطلبین ممکن ہے یعنے دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف عطاری ہم
طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاطۃ استاجر
عبدالخیاطۃ فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء
مدتہا ہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچ ڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ
وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اُسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور
یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر
فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر
نے چاہا کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اُسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اُسکی بیع فسخ کرے ھ لیکن عمادیہ مین
فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اُسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے
مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا
ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اُسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیوجرہا لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہم
اجرۃ الایاب ان برہن علی دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا
ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے
تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ
دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون
سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اُس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اُسکے قبضے
مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتے
اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی اُسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین
اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اسپر اجرت لازم ہوگی اُسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اُسکو اُسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین
کے مانند ہے ھ یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو
لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ بل یلزم المسمی

او اجر المثل ظاہر القنیة الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہ ہو جب کہ وارث موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اس واسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفی المنیة مات احدہما والزرع بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدة باجر المثل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مر گیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیتی خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای یجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای بالجواز بالتعاطی فتأملہ اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی ای الفصولین یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیا گی یعنی جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہو گی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کر وفی حاشیة الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحاً ولو فاسداً فاسوة للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہیں عین کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اپنی اگر موجر مر گیا اور اسپر دیون ہیں تو اور دین سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہے اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع مر گیا اور اسپر دیون ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو اور ارباب دیون پاوینگے فان عقدہا لغیرہ لا ینفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہو گا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار فاذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان فیصیر مستاجراً لنفسہ ثم یصیر موجراً للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلة المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیة والعمادیة اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جاوے گا تو اجارہ باطل ہو گا اس واسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداءً وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضاً لاتفاقہم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اس واسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ
لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہین
ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد
وقاضی ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتے لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے
متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ
باطل ہوگا اسکی موت سے کذا فی الدرر ہم مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ
لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ
معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قاری الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ
متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا
اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا
اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف
نے کہا ہے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف
ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ
فسخ نہین ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد
ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین
وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت مین وقف
میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رأیتہ فی عدۃ
نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر
وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسی طرح مین نے دیکھا ہے
فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اس مین لفظ
مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اسی فتاوے مین یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے
اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف
یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان
لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجائے تو استحسان مین
اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیرون کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ
مین ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے
تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد لنفسہ فقط

وبقيت في حصة الحي اور دو مستاجرون یا دو موجرون میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہو جاتا ہے فقط اُس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ واسطے مستاجر یا موجر کے حصہ میں

فروع مسئلہ لطیفہ مشایخ کالی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح ینبغی للمتولی ان یذہب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یبعث وکیلہ او رسولہ اجیرا لمالک الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید سے تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اُسکا تخلیہ صحیح نہیں بنا بر قول صحیح کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گانون میں جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت احدے اُسکے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیام رسان کو اُس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمین مستاجر گانون کی طرف جاوے اور اُس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی ثانی زواہر الجواہر ہم ذخیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار اُسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذر سکے جسمین وہان جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر

٥٠ اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی الطحاوی مسائل شتی چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائدا ی نقایا اصول قصب مدفی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین ہم قصب یعنی بانس اور نرکل بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھونٹھیون کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی وشلہ ارض

بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقہ فی مکانہ بنفس الوضع لا بانتقالہ الریح علیہ ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو قافلون اور بھاری اسبابون کے اُتارنے کے واسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی مکان میں بھیر رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اُڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا ہی کہا ہے ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے فاحترق شیئ من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھونٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوائین زور سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین میں ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ اما سے ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا تلفت بذلک الموضوع شیئ سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسی طرح جس موضع میں کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاوے خواہ چیز تلف ہوا اس حال میں
کہ شے موضوع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع
حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شئ وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا عن زال کوضع جمرۃ فی الطریق ثم اخرجہا فی تعد عن جمرہا فاناسر یا ضمن کل جزء صار
ان زال بغیر ل کریح ونحوہ لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جبکہ رہنے والے کا اس
مکان میں رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع
اپنے مکان میں ہے اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ میں پھر
دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا اوس پر رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دیگے
اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلوں میں
چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شئ ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے
قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ میں سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے
سے ہم اسواسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اس
موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مرور خانیہ میں مذکور نہیں اسمیں حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب
خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج
السیل الحجر وبہ یفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہاں سے ہوا اڑا لیجاوے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی
تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و
احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان میں پھر اُس پر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری
نکل گئی اور اُسنے کوئی چیز جلادی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اُس پر ہتوڑا نہیں مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہیں
کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر التسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر
بکثرت سینچی کہ زمین اُسکو تھام سکی سو پانی اُبلکر اسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کردیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ مباشر ہے فساد کا نہ سبب انکر اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار
صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع ہذا بوجاہتہ یتقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا
کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہوں یا دونوں رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی
کے ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی
وجاہت اور رو داری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی
مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورؤیتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاء والغطاء جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تاکہ اُس پر محمل لادا جاوے اور دو
سوار اُسپر سوار ہوں مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اجارہ

جواز کرایہ بار برداری وعدم تعیین جانور
وار تیب تعالی وجھ ... بر دارت

جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامل ہین مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوسپر
سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا ایکر سو شکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گیہون
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادلا دیگا
جسقدر لوگ لادلاتے ہین تو یہ اجارہ قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجہ کے فاسد ہے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج
جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہوجاتی
ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیہ ولو تکاری ابلا الی مکۃ بلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز والمحمل المعقود علیہ
حلافی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ بمحل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور والوالجیہ
مین ہے اور اگر چند یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجہ اٹھانے
کے آلات ہین اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہے مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جملا لیحمل مقدار من الزاد فاکل
منہ رد عوض ما اکل من زاد و نحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ مین سے کچھ کھا لیا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاسکے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت مین کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بہ ای بملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی
تصریح کردی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل فقال الاعلی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما
اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور
نہین تو نکلجا پھر رہنے والے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
یعنی اسنے معین کی تھی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان کان اصم نعم والا لا فظاہرہ باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہو تو ان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المؤجر بعد قبضہ قبل وقبلہ من غیر مؤجرہ واما
مؤجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث یفتی للزوم تملیک الملک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین
اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی مؤجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتویٰ
ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اسکے قائم مقام ہے کذا فی الطحطاوی ولا تبطل الا ولی

بالاجارۃ تو للمالک التصحیح لا وہبانیہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کہا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا
ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے کہ
اور یہی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن الجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثم ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید ان قبضہ منہ بعد ما استاجرہ یبطلہ
والا فلیکن التوفیق فتامل اور حاشیہ بحر الرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے
سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے
اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہوگیا
اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرے یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض چیز پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض چیز پر محمول ہے جیسا میں ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہیں کیا
تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کہا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز
موجر کے قبض میں ہے اسمیں اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں مبسوط سے مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل
العین المؤجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ویرجع الوکیل بالاجر علی الآمر لنیابتہ عنہ فی
القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور
وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور
وکیل اجر پھیرلے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے میں تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا اسلیے
وکیل موکل سے اجرت پھیر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر
وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے
پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جبتک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہوئی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکیگا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے طلب منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی
قضاء الوہبانیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی

البزازیہ اور یہی بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا میں ہے و فی الصیرفیۃ حکم و طلب اجرۃ الکاتب شہادۃ جاز و کذا المفتی لو فی البلد غیرہ و
قیل مطلقا لان کتابۃ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی
حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقاً طلب اجرت تحریر شہادت
پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر ورنہ الا یہاں تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاہد میں اور وہ مسئلہ کچھ جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
وفیما استاجر لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص سے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اُ
اسواسطے جادو کے سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہوگئی
تو معلوم ہوگیا اسقدر سطور کی اسمیں گنجایش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات سے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہرا خط سے
مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ
مکتوب نسخ انقرویہ میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ
لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی المالک للعین مستاجر مدعا علیہ
نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک عین نہیں ہم مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے وفی الشرط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر
ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اسمیں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں فسخ الاجارۃ وفسخہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی
مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جبکہ ہر ایک مذکور سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم
ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافا للاستقبال کل
من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین وقد مر فی
متفرقات البیوع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شی کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل سے زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو بڑھا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا والعین فی ید المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہان تک کہ عوض کا مال پھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم مالم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل وکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان الاجر والمدۃ صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے اخطا الکاتب فی البعض ان الخطاء فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمۃ کاتب چوک کیا بعض سطور مین اگر خطا ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسپر چھوڑ دے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور مرو شنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ دے اسکے حساب کے موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی باجر اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب درہم یا دینار مین ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا والبیری ۱۲ دلنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر کہا فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے ہوا اسکو بتائی تو بتانے والے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے دلنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ اذا عین الموضع جو شخص

مجھکو فلانی چیز بتادے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو یہ باطل ہی اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہین مگر جبکہ موضع دلالت معین کرے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہی اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یون نقل کیا ہی کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتادے تو اجرت باطل ہی اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہین ہی جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھکو فلانی چیز بتادے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہی تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہی جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہی عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم و خصوص برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہی نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ ذکی میں عبارت بزازیہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی استاجرہ لیحفر حوضا عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل مین الاشباہ اجارہ لیا دہ دردہ حوض کے کھودنیکا اور اُسکا عمق بیان کردیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوتے اور پچیس چوتھائی ہی سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ احکام مین ضرب معتبر ہی نہ مثل طلاق کے ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار الطریق للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہی کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کیا ہو مین کہتا ہون اشباہ مین ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور یہی مختار ہی کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہی کہ جب طریق ایک شخص کی ملک مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من دلنا علی کذا فلہ کذا فہو باطل لان الاجر غیر متعین بدلالتہ اور اختیار مین ہی مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجھکو فلانی چیز بتادے اُسکا اتنا اجر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ اجر متعین ہوجاتا ہی اُسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہی اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ مراد یہ ہی کہ اس کلام کا مخاطب معین ہی اور اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اجرت مسمی مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ وارہی لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض کذا فی المحیط اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہی کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہی ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہی تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہی اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان ایدعدم لزومہا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہی اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہی وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو ینتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسے دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زمین کا بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہی ہم مختارات النوازل مین ہی کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

[illegible]

مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وفی الوہبانیۃ ومن فی
الکلام فی الحمام لیس بالبازی قولان والبناء کام القری اذ نصہا لیس تؤجر + اور وہبانیہ میں ہے اور مکے اور بازکے اجارہ میں اختلاف ہے یعنی کہ مکہ معظمہ کی
عمارت میں اختلاف ہے اسواسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا مکے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے
اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا لتاجر + لیقلبہ لوراح لیس تکسیرا اور اگر دلال نے
وہ کپڑا جسکو بیع کے واسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ومن قال قصدی ان اسافر فافسخ + فحلفہ او
فاسال رفقاء لیہ کرداد اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کر تو اسکو قسم دے یا اسکے رفیقوں سے سوال کر یا وہ
بیان کردین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہیں کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا
ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہیں اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر فسخ ثابت
ہوگا وینفسخ من ترک التجارۃ وما اکری + ولو کان فی بعض الطریق وموجب + لہ فسخہا لو مات منہا معین + وطلق ابقوہ وبالفقد بیرکرہ + اور ترک تجارت
سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹون کے اجارہ
مین ایک اونٹ مرجاوے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین بہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ضعف
کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہیں ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ
فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص
اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ اجارہ خود بخود
فسخ ہوجاتا ہے تعیین کی صورت سے کذا فی الطحطاوی وایجارہ ذی سقم من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذاک اکثر اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے
جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اسکی اجر معین سے زیادہ ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہمگی مال مثلا پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور
اسپر دیون ہین اور اسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیئے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف
جائز نہیں جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہے اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہیں
رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن بات مدیونا واجر عقارہ + فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مرگیا اور اس نے
اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اسکے
ارباب دیون اس میں یعنی ذخیرہ میں اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبۃ للاجارۃ ان فی کل منہا تملیک الرقبۃ لشخص ومنفعۃ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہے کہ دونو
مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اسکی غیر شخص کو یعنی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ موجر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ
من الکتب لغۃ تجمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو
کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا
اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کاتبہ مکاتبۃ سے اور مولی مکاتب ہے بکسر تا اور اصل اسکی کتب سے

ہوا اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے ہے کتیبہ یعنی ایک مجتمعہ لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اسی سے
ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت و مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اس میں ملانا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کے
ساتھ یا اسواسطے کہ اسمیں قسطیں بار بار جمع ہوتی ہیں یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھدیتے ہیں اور یہی وجہ ظاہر تر ہے اور معنی وے شرعا
تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مآلا یعنی عند اداء البدل حتی اذا ادی حالا عتق حالا اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد
کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے
فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فورا آزاد ہو جائیگا یعنی جبکہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے
تو آزاد ہو جاویگا تو بحکم اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے
ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمیں مولی کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی گردن آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور
حر دونوں سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزادوں کی طرح تصرف
کرتا ہے اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بما یودی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا
جو لفظ کہ موصل معنی کتابت ہو مثلا مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے
اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یوں کہے کہ مجھکو ہزار درم ہر مہینے میں سو درم کرکے ادا کر اور تو
آزاد ہے ایجاب وقبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور بلفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب
عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوم القدر والجنس وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے
اس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رقیت کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت
فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر ولا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح
ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور موجل میں فرق یہ ہے کہ موجل وہ ہے کہ تمام مال کی ایک
مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جسکی کئی مدتیں ہوں مثلا ہزار درم کی دس قسطیں ہیں ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا
آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادائے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال
ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر
کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز
ہو کاتب قنہ ولو ابن صغیر ایعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تودیہ نجوما
اولہا کذا واخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن قبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام
کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی کئی
قسطیں مقرر ہو گئی ہوں چند مہینوں پر یا مولی نے یوں کہا کہ میں نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر
قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب

ہوجائیگا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالی کے اس فعل کے کہ فکاتبوهم یعنی غلامون کو مکاتب کرو هم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور رجال نقد اور
سو جل اور منجم سب کو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنابر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا
مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانون کو غلام ضرر نہ پہونچاوے
آزاد ہونیکے بعد ہم یعنی یہ جو قرآن شریف مین وارد ہے کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانون کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہین تاکہ غلام کا
حق عتق باطل نہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد
المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عقر یعنی قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہے اور
لونڈی مین اسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا یا مولی
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاحد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہوگیا ہان یہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ ہونے
کا حق ہے سو اسکو اسکے اسقاط مین اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونون ذمی ہون تو کتابت
مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین فرق یہ ہے کہ فاسدہ مین مولی کو اختیار ہے کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونون مین بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت مین قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہین او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے
نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ مین نقود متعین نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی
قیمتہ بالغۃ ما بلغت ای قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب اندر
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ثم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل رفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی واعلم انہ متی سمی مالا وفسدت
الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے جیسا کہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط ای لا نوعہ
وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب (کتابۃ
کافر اشتملت علی خمر لمالیتہ عندہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا ساکافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
والظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جاے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولی
والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا لتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہرا مثلا للمولی او لغیرہ اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وعلی حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر لما مر من رفع النزاع بحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاے کہ نزاع کو رفع کردے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف
غلام کو ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادی کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہر مطلب عقد مین شرط ہونا چاہئے چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہر کہ مبادلہ ہر مال کا مال سے انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہی شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعل

وہ باب ہی بیچ بیان ان افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہی اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء ولو بمحاباة یسیرة مکاتب کو خرید و فروخت جائز ہی اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہی کہ ایک معاملہ مین کاہے نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہی اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطے کہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا بھی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ نکاح سے مہر و نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہی بلکہ اس زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہی اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد والا بان ادا قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین مولی کا ضرر بھی ہی کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبة ولو بعوض لا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہی اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہی مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہی ہم ذخیرہ مین ہی ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہی اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہی ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہی مطلقا اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہی ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہی غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقة اعتاق علی المال ہی و تزویج عبدہ لنقصہ بالمہر والنفقة اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اُس صغیر کے غلام مین جو اُنکی پرورش مین ہی مکاتب کے مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق عبد اور عبد کو اُسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین بخلاف مضارب ومأذون وشریک ولو مفاوضة علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارة بخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ اُنکا تصرف تجارت مین مخصوص ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہی ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب علیہ تبعا لہ والمراد قرابة الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی اور قرابت سواے اُسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اور اسنے بدل کتابت سے تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا سے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لایکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا کہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا لولدہا ولکن لاتدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اُسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہی لیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ام ولد کے تابع ہی یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اُسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ ام ولد کو اُسکے ولد نے آزاد کردیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہا لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اُسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک نہین ہوا
تو مکاتب کو جائز ہی کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اُسکے شوہر کو اُسکی وطی بملک نکاح جائز ہی غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم تثبت
من جہتہا مگر اتنا فرق ہی کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقاً جائز ہی اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا
بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقاً سے ظاہر یہ ہوا
ہو کہ بیع شوہر کی جائز ہی اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اُسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہی بخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ دخل فی
کتابتہ کما لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اُسکی لونڈی سے پھر اُسنے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے علم بعضون نے اعتراض کیا ہی کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ نسب حلت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہی حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہی یعنی فرزند کسب پدر ہی تو فرزند کی کمائی کسب کا کسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کردیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اُسکی کمائی اور اُسکی قیمت اگر اُسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہی نہ اُسکے شوہر کی اسواسطے کہ مان کی تبعیت غالب تر ہی باپ کی تبعیت سے وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات
شرعیہ جو مان مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ فنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اُس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اُسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہی لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہی
امام محمد کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اُسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن اُنکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہی صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے اور وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم
ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم ہووے نہ مکاتب
پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر و نفقہ کا
اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی منح مضمرا و لو اشتری
المکاتب امة شراء فاسدا فوطئها ثم ردها للفساد لشرائها او شراها صحیحا فاستحقت وجب علیه العقر فی حالة الکتابة قبل عتقه لدخوله فی کتابته
لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے
یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق مالک غیر نکلی تو مکاتب پر عشر قیمت لے واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب
داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی
اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل
نہیں کذا فی الطحطاوی منح مضمرا و لو وطئها بنکاح بلا اذن اخذ به بالعقر منذ عتق ای بعد عتقه لعدم دخوله کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو سے قربت
کی اور وہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ
داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں و المأذون کالمکاتب فیهما فی الفصلین
اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں و اذا ولدت مکاتبة من
سیدها فلها الخیار ان شاءت مضت علی کتابتها و اخذت العقر منه او ان شاءت عجزت نفسها و هی ام ولده و ثبت النسب بلا تصدیقها لانه ملکه رقبة
اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے
اپنی ذات کو عاجز کرلے یعنی واسطے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت
ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے مالک نہیں و لو کاتب شخص ام ولده او مدبره صح و عتقت ام الولد
مجانا بموته بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد
کے بلا ادائے بدل کتابت و سعی المدبر فی ثلثی قیمته ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیده فقیرا لم یترک غیره اور سعی کرے مدبر خواہ اپنی قیمت کے
دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے بطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوا اس مدبر کے و لو
دبر مکاتبه صح فان عجز بقی مدبرا و الا سعی فی ثلثی قیمته ان شاء او فی ثلثی البدل بموته ای المولی معسرا لم یترک غیره اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا
تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں
اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے و ان کان
مات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر و سقط عنه بدل الکتابة کما لو اعتق المولی مکاتبه فانه یعتق مجانا لقیام ملکه اور اگر مولی اسطرح
مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو
آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبه علی الف مؤجل فصالحه علی نصفه حالا صح استحسانا ہونے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدتی
والے پر پھر مکاتب سے صلح کرلی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے ولفظین کے نزدیک مریض کاتب عبده علی الفین الی

مسئلہ فات المریض وقال ان قیمتہ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور درصورت القیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کرکے پھر بیمار مرگیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں اور مولی کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سوائے
اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کرسکے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی و ان کاتب علی الف الی سنۃ وقال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ
حالا وسقط الباقی اور درصورت اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتعتبر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کرکے اور
حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے
ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ بعض ثلث
میں جاری ہوگی حر قال المولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا ثم
قبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی عتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس بضرر ولا یرجع الحر
علی العبد لانہ تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجھ کو ہزار درہم ادا
کردوں تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درہم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اسنے ہزار درہم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درہم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے سعدی قولہ قبل المولے
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین میں قبل الرجل واقع ہوا اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار
مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچی یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہوجائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اسپر لازم ہوجاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصالۃ صحیح ہوا اور غائب
غلام میں تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونوں غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اسکے حصہ کے مطالبہ نہ کرسکیگا اور مالک اسپر مجبور کیا
ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو مجبوراً قبول کرنا ہوگا ولا یطالب
العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ نہ ہوگا اسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اسنے عقد کتابت قبول
نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لنفاذ العقد بدونہ اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہیں ہے قبول اور عدم قبول غائب کا اسواسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوگی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اُسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین تصداً داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہین لیکن بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ کسی مطالبہ بدل کا نہین لو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قناً اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرا الحاضر او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اُسکو ہبہ کردیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے منت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی ومحمد ان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحساناً الا مرادر اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اُسکی ذات سے اور اُسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃ لونڈی کی طرف سے اور تبعاً اُسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی منہم لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی آخرہ امر اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی این ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اُنکے حصہ کے اُسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا اُنکی مان سے کرے نہ اُنسے اور اگر مولی اُنکو آزاد کرے تو اُنکی مان پر سے اُنکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اُنکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اُنکی مان کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بھی آزاد ہوگی اور اُسکے ساتھ اُسکی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ متفرقہ شایع کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ و فی بقیۃ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر

اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہے دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اُسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اُنکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اُسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اُسکو فسخ مین اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اُسکا حق منقطع ہوجاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا بدل وہ مکاتبہ کو منع کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

باب کتابۃ العبد المشترک

تنقیض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاویگا ہم نے ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ضمان مذکور تا قبض پر ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباھا فوطیھا احدھما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیھا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی صحت دعوتھما لقیام ملکہ
ظاہرا فالھا ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اُسکو مکاتبہ کیا سو اُسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اُسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اُس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اُسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے
بنابر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اُسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اُسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وتبین انھا فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادا سے بدل کتابت سے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یوں ٹھہرایا جاویگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اُس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے یہ جواب ہے
اُس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتھا ونصف عقرھا اور شریک
اول اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرھا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وھو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اُسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اُسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی ملک جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اُسکی ملک اُسمیں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اُس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصھا بمنافعھا فاذا عجزت تردہ للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادا بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیرے وان دبرالثانی ولم یطاھا والمسئلۃ بحالھا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اُس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اُس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اُسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادا بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اُسمیں ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتھا ونصف عقرھا والولد للاول وھی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اُسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اُسی کی ام ولد ہے وان کاتباھا فحررھا احدھما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتھا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنیوالا اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیھا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عندہ الاعتاق بہا
اور تاوان دینے والا شریک اُسکو مکاتبہ سے پھر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہی ایک نے اُسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہی یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرا وے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اُسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہوگیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اُسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اُسکو ملیگا چنانچہ اُسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اُسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اُسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینے مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کے واسطے وللمکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ لفسخہا اور اُسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اُسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہوا ور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال کفی بالبدل لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اُسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل کتابت اُسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اُسکے آزاد ہون اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اُسکے وارث ہون ویحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اُسکی آزادی کا اُسکے اجزاے حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اُسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اُسکی کتابت کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ اُنکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خریدا کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ اُنکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اُسکی کتابت مین کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اُسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اُسکے مال کے وارث ہونگے اور اُنہین سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المسقطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نچھوڑ گیا اور ایک اُسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین کوشش کرے بموجب اُسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وبعتقہ تبعا پھر جب اُسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اُس کے

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا
اور والی حالہ رقیقا وسویا بیہما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو
فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جائے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ
اُسکا باپ اور صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خریدا ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی موجب اقساط کے
بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کما ماتہ وقالا ان ادیاحالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ پھر
موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے ورنہ نہین تو آزاد نہ ہونگے
ھم شرح مجمع اور شرح ملا لیہ مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادا بدل کتابت مین موجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لو تحرا
عن ابن حرکا مرمکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادا ہے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہوکر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا یرثہ لو کان ہوای المکاتب
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابتہ واحدۃ لصیرورتھا کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا
بالغ بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا ہے بخوف کے
مخالف ہے حیث قال او کوتبا معا وابنہ صغیرا او کبیرا مرۃ کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ شاید کوئی توہم کرے کہ
بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یفی بہ فجنی الولد فقضی بہ ای بالدیۃ علی
عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے موجب جنایت اُسکی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادا سے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ کے یعنی
حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ام حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہین کر سکتی ہے اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لا تیانی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید ہے اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادا سے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالعجز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہم یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بعد دین اسکے یعنی اگر کتابت باقی

ہو کہ بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہر گیا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہی بعض صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مرجائے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب مذکور آزاد ہو مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہی تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحاوی مختصراً وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفہ للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل الملک وھو الحلیۃ حدیث بریرۃ ھی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولی کو حلال ہی اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہی کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی ہم یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہی تو گویا وہ اور چیز ہوگئی اور آپکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی یہ اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی وفاری ہدایہ نے کہا بلکہ وہ صدقہ تھیں کذا فی الطحاوی کما فی وارث فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہی لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن السبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ وھی فی یدہ ای الزکوۃ اور جیسا کہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہونچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہی تو وہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کالفقیر استغنی وھی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہی تو زکوۃ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ غنی پر ابتدا سے اخذ زکوۃ حرام ہی کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونون مسئلون مین تبدل ملک علت کی علت ہی اور پچھلے دو مسئلون مین تبدل حال علت ہی بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کردیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہین ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہی مبیح کی ملک پر فان جنی عبد فکاتبہ سیدہ جاہلا بالجنایۃ ثم عجز فانہ یدفع او یفدی لان هذا حکم الجنایۃ فلم ینقض به ... المولی فی دفع العبد او فدیہ لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہی وان قضی به علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اسپر حالت کتابت مین پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمین اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الکفایہ عن النہایہ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اسکے کسب مین اور لازم ہوتا ہی اسپر جو کمتر ہی قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہی دیت سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہی قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ وان بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتین اسپر لازم ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار

(حاشیہ) ... ایک مکاتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنا
جنایت خطا کا اقرار کیا تو اُسپر قیمت لازم ہوگی اُسکے کسب میں بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر
قاضی کا حکم اسپر نہوا ہو یہان تک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیۃ ثم یعنی در حق مولی جنایت باطل ہوا اور اسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر
وامومیۃ الولد و کاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مر گیا تو کتابت فسخ نہیں ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسا کہ دین کی میعاد
باطل نہیں ہوتی جبکہ طالب دین مر جاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے
بعد اسکے وارثون کو اسکی قسطون کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاوے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب ٹوٹنے اسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مر جاوے تو مدت باطل ہوگی
اس واسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ میں مدت نہیں کذا فی الرحمتی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یؤجل الا من الثلث
پہنچے آدمی کو مال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہے جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اسنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اسکا تنہا
ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ
ای کل الورثۃ فی مجلس او اعتق مجانا استحسانا و کل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد
ہو جائیگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراء قرار دیا جاویگا بطریق اقتضاء کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہوا اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اس واسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا
وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابراء قرار دیا گیا بدل کتابت سے اس واسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف
کر دینا ہو گیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحطاوی فان حرر بعضہم فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا
تو اسکا عتق نافذ نہوگا بر مذہب صحیح اس واسطے کہ وارث اسکا مالک نہیں ہے ثم ان عجز بعد موت المولی اعاد رقیقا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادا بدل کتابت سے بعد موت
مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام ملک تھا قبل کتابت کے ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا تحل لہ ان یطأہا حتی
تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہیں تا وقتیکہ
کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو
دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تا وقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہیں اور مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام
ساعی ہے اس واسطے کہ عدد طلاقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہے تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو
خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہے تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا لہما کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد فعجز المکاتب لا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونون نے غلام کو مکاتب
بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہرا دے تا وقتیکہ دونون مالک جمع نہوں اس واسطے کہ دونون ایک شخص کے مانند ہیں بخلاف وارثون کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایسہ وارث کی طلب سے کذا فی المجتبیٰ وفیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہو چکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیرا گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہم عالمگیریہ میں بیان سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط میں ہی کردائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیریں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقۃ بتاریخ لا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور زائد ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں دو قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت چنانچہ وہ دین استہلاک یا وہ دین جو اسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اسپر ثمن مبیع تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سید ÷ مکاتبہ وفیہ بعد فیہا مخیر میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی کتاب العتاق میں یہ ہے اور غیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہیں اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہے اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت میں مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہیں کرسکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ شعر ولاء لاولاد الزوجین حررا ÷ لمولی ابیہم لیس للام معشر ÷ اولاد زوجین معتقین کی میراث انکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو اسمیں دخل نہیں ہم ہر چند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر لوفی وما ادی فما المیت ÷ من الولد یسعی والحی تحضر ÷ مکاتب مر گیا اور بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا ہے بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو ادا کرے قسط بندی کے موافق ای ان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان سعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ÷

کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام میں ہم کتاب الولا کو مصنف نے کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بالفتح واو وسکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولا اصطلاح میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قریب کا اور حاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جیسا کہ اسکی تعبیر پائی جاسے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات

سو ذلک الذی یعنی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے و لہذا معتق کی طرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولاء کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آیندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولاء کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کردینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولاء نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولاء قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور یہ
تعریض ہے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولاء کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر نادر وجود نہیں وسببہ العتق
علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارثۃ القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولاء کا سبب آزاد ہوجانا ہے مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولاء کا اسلیئے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت والے کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہوجاتی ہے مولے
کی موت کے بعد بدون آزاد کرنیکے اور قرابت والا محرم میراث سے آزاد ہوجاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولاء عتق علی الملک اولی ہے نہ اعتاق
فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولاء اسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولاء کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ خصوصیت بنابر اکثریت کے ہے کہ من
عتق ای حصل لہ عتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ ککتابۃ وتدبیر واستیلاد او بملک قریب فولاؤہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کردینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اس آزاد ہوجانے والے کی ولاء اسکے مالک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کردیا تو اسکی ولاء موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولاء حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ صورت اسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہوکر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونوں کی ولاء مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولاء کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولاء مولی کیواسطے ہوچکا ہے اسواسطے کہ ولاء کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولاء مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولاء مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولاء مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ
افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولاء حق مولے کا ہے اگرچہ
عدم ولاء مولی شرط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن اتت
بولد لاقل من نصف حول مذ عتقت لاینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حال یہ ہے کہ اسکا شوہر
غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اسکا ولاء منتقل نہ ہوگا
اسکی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اسکے

تمام اجزاء پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اُسکا ولاء آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستة اشہر و الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورة کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولاء نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں لڑکے توأم بالضرور ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توأم ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہ ہوگی فان ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاء لمولی الام ایضاً لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اُسکی بھی میراث موالی ام کو ہوا سطے ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر رہا اُسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب وہو الاب قبل موت الولد او بعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد یا بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاویگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکوں کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اُسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اُسکا باپ آزاد ہو گیا تو اُسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ان کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولاء نسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہو گا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولاء ہو چکے تھے اُسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدة بہ یعنی یہ تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتداء اعتاق اُسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدة فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل الموالی الاب ہو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاة اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاة لایکون فی العرب لقوة انسابہم نکح معتقة ولو لعربی فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا اُس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اُسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اُستی معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ اُس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اُسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی اُنکے انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کے مولائے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اسواُسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے ایک مرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو عجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوة ولاء العتاقة حتے اعتبرت فیہ الکفاءة لا فی العجم وولاء الموالاة ہو لائے معتقہ کے واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولائے عتاقہ قوی چیز ہے یہانتک کہ اُسمیں کفارت یعنی ہمسری معتبر ہے نہ عجم اور ولائے موالات میں ہم یعنے لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اُسکو کفارت میں اعتبار کرتے ہیں تو صبیح کا معتق کفو نہیں ہے شریفہ کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے اسواسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفارت اُنہیں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خونبہا دیتے ہیں اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے پھر ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی وہو المعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور ترکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر اُنکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اُسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے
ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر مؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے اسواسطے
کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الذکور تحقیقہ
فی بابہ سو اگر مولی مر گیا پھر اُسکے بعد غلام آزاد مر گیا اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اُسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اُس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اُسکو محقق بیان کرینگے اُسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد
کریں تو انکی ولاء پاوینگی چنانچہ اس حدیث میں یہ صریح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے ہم لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وحکی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی
وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اُسکی اصل صحیح نہیں ہے اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا ہم جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام
سے موکد ہے تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انھوں نے مکاتب کیا
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شیء لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اُسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوا اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اُسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اُسکا مال بیت المال میں رکھا جائیگا ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اُسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاوے کذا
فی الفرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا واذا ملک الذمی عبدا او لو مسلما واعتقہ فولاؤہ لہ لان الولاء کالنسب
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وہذا اصح فسادا لقول بان الولاء ہو المیراث حق الاتضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک
ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اُسکو آزاد کرے تو اُس غلام آزاد کی ولاء ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل
ذمہ ولاء کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اُسکو آزاد کرے تو ذمی
اُسکی میراث نپاویگا اور نہ اُسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولاء حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے
واضح ہوگیا کہ ولاء تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اُسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولاء اور میراث متحد تحقیقۃ
نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاء کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ وارث کی شرط حاصل نہیں یعنی
اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اُسکے بعد مرے تو اُسکو میراث اُسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب
عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق عندہ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں
حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اُسکو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبضہ و

قدرت میں نہ رکھے تو وہ اُسوقت میں آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولاء اُسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اُسکا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آوینگے تو حربی
اُسکا وارث نہ ہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ اُنکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لاولاء لاحد علیہ اور حربی کے
غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولاء اُسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکرسکے ولو دخل
مسلم فی دارالحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلاتخلیۃ اور اگر مسلمان دارالحرب میں گیا سو اُسنے وہان غلام خرید کیا پھر اُسکو زبانی
بلاتخلیہ آزاد کیا یعنی دارالحرب میں تو وہ آزاد ہوجاویگا اور یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دارالحرب میں
آزاد کرے تو اُسکو اُسکی ولاء حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا
اور شرنبلالی میں نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولاء و میراث متحد حقیقۃ نہین واللہ اعلم ولو کان لعبد مسلما فاعتقہ مسلم او
حربی فی دارالاسلام فولاءہ لہ ای للمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اُسکو مسلمان یا حربی دارالاسلام میں آزاد کرے تو اُسکی ولاء اُسکو ملیگی یعنی اُس کے
آزاد کرنیوالے کو فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولاء کا دعوی کیا
اور ہر شخص اُسکے گواہ لایا کہ اسی نے اُسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولاء اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق الولاء آدمی
تنفذ منہ وصایاہ یقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولاء ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اُس کے
دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون
الدباغ ہمسری زوجین ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر
بجہت بے کفائی
کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اُسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الامام اوکانت حرۃ الاصل
یعنے عدم الرق فی اصلہا فلاولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یا یعنی کہ جسکی اصل میں لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اُسکے فرزند پر ولاء نہین ہے اگرچہ اُسکا
باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک
یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اُس شخص
سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل میں مطلقا رقیق نہو کذا فی الدر ردالاب اذا کان کذالک فلو عربیا لاولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ
اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اُسکے ولد پر ولاء نہین مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولاء ہے نہ مان کی قوم کے واسطے ولو عجمیا لاولاء علیہ لقوم الام
ویرثہ معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اُسپر ولاء نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اُسکا عصبہ
برخلاف مذہب ابو یوسف رحم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولاء مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے
اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولاء ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ
عرب سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے در رمین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولاء نہین اور اگر دونون معتق ہون یا اُنکی اصل میں معتق
ہو تو ولاء باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولاء نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو
قوم مادر کے واسطے ولاء ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ہم موالاۃ لغت مین بمعنی متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

فصل فی ولاء الموالاۃ

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں یا ورنہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری جماعت میں گنا جاؤں سو تو میری مدد کیجیو اور میری دیت تو بھر اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہے قبل ازادائے دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے الدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ مجہولا لا مسلما علی یدہ یعنی علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا واقع ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ اور آگے پھر ذکر ہوگا اور اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اسواسطے کہ اس میں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تمام عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانب سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ثم توارث من الجانبین اسطرح اکثر کتابوں میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولاء باطل ہوگی اسواسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخر ارثہ عن ارث ذوی الرحم لضعفہ اور مولاے موالاۃ کی ارث ننہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے ہے اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے تغیر سے وہ لازم نہ ہوگی اور ننہالی رشتہ دار عارض شرعی ہے تو عاقدین انکے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بمحضر من الآخر ان لم یعقل عنہ وعن ولدہ فان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ اس نے اسکو موکد اور مضبوط کردیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاے عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب تبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جنی کہ باپ معلوم نہیں (جنی) تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشائہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حال یہ ہو کہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہے تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اسواسطے کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جسکا باپ معلوم نہیں وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسب غیرہ الیہ فغیر مانع عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہین کذا فی العنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہی کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فی الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہی کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہی کہ اُسکے واسطے ولاے عتاقت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اُسکی طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہی کہ اُسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ھم تو اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہی شرح طحطاوی مین ہی کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اُسکی بیت المال پر ہی اور اُسکی میراث بھی بیت المال لے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہی پھر جب وہ جوان ہو تو اُسکو اختیار ہی جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہی موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہی چنانچہ اُسکو مشرح بیان کیا ہی بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہی مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہی لیکن دونون مین فرق یہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہی موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر وعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ + لہ والوہ بالمثیبۃ یوجر + اور وہبانیہ مین ہی اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہی اور اُسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہی یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہی اگر اللہ تعالی چاہے بلا انقصان ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الٰہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مومن یکون الاجر لھم من غیر ان ینقص من اجرالابن ھم مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جا کذا فی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا اس مسئلہ کی یہ ہی کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور پچھلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شئی یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اُس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اُسکو برا لگتا ہی خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دلمین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اُس سے چاہے اُسکو ناچاری کرنا پڑے ھم فعل اول شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہی

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی ہے صورت مذکور ہے قہستانی مین کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگر یہ امر معلوم ہوتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالیگا یا اسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح
ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا فی الطحطاوی درر غرر مین ہے کہ اکراہ شرعی یہ ہے کہ فعل کروانا بواسطہ اُس تہدید کے جو رضا سے غیر کو
نیست و نابود کر دے نہ اسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہین انتہی حاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتون مین اور
اصل اختیار ثابت ہے سب صورتون مین لیکن بعضی صورت مین اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہی اور تحقیق اسکی شرح وقایہ مین
یون مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلا شبہ کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت
ہے پس وجہ اسکی ملامت ہوا اسواسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے کہ جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہو تو تمام اُس سے جمیع حیوانات کی
پیدایش ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہے اور نیچے مکان کے گرنے اور آگ مین گھسنے سے درزورت مکان تلف ہو تو آگ
باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن بظاہر کام اضطراری ہے جو جبر سے قریب ہے اسلیے تلف جان یا عضو کے وقت اختیار منقطع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اسواسطے کہ انسان اسپر
مخلوق ہے اسلیے وہ سے کہ طبیعت اسپر مجبول ہے باوجود اسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وہو نوعان تام وہو الملجی
بتلف النفس او عضو او بضرب مبرح والا فناقص وہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے
تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے اور ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدائع مین ہے اور شہداء اتقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید ہونیوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہے اور غیر ملجی چنانچہ
ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان پاؤن مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا
او نحوہ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اُس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اُسنے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ مکرہ بادشاہ
ہو یا چور ڈاکو یا مانند اُسکے اور شخص جابر ہو مانند اسکے زوج کے اپنی زوجہ کے حق مین اور غیر محکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون نے کسی
ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروایا تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اُسکا وارث ہے
اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجا اور دوسری شرط خوف ہے
مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور بے اختیار
ٹھہر جاوے ہم اور اگر ظن غالب ہو اسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشیء المکرہ بہ متلفا نفسا
او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دے ہم شرح وقایہ مین ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل یا قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی
ہے اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم کا گاہے حبس ہوتا ہے اور گاہے ضرب اور اکراہ مین مقدار حبس یہ ہے
کہ جس سے غم صحیح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب
مقادیر رائے سے ممتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وہذا ادنی مراتبہ وہو یختلف باختلاف الاشخاص
فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے

اسواسطے کہ اشراف تو ہلکی سے ملکین ہوجاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہو مکرہ بالفتح
کا قبل از اکراہ اس فعل سے جسکے واسطے اسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی وجہ سے نکرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال
کے بیع مین اکراہ غیر ملجی ہوا اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہو فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعین فزانیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر آلات تناسل اور
آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی راے پر موقوف ہے اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی و حبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ ورنہ یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہے مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر قید سے مراد بیڑیان پانون مین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہے
عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک
کہ اسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل او زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا ویضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اسکی تعدی کرنے سے دیکھی انہ لیستر دوان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جاویگا اگرچہ دست بدست چند بار اسکی
بیع ہو گئی ہو و امضی لان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا الصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کردیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اسکا حق ہو گیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا سمجھ دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہین مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب الایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہ ہے کہ مفید ملک ہین امضا سے مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاوین ورنہ مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہوجاتے ہین بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا
تصرف وحینئذ یملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اسپر قبضہ کرلے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہو گی لازم
ہو گی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ
یعنی لزم لما مر ان عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ
ہوا اگر ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہو گی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود
ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ہم یعنی بعد قبض یا تسلیم بیع لازم ہو گی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے تذکرہ کیا اسکی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہین
مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نا رضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے
تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو
صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض یا تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ
منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہو گی بعدم رضا
کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو
عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح مع الہزل یصح ویضمن
الحامل کما سیجی اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک اسکا حامل یعنی اکراہ کرنیوالے
سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہو گی ورد ہ ولم یضمن ان ہلک الثمن
لانہ امانۃ ورد ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اسنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہو گا لکنہ یخالف البیع
الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتون مین یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت
قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور
دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور
بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ مین حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور حق تعالی
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے
وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمین وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ مین بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن
سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہین برخلاف ان دونون ثمن اور مثمن کے بیع فاسد مین کہ امانت نہین ہوتے کذا
فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہیں تو میں تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اُسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤنگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُسنے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہ ہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو ظن غالب ہی کہ بادشاہ اُسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اُسکو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو اپنا قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا ورملتقی اور اُسکی شرح میں ہی اور اگر اکراہ بتہدید قتل ہوا اُسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا ورطہ مہلک خیز تو اُسکو اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی الخصاف امر غیرہ الا ان یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں لیکن جبکہ مامور دلالت حال سے سمجھتا ہو کہ اگر اُسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اُسکو قتل کریگا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُس کو اسطرح ماریگا جس سے اُسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی در فی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہی ہم تہدید زوج اُس صورت میں اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اُسکے کرنے پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اُسنے انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم کہتے ہیں اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس میں اُسپر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ ہی نہ اُسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اُسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو بعقد فاسد کے ہم تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اُسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اُسکے پاس تلف ہوجاوے بدون تعدی کے تو تاوان اُسپر نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں اُسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اُسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز لما مر کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لمصیرورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجاوے گی ہر خریداری کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خریداری کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اُسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کردیا پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلا اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز ہوجاوینگی

طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی مین مفروض ہے اور یہ پہلا مسئلہ مشتری واحد مین
مفروض ہے فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینیوالا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیر لیگا بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے کہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع ناراضمندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہوگیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجی کحبس او ضرب او قید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کا
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ غیر ملجی کے جیسا کہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہین ہوا اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہوجاتے ہین جیسا کہ مخمصہ مین لیکن جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہوا تو ضرورت ثابت
نہوئی کذا فی المنح ثم لا یحد الشرب للشبہۃ ہان یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اسپر حد جاری نہ ہوگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
بملجی بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح صحح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا
صحح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہین اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہوگی
مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم یہ ہے جسمین اقدام فرض ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہانتک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر او شتم
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہی اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری قسم مین امتناع عزیمت ہے اور اقدام مین رخصت نہین کسی حال مین اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد مغایظۃ الکفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے مین
صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہوگیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین وجہ جیسا بیان ہوچکا
کہ تناول محرمات اس حالت مین مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کرنا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جانتا ہو تو گنہگار نہوگا اسسبب سے کہ مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور
اسمین اختلاف بھی علما اور صابر کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام مین مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی مین محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج مین بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہے یا تغیر نہین ہے تو یہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان وری لا یکفر وبانت
امراتہ قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر مین تو کافر نہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم شرع نہ عند اللہ توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الطحطاوی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام کرے

وقت مین نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمۂ کفر اُسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہیں کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یور کفر وبانت امرأتہ دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اُسکے دل مین توریہ خطور ہوا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہرطرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب دل مین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ کہے کہ میرے دل مین توریہ خطور ہوا لیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اُسکی عورت جدا نہ ہوگی استحسان مین اسواسطے کہ جب اسکے دل مین سوا ے اُسکے کچھ خطور نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اُس حالت مین لازم ہے جبکہ اُسکے دل مین توریہ خطور ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے کہ عمار یاسر و خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو سید الشہدا فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کافساد صوم وصلاۃ وقتل صید حرم وکلما ثبت فرضیتہ بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کے مانند ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلاۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہم زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک اُسکے کرنے مین رخصت ہے اور وہ جیسا کہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلاۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہین تو اسمین اصلا اباحت متصور نہین اور سوا ے کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے جیسا کہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاحرام لغیرہما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال اذ التکلم بکلمۃ الکفر لایحل ابدا اور اجراء کلمہ کفر رخص نہین بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہے جیسا کہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اُسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف مال مسلم او ذمی ان نبیا لہ القتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے مین تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہین ایک فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اُس فعل مین مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اُسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اُسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین وہ آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا جیسا کہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہین کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑکے مال پر گرادے اور مال تلف ہوجاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیار اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اُسکے گالی دینے یا اسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اُس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہوا کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال جیسا کہ گالی دینا باپ کو یا مار ڈالنا اور [illegible] کا جلانا اور پانی مین گرا کے ڈبوتا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو مکلفا علیہ ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ اوقتل

عمدًا میں فقط مکرِہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اُس قول کے جو نہایہ میں ہے فقط مکرِہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرَہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے ہم منح الغفار میں ہے کہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضاے اُسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اُس فعل میں جسمیں وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف میں
نہ گناہ میں اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضا اپنی طبیعت کے عمل کرے جیسے تلوار کہ قطع کرنا اسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور جیسے آگ کہ اسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور جیسے پانی کہ اسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں یعنی اکراہ ملجی میں آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما
للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب کے اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اُسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسًا وحکمًا یعنے درحق گناہ تو اُسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس لضیاعہا اور اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں جان کا قتل کرنا ہے اسکے ضائع ہو جانے سے ہم اسواسطے کہ ولد الزنا حکمًا ہالک ہے اسواسطے
کہ اسکا کوئی پالنے والا نہیں ہے و زنا کسی صورت سے مباح نہیں بمنزلہ قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانًا لیکن مامور پر حد نہیں از روے استحسان کے بل یغرم المہر
ولو طائعۃ لانہا لا یستطاع کما فی شرح الوہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے
کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد
کا اُسکے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر الا انہ لا یستقط
الحد فی زنا الا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے
زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اُسکے واسطے شبہ نہوا اسقوط حد کا برخلاف عورت کے قرۃ
مسئلہ ملحقۃ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہا قبیحا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فی شرحہ تعلیل فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہے بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم مصنف کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اُسکی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ ہلاک ولد کا سو دی نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور زنا بہر اطلاق مشتق فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرَہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے
ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان طلق قبل الوطی
اور جس پر اکراہ ہوا وہ آزاد کرنے والے سے غلام کی قیمت لیگا اور نصف مہر مسمی لیگا اکراہ کرنے والے سے اگر اُسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو یعنی عتق
غلام میں قیمت لیگا اکراہ سے اور نصف مہر مسمی بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہ تو وہ لیگا جو [illegible] لازم ہوا کذا فی الدرر [illegible]

ورجعته وایلائه وفیئه فیه ای فی الایلاء بقول لا فعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر کرنے کی اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اُسکا اور رجوع
کرنا اُسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر والمنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہی نہ فعل واسلامه ولو ذمیا کما هو اطلاق کثیر من المشایخ
وما فی الخانیة من التفصیل فقیاس والاستحسان صحته مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی
اطلاق اکثر مشایخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی اُسکو یاد رکھنا چاہیے معلوم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سواے چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اُنمین سے نہین ہی تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبهة کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی بدون اُسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین مین گذر گیا معلوم شبہہ یہ ہی کہ شاید اُسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیله بطلاق وعتاق
وما فی الاشباه من خلافه فقیاس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور ہی سو
قیاس ہی اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے معلوم اشباہ مین ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ
قیاس یہ ہی کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اُسکے وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اُس کے
فساد کا موجب ہی تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع
الهزل یصح مع الاکراه لان ما یصح مع الهزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیه الاکراه وعدها ابو اللیث فی خزانة الفقه ثمانیة عشر وعددناها فی باب الطلاق
نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی
اُسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اُسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین اُنکو فقیہ ابو اللیث نے خزانة الفقه
مین اٹھارہ شمار کیا ہی اور ہمنے باب الطلاق مین اُنکو نظم مین بیس گنا ہی معلوم غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہی فسخ عقد پر تو اکراہ اُسکو قدرت
دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اُسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراه ابراؤه مدیونه او ابراؤه کفیله بنفس
او مال لان الابراء لا یصح مع الهزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مالی ضامن
اسواسطے کہ برات صحیح نہین ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکره الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعة فسکت لا یبطل
شفعته اور اسیطرح اگر شفیع پر اُسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اُسکا باطل نہوگا ولا ردته بلسانه وقلبه مطمئن بالایمان
فلا تبین زوجته لانه لا یکفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قیاس فتامله اور نہ اُسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہی اکراہ سے اور حالانکہ
اُسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اُسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین
اُسکا قول معتبر ہی استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہی نہ استحسان
سو اُسکو تامل کرو معلوم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ زوجہ قضاء چھوٹ جاویگی نہ دیانة اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا یا وجود
اُسکے دل مین مخطور ہونے کے تو دونون طرح سے چھوٹ جاویگی اکره القاضی رجلا لیقر بسرقة او قتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر بذلک فقطعت
یده او قتل علی ما ذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متهما بالسرقة معروفا بها او بالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا
للشبهة خانیة قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاکہ وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدا کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اُسنے

اسکا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جاوے اور اگر مفسد چر اسکے ساتھ متہم ہوا در چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ہم شبہ یہ ہے کہ شاید اُسنے کیا ہو جسکا اُسنے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لایحل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شراب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ ڈال تو وہ اکراہ ہے اگر شراب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو جیسا کہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اُسنے بیچا تو اُسمیں وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعیینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اُسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی سو اُسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنی بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ ادا اسے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہوسکتا ہے کذا فی العالمگیریہ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ بیع فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے دون میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اُسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اُسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اُسنے اپنا مہر معاف کر دیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ہددہا بالطلاق او التزوج علیہا او التسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبتہ بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اُسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اسکو اپنا مہر بخشدے سو اُسنے کچھ مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتا سے حادثہ کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اُسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہد دن کرا دینے اس اقرار پر گواہ کر دے کہ اُسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اُسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین ہم ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر کا بلکہ بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن باخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال مین لینے کا تو اُسپر تاوان نہین جو اُسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے (ای المکرہ) لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور کو پھیر دیگا اُسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اُسپر لازم ہوگا اِلّا تاوان نہ ہوگا یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہی نہ لینے والے پر و اذا اختلفا ای
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ والضمین مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک کہتا ہو کہ اُسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہیں لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مینے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا
فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہی مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ ما دام حاضرا عند المکرہ والالمکل لزوال القدرۃ والالجا
بالبعد منہ وبہذا یتبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی میں ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اسکو
لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہی جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل
ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں
ناحق مال چھین لینے میں حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہی نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت میں اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجھکو پاویگا ہاں اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھر لے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال میں نہ دوسری صورت میں یعنی سیری میں قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست
بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی
الانبیاء کفار حربیوں نے اُس نبی سے کہا جسکو اُنھوں نے گرفتار کیا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہیں اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اِس شخص کو یوں کہے کہ یہ نبی نہیں ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دیں اور
اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہی تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہی بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیا کا بیان
واقعی منظور ہی تو ظاہر ہی اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہی تو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ادفع جاریتک لازنی بہا دفعت لانہ لیس اکراہ فلم تحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ میں اُس سے بدکاری
کروں تو میں تجکو ہزار قیدی مسلمان دونگا تو لونڈی دینا حلال نہیں ہی اسواسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہی چاہے اُنکو
خلاص کرے چاہے مبتلا پر صبر عطا فرماوے اقر بعتق عبدہ مکرہا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول میں
وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہی یا نہیں ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہاں معتبر ہی ہم بیان کرتے ہیں کہ
سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہیں اور حبس اور قید کی تہدید میں
ضمان ہی اور اگر وصی سے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک اُسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہی یتیم کے مال دینے میں اُسپر
تاوان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال شہر وان
ایقل المدیون الی مرافع بتبری فالاکراہ معنی مقرر اور وہبانیہ میں کہا ہی اور اگر مدیون نے کہا اُن سے کہ میں تبرا یعنی ظاہر کرنے والا ہوں حاکم سے

ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا اور شرنبلالی مین ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ اُدھار نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کر دونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اُس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا تجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ درحقیقت اکراہ ہی اور اُسکو جائز ہی کہ پھر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اُس صورت مین ہی جبکہ حاکم ظالم ہو کہ جعلی مُنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شرح وصح فی الاستحسان اسلام مکرہ + ولا قتل ان ارتد بعدہ بل یجبر + اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور اُسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ مشروحاً بیان ہو چکا ہسو جہ مین ہی کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کر دونگا یا تیرے باپ کو حبس کر دونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین بیع جائز ہی اور استحسان مین باطل ہی اور تصرف نذکورنا فذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ اعلم وتمہ فذا انتہا لحکم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام مین ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہی تحریر سے کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کا مالک ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور نیز اس مین حجر رعایت اور شفقت ہی مجبورین پر اور گاہی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور منصبہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولے کے ہی لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی مطلقاً یعنی بار رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطالب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلاثہ حا مہملہ وسکون جیم مذکور ہی وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہی تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُس کے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی جیسا کہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی جیسا کہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہی اسلیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہی طحطاوی کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہی لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو جیسا کہ قبول ہبہ اور اسلام تو اُسمین منع نہیں ہو سکتا ہی کے مانند ہی قلت اشکل علیہ الزیلعی لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللھم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہی بار حسند ایا گیا یون جواب دیا جاوے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہی کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اُس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اُسکو تامل کرلے ہم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین بچا جاوے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہے ماخوذ ہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز کما سیجی فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہی جو شامل ہی قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار کے مانند ہی چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ اپنے نفع وضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین اُنکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہی لیکن چونکہ جو اُسکے پاس ہی وہ مولے

کی ملک ہی تو برعایت حق مولے اُسکا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن و یفیق فحکمہ
کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش مین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اُسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہی کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہی کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہی اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہی اور زیلعی
مین ہی کہ وہ عاقل کے مانند ہی شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ مین کوئی عقد منعقد
کرے تو اُسمین نفاذ عقد کا حکم ہی عاقل کے مانند اور اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اُسمین توقف کا ہی صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول
پر محمول ہی اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہی
برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہی اُنکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہی طلاق غلام کی اور اُسکا اقرار فقط اُسکی ذات کے حق مین نہ اُسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو لغیر مولاہ ولحد
تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اُسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اُسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہی یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود قیم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام
نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن
عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجیئ فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او رد
اور جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہی درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ
عاقد اُسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہی اور شرا املاک مشتری کو کھینچ لاتی ہی تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہی اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد قاضی اور
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہی اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اُسکا باپ منع کرتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وان لم
یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہی کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا درر شیئا متقوما من
مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہ بوجھتے ہون کذا فی الدرر تلف کر ڈالین شی متقوم کو مال ہو وہ شی یا
جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد
ہونے کے ہی جیسا کہ گذر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور یواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما
اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہی کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہی اپنے افعال سے تو اُس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اُسنے
تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اُسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پر تاوان نہین اگر اُسنے تلف کیا وہ مال جو اُسنے قرض لیا اور تلف
کی وہ چیز جو اُسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اُس سے
بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چارون مسئلون کی قید ہی تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہی کہ اگر غیر کا مال بلا استفقت ایداع
یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الاخذ وان ضاع صغیر
یستثنی ہی وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہی چاہے
ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہ قید بھی ہی کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا یحجر علی حر مکلف سفیہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل درر ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی
فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد بیجا صرف مال اور اسکا ضائع کرنا
ہے خلاف مقتضاے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگرچہ امر خیر میں صرف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اسکا
تصرف منع کیا جاتا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے م سفہ لغت میں عبارت ہے حماقت اور خفت عقل سے اور شرع میں
سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہے خلاف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح میں
داخل نہیں حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف کرنا جسکو عقلاے دیندار غرض شمار نہیں کرتے
چنانچہ مغنیین اور لاعبین کو مال دینا اور اڑنے والون کبوترون کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت میں بالصراحت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ لڑکا
رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت میں تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین وغفلۃ
اور حر مکلف محجور التصرف نہو گا گنہگاری اور دین لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک م دین سے وہ دین مراد ہے جو اس کے اموال کے
سے زیادہ ہو و غفلت سے مراد یہ نہیں کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا بھالا آدمی ہے جو تصرفات نفع کا راہ نہ جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی
الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا او تسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک
جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے م زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بے پروا اور بیباک ہو جاے قاضیخان میں ہے کہ مفتی ماجن
وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جاے علاج کرنے سے
طبیب جاہل م طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مرض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور
نہ کرسکتا ہو کذا فی الطحطاوی قاضیخان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگون کو مضر اور مہلک دوا پلاوے اور وہ اسکو نہ سمجھتا اور دوا جانتا ہو و مکاری
مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا امام حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب تین ہیں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور انکے
ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو شخص دبا رکھے غلہ نہ
بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے
چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہیں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو
امام سے مروی ہے کہ انکے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف
اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک ہو تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر
حقیقی مراد نہیں بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین میں فساد ڈالتا
ہے اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ
ہے نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہے جس سے جانور بار برداری خریدے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور
وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق کثیر
کو پہونچتا ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا انہ از باب حجر تو شاقص لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
حجر کیا جاوے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ
کالصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں ہم یعنی اس بیان بالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہوگا
چاہے جاری رکھے چاہے فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات
میں ہے جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہو وہ ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
تصرفات مذکورہ ہی ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ ذلک واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال لا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے محتمل نہیں اور انکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہوجانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے
صحت آوری میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہی کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہے یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات
صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے ان میں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہے کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ الاکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی
والحاصل ان کل ما یستوی فی الہزل والجد ینفذ من المحجور ومالا فلا الا باذن القاضی خانیہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہے وہ محجور
کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ وہ ۲۵
برس کو پہونچے ہم درر میں ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچ
جاتا ہے خزانۃ الاکمل میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اسکو کچھ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزاد کردے پس اگر اسکو مصلح
پاوے تو اسکا مال اسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ
قبلہ ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ہم یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ
کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعدہ
یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اسکا ولی
اسکو مال نہ دے اسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہوجانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جاویگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار
بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جاویگا یہاں تک کہ اسکی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہوجاوے
والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول میں کہ اگر تم
یتیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے ہم صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور صرف نفقہ و تخرچ نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ہم اد اکرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور ماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی ورا ہم دینه من دراہمہ یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیرا اور حاکم اُسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپون سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراہم دینه وبالعکس استحسانا لاتحادہما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچ ڈالے اُدھار کے روپیون کیواسطے اور روپیہ بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لابیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لہما وبہ ای بقولہما یفتی اختیار وصححه فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا دین کیواسطے بیچ ڈالے چنانچہ فتاوی شرح مختار میں ہے اور تصحیح کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل مالا یحتاجه فی الحال اور بیچ ڈالے قول مفتی بہ کے حاکم ہر وہ چیز کہ مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادا دین کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور اوڑھنے کی قالین موسم گرمی مین بیچا جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون التی لزمته ببینة او علم قاضی فیزاحم الغرماء لکمال اُسکے اذ الاحجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہوجانے ان دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ بالغ کو گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہوا اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ ارباب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی اُنکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اُس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو اپنی ذات پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی ثمنه ایک شخص مفلس ہوگیا اور اُسکے پاس وہ متاع ہے جو اُسنے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اُس متاع پر اُسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اُسکا ثمن ادا نہین کیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون کو اُسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اُسکا حقدار ہے تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اُسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی اور نہ اُسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہر گئی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اُسکا ضمان لازم ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتوضیح فان فلس قبل قبضه او بعده ولکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگیا قبل قبض بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اُسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وہو ساقط من الدرر صح جاز اطلاقه قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اُسکو روک دیا پھر اُسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اُسنے اُسکو کھول دیا مطلق افشان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط اور رہ گئی ہے درر اور منح الغفار سے

ربا تصرف المحجور فی مالہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعدہ فکان جائزا لان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر او ردہ فتصرف محجور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل خلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل الحجۃ شارح نے کہ یصح الحجر علی الغائب لکن لا یحجر الا بعلم حتی یصح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے تیرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیہ ھم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے وفوادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء السفہ دبرھنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونوں گواہ لاکے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ھم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہو گیا قاضی نے اسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اسکو خریدا تھا تیری صلاح کی حالت میں اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت میں تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہیں انتہی اور ذخیرہ ناظر میں ہے کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں دفی الوہبانیہ شعر ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ + ومن یدعیہ وقتہ فہو احید اور وہبانیہ میں ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر قبول ہے ھم شارح وہبانیہ نے مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ میں نے جو ہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو در حقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہے کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجازہ وقال لا + تؤدی ثمانا ادا من لعد تخیبر + اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادا سے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادا ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع در حقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے میں بلوغ لغت میں پہنچنے وصول ہے اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اسی کے بیان میں ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہے ھم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہیں بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اسکے علامات سے ہیں والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل لم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یوجد منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ھم موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہما شئی فحتی یتم لکل منہما

بیقیم

خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا یعنی اگر صغیر اور صغیرہ مین ہو دو نو مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ
کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے اور درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک
صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی ایک روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے
اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہوجاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین
ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر
مدت صغیر کے بالغ ہونیکی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے اور شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے
کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال مین
اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر
کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ پھر اگر صغیر اور صغیرہ
قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکرے کا
اصطلاح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط اشتراط ہے انکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونیکے واسطے
وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور
صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا انکے قول پر دلالت نہین
کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین
بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اسکی قسمت
اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد اسنے کہا کہ مین بالغ نہین تو جبکہ
اسنے بلوغ کا اظہار کیا اعتقاد محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اسکا صحیح نہین
اور جسوی مین ہے کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یقبل قول المراہقین بلغنا مع تفسیر کل ما بلغ
بلا یمین اور شرح اشباہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھہ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا
بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اسپر لازم ہے وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ قبل اثنتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا ببینۃ
وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ مین ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے
انتہی کلامہم معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے
لایا کہ اذن سبقت حجر کا مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام یعنی بتلانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور
ہے وشرعا فک الحجر ای الحجر فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور
کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا سے مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقاً مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے فہو اسقاط الحق اور
شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق ہے اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط وھو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر
ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل کرنے اور نائب کرنے
سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اسمین کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس
تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفکہ الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع
اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ
مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت
پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہاں تک کہ مولے اسکو منع کرے ہم اسواسطے کہ
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر وہم لم یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلہا لانہ
فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت
کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی
اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی
استخدام پھر تمکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد
واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت
کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں ہے اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر
کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعیین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا
اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی
ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد راٰہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک
مولاہ لم یجز حتی یاذن بالنطق بزازیہ و درر فی الکتابۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی
اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے حاشیہ سے ہم اذن
جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

ورجح في الشرنبلالية بان ما في المتون والشروح اولى مما في كتب الفتاوى فليحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرح پر کہ جو روایت کہ متون و شروح میں
ہے وہ مقدم اور اولی ہے اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابوں میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تم یہ استدراک بے موقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہوجاتا ہے اُس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ نیا ہے اور درر کے مغائر ہے اسواسطے کہ زیلعی اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی ہے
فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ میں اور اُسکے مابعد میں اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون
ہوگا مابعد میں نہ اُس فعل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی واشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر لیصیر اگر حبشی غلام کو اُسکے مولی نے بلا اسکی کے بیچ
کرتے اور جو چاہا اسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوگیا لا نکاحا ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے [illegible]
ہی فعبد براہ الا فوادکان للمولی فاشبها اشتباہ سکوت مولی کا اذن ہے مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ ولكن لا يكون ماذونا في بيع ذلك
الشيء او شرائه فلا ينفذ على المولى بيع ذلك المتاع لانه يلزم ان يصير ماذونا قبل ان يصير ماذونا وهو باطل لیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اُسکی خرید میں تو مولی پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہوجانے سے پہلے اور یہ باطل ہے
قلت لكن قيد القهستاني مفرا للذخيرة بالبيع دون الشراء من مال مولاه اي فيصح فيه وعليه فيفتقر الى الفرق والله الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اُسمیں تو خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید
ذخیرہ کے بیع اور شراء کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم کہتے ہیں کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولی کے درہم یا دنانیر سے اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام اس عقد میں ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں مبیع داخل
ہوجاتی ہے مولی کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اسمیں زائل ہوجاتی ہے مولی کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ
بیع اور شراء دونوں میں ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فتاوی نے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شراء اسرع نفاذ ہے بیع سے اور شہری
نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولی اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کردے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی وثبت صريحا فلو اذن له
مطلقا بلا قيد صح كل تجارة منه اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم
اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھے اذن دیا سوداگری میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سوداگری میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور
نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قيد فيعمم خلافا للشافعي اور اگر اذن میں قید عام لگاویگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فيبيع ويشتري ولو بغبن فاحش خلافا لهما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شراء غبن فاحش کے
ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کے انکے نزدیک بیع اور شراء بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے ويوكل بهما ويرهن ويرتهن ويعير الثوب والدابة لانه
من عادة التجار اور خرید فروخت میں غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریۃ
دے اسواسطے کہ یہ سوداگروں کی عادت ہے ويصالح عن قصاص وجب على عبده اور مال دیکر صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کے غلام پر
ويبيع من مولاه بمثل القيمة واما باقل فيها فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولی سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہیں ہے اور بیع کم
قیمت سے یعنی اولی جائز ہے ويبيع مولاه منه بمثل القيمة او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولى حبس المبيع بعد
تسليمه من العبد اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا اُسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ويبطل الثمن خلافا لما صححه شارح المجمع لو سلم المبيع

قبل قبضہ لانہ لا یحبسہ لحق عبدہ دین مخرج کما اختی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد ونہر انکا لہ ا الماذون مدیونا والا لم یجز بیعہما بیع نہایہ اور ثمن باطل
ہو گا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کر دے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہر یگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی لو اگر ثمن متاع ہو جیسے کپڑا اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد کے سبب سے اور یہ سبب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہوا اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایہ ہم جب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہو گئی اور در صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے تو خرید و فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل احدامنہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فیما کان من التجارۃ ہو فی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہے علامہ طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون
مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تفتیش اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای
علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی قسم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و ودیعت کی گواہی یا اس کے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا مہر یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہ ہو و
لو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اسکے مولے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولی اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولے سے مطالبہ ہوگا کہ اسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہوگا یعنی عتق
کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیہ اور اگر گواہی
دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہ ہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ مین ہے ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ و مزارعت
کے اور دانہ بیج خریدے جسکو بو دے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے
کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویستاجر ویواجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ
اپنی ذات کا اجارہ ہو وہم ہر چند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کر دی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک
غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین
لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما درر اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا
دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین
کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو انکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہ ہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیونا
وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیہ ویہدی
طعاما یسیرا بالا یعد سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول صلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنہ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اس طرح پر کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہوا اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھلانے کے سوا اور چیز جیسے تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ
ہم ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مع المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا اسوقت اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا بأس للمرأة ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے جیسا کہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ہم یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا عادۃً نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضمندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں ولیضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اُس شخص کی جو اسکو کھانا کھلاتا ہے وتجوز الضیافۃ الیسیرۃ بقدر
مالہ کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے کہ محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کر دے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کر دیتے ہون یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ویحابی ویؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اُسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس میں ہے کہ محابات عبارت ہے عطا سے بلا عوض اور بلا احسان سے
اور محابات عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اُسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ
تقلیل ثمن اور تاجیل ہے اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو بھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ نہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور
سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی
ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اُسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کے واسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخرہ مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولے اسکو جائز رکھے تا آخر شرط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل
مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا اشملہ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
والثانی کغرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا ہاء تنبہ وعقر وجب بوطی مشتراۃ بعد الاستحقاق کل ذلک یتعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک ومہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو خود بھی تجارت
کے قراول کی مثالین جیسا کہ بیع اور شراء اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی معنی تجارت کی مثالین جیسا کہ ودیعت کا تاوان اور غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کرچکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی ہوئی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین مین یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہے او غرم ودیعۃ و غصب وامانۃ وغیرہا جحدہا بدون میم کے سو آگاہ رہنا اسلئے مصنف کی عبارت مین ضمیر تثنیہ کی ہے تو اسکا ذکر فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاء ہ ایضا زیلعی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے
کذا فی الزیلعی یعنی اُس سے کسب کروانا اور اُسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضا بحر من النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اُس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کیواسطے تو اُسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اُسکے مالک کے سامنے یا اُس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب ماذون کہ اُسمین حضور مولی کی حاجت نہین ہے واسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب مین اور اُسکی ذات کی بیع مین اُسکا مولی صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن منقسم ہوگا دین والون مین حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اُس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اُسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب الا یہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین اداے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب عند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اداے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت اُسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قالہ شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتأملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا حق ہے تو مولی کو اُسکا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہوجاے تو مولی کو اُس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کر ولا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولی نے اُس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اُسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا او رماذون سے اُس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب و ثمن سے مطالبہ ہوگا اُسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اُس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اُسکو جانکر خرید نہ کریگا تو بیع اُسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا وَ لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ لوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذ ہا بعد لحوقہ استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اُسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اُس سے زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درہم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اُسکو دس درہم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاتا تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کردے تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند ہوجاوے تو دین والون کا نقصان ہوگا وینحجر بحجرہ ان علم بہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہوجاویگا

[illegible]

مولی سکے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریوں مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو سکے بدون اسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک
علم اکثر اہل سوقہ لانتفاع الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نجانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے مجبور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ
البیع وان علیہ دین لا لعدم الصحۃ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسیکا دین نہو تو وہ محجور ہو گیا خواہ اہل
بازار کو اسکے بکجانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو محجور نہوگا جبتک کہ اسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دفعہم حالۃ ام لا الاذکان بالثمن وفاء وابراء ہ او اہداء واداء
المولی وبما مر فی المہر اجنبیۃ اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اُسکے دیون بالادت کے فی الحال ہون تو ان فسخ انکے
اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین والون نے اسکو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور نہ ابتدا
اسکا سبہ جیسا مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون محجور ہو جاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب مین لجانے سے مرتد ہو کر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اُس کے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نجانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی وتحجیر ایضا باباقہ وان لم یعلم احد بہ کجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہو جاتا ہے اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند جنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلاد ہا بان ولدت منہ فادعاہ
لان حجرہا دلالۃ لا لم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تنحجر بالتدبیر ماذونہ محجور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہا فقط للغرماء لو علیہا دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو وے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اُسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتدا بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ آخرہ صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا
لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا اقرار نکورہ صحیح نہین ج احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ ولو
کا دین محیط ہو گیا اسکے مال اور اسکی ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہوگا ہم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک
ہوتا ہے اسکا خلیفہ ہو کر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اسمین خلیفہ نہوگا او

وہ مال اُسکی ملک مین داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یعتق وعلیہ قیمتہ موسرا ولو معسرا فلھم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی
المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اُسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے
مال کا مالک ہے تو اُسکے آزاد کرنے سے اُسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اُسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو
ماذون کے دین والون کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لین پھر غلام آزاد مولی سے پھر لے کذا صحح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من الکسب
لم یعتق ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اُسکا محرم آزاد
ہو جاتا مجتبی وخیر بہ کہ ہم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو تلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن قیمتہ ولو لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی تلف کرڈالے اُسکو جو ماذون کے قبضہ مین غلام ہے تو مولی پر تاوان
لازم ہوگا اور اگر مولی اُسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا اتفاقا
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کردینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت مین اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کے کسب مین استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء
الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والون کو کمتر اُسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ اُنکا حق نہیں مگر دین مین اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ اُنکا دین متعلق ہے اُسکی ذات سے اور ذات کو
اسکی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء وا اتبعوا العبد بکل دیونھم وباتباعہم احدہما لا یبرأ الآخر فہما کالکفیل مع المکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہین تو غلام آزاد کا پیچھا کرین اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد مین ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے
اور اُسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ
کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہوجاتا وطولب بما بقی من دینہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اُنکا دین باقی رہ گیا اُسکا مطالبہ
ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہوجانے دین کے اُس کے ذمہ پر مطالبہ اُسوقت ہوگا جبکہ اُسکی قیمت ادا سے دین کیواسطے کفایت نہ
کریگی وصح تدبیرہ ولا تحجر وتخییر الغرماء لتعذر الانتقال الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا
اور دین والون کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون مین اسلئے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر مین اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا
اُسکا پھرنا درست نہین کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لین تو وہ غلام سے مطالبہ نہین کرسکتے اُسکے آزاد ہونے
تک اور وہ ماذون برقرار رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرادین تو اُسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لین اور وہ بطور سابق ماذون برقرار رہیگا کذا فی
الطحطاوی وفی الہدایہ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ مین ہے اور اگر ماذون
مدبر یا ام ولد ہو تو اُنکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والون کا حق اُنکی گردن سے متعلق نہین ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین
مین بیچے نہین جاسکتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور اُنپر لوگون کا دین لازم ہو پھر اُنکو مولی آزاد کردے تو مولی پر تاوان قیمت لازم
نہ ہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ ایضا اور اگر ماذون کو مولی نے دین والون کے اذن سے آزاد کردیا تو اُنکو اُسکے مالک سے تاوان
لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وعلیہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا

قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دینون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اسکو غائب
کر ڈالا قدروا دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہون تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع البائع بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے کہ ہم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی الخ وان رد بعد القبض بلا قضاء
فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون
کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاء کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اسکا استرداد
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل
من دینہم شئی رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لین اسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا المشتری یہ عطف ہے علی البائع ای اختاروا ضمنوا المشتری ثم یرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عیب کے
مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا المشتری یہ بائع پر عطف ہے کذا فی الطحطاوی کے
کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہو او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرین گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا لما یجئی لتحقق الخصومۃ وسقوط خیار المشتری لا
الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہو اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والون کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی
فاما ان یدفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین
حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اسوقت
ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہوا اور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہے تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اگرچہ حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہو گیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا اوبینۃ خلافا لابی یوسف ولو مقرا
فخصم لما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو تقابلہ بان غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہو اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون ویثبت لہ کل شیء من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اسوقت میں اسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی ھم یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ درر وشرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یباع لدینہ اذا لم یف کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن او اثبتہ الغریم بالبینۃ ولیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اسکا کسب ادا سے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو
سمجھتا بوجھتا ہے اسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ ان
تصرفوں کا صغیر اور معتوہ کے اذن دیا ہو ھم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہے چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ھم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجاے حتی لو
بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ھم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نرہیگا اور مخصوص بزمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو انکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجاے اذن ہوگا وغیر
ذلک من احکام الماذون وشرط لصحۃ الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک
کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ اور صغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ ای الصحیح وان علا
ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا
سر دادا پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولی ہم قہستانی اور
زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم
القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی اُنمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا
اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین
دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر یہ نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال
مین ہی بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور مان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا
فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ
یا دونون کے غلام مین یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق ذکر
ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی ابی ای امتنع الولی من الاذن عند طلب
ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام
کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو
قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہ ترکیب مصنف کی مخل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا
باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو
قاضی کا اذن جائز ہی اگر قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر
کا باپ زندہ ہی اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور
وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا
یحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا بحجر قاضی آخر فقیر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے
تو قاضی کا اذن اسکے واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع
نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فرع مع مسائل ملحقۃ شارح کے لو اقرا بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر
کالماذون ورد اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہی بموجب
ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی
تو یہ اقرار صحیح ہی اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال
بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے
سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی
اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت

کہ وہم اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہے اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اسیطرح صغیر مین دونون روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہین غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اُس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون او غصب کی گواہی دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہین ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی + ابوہ صحیح الاذن منہ فقیحر + اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اُسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ + وتحلیفہ نفیا بحیث ینکر + اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کرڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اُسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون نے قبض ودیعت یا تجارت مین یا اسکا تب ہوا اور ودیعت تلف کرڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہوا اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف مین اختلاف ہے کتاب الاقرار مین مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد الببر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + یجوزہ المولی لما تغیر + لتوقف تصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر مجبور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اُسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر نافذ نہین بسبب موقوف ہونے تصرف مجبور کے اجازت پر ہم خواہ مجبور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہ فالعبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہ لم یصح اجازۃ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نرکھا بلکہ مجبور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اُسکو آزاد کردیا سو اُسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہین قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا ابو حجبا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع ابتداء انتہاء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہے وہ ضرر ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن صحیح نہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض اُسپر ہے جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اُس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام مین ہو لغۃ اخذ الشئی مالا وغیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت مین عبارت ہے چیز کے لینے سے بطور زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحودہ لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہے قبض محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا ہم قبضہ مودع بالفتح کالعینۃ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کردینا اور ناحق قبضہ کرلینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا مین گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اُسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اُسمین اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا لہ ورد اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زوائد منفصلہ مین ہو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو
اُسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ و حر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین ہو اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح شرعا
قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین
مباح الانتفاع نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے مال حربی کا مال مین اسواسطے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق
بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمدؒ کے ثم غیرہ وقف مین شیخین کا
قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ و العاریۃ فانہ لو تلف مضمون الا اذا اتلف مع انہ لیس بمملوک
اصلاح صح فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن لما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اُسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے
یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہر چند ازالہ مختصر ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا
غصب داخل مین اور یہ معلوم کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ مملوک کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر
مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے جیسا کہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا
اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ و فیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ
قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب
مین منافی نہین ہے سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے جیسا کہ بیع الفضولی غصب ہے اور اور اُسکا
کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور مجھکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا کہ اسکی سبیل مخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام
العبد و تحمیل الدابۃ غصب لا ازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے اسبب دور کردینے قبضہ مالک کے
یعنی ازالہ اور اثبات قبضہ ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور
مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق جیسا کہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی
البساط لعدم ازالتہا فلا یضمن مالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اُسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبضہ مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ
فرش تلف نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جالس سے اسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان و اخذ متاعاً و جحد فہو ضامن وان لم یحولہ و لم یجحد لم یضمن مالم یہلک بفعلہ لو تخرجہ من الدار خانیۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اُسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہین جبتک وہ شے ہلاک
نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے یا اُسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے مع غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے
ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارے
خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو
شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی

گناہ نہ ہوگا چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی وترد العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اُسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ثم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں ہو اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب ہوگیا وہ مختار ہے دو چیزوں میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اُسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ ثم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک کیا اور اُسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اُسکی ماں کے نقصان کا ہم اسواسطے کہ بچھڑے کا غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اُسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ الا فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اُسکے ناقص ہوجانے کا تاوان دے اور اُسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ثم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دونوں قیمتوں کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اُسکے اذن سے تھا اور وارث اُسکا منکر ہو تو زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب بتغیر فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی المجتبی ثم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اُسکا نام اور اُسکا عمدہ فائدہ زائل ہوجاوے تو مغصوب منہ کی ملک اُس سے زائل ہوجاتی ہے اور غاصب اُسکا مالک ہوجاتا ہے اور تاوان اُسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اُس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الطحطاوی ثم مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑکر قبا یا قمیص سینا یا گیہون پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اسکے غصب کرنے کے مکان مین بسبب متفاوت ہونے قیمتون کے مکانات کے اختلاف سے پس اگر رد کیا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوجاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ مین ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے دراہم اسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اسمین رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب اسے سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہوا اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو
کھاوے تو بری الذمہ ہوگا بخلاف امام شافعی کے مطعوم مین کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہوجاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اس بازار مین جسمین وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگون کے گھرون مین موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی بوقت حاکم کا حکم ہو اسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ہم تمرتاشی مین امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ مین اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ مین ابو یوسف
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز مین غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ہم بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ مین قیمت نہین چاہتا ہون اور نہ مین تجکو معاف کرتا ہون تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی
گود مین رکھدے یا اسکے دونون ہاتھون مین تو وہ بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر اسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور غصب مین سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہوجاویگا کذا فی الطحاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کہ من جنس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہون مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ بخس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اسکے غصب مین اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ہم فتاوی رشید الدین مین ہے کہ دو وزنی چیزین جب
ملجاوین اسطرح کہ جدا نہ ہوسکین وہ مثلی نہین رہتی ہین قیمت والی ہوجاتی ہین کذا فی الطحاوی وکذا کل موزون تختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر ... ذکرہ فی البحر اہم
اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ ترکھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہا ولا یثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطیر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک انمین سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اسمین صحیح نہین اور وہ دین ہو کر
ذمہ پر ثابت نہین ہوتا ہے یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اسمین جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والمجتبی قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے اور مجتبی مین ہے کہ قیمتی ہے تاوان مین اور مثلی ہے سوا اسکے تاوان کے چنانچہ سلم مین وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی مین ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھونے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الفحم واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ مین ہے کہ کوئلا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما الحلیب ... بالفلوس وغیرہ وکذا الصابون والسرقین والورق الابر
والعصفر والصرم والجلد والدہن المتنجس وکذا الفقمۃ وکل مکیل وموزون مشرف علی الہلاک مضمون بالقیمۃ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

انیہا من مکیل او موزون تضمن قیمتہا ساعتئذ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ مین بیان اور حلبیہ تیسیر کے قاعدے مین فصولین وغیرہ
کی طرف منسوب کرکے وارد ہے اور اسیطرح صابون اور پانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سویان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور
اسی طرح مٹی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ گرانبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی المجتبی
ھم ورق سے بیان کا عذر اور نہیں ہے واسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی القہستانی صب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صب الماء لا
مثلہا ہذا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا المکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فاحفظہ اور حصیر قہستانی مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالا یا گیہون مین سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل مین زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت مین ہے جبکہ
اسنے گیہون کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی مافی القہستانی اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام
درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازارون مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور
تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ حبسہ بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص
علی الراجح حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ بالبدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم کو معلوم ہوجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے متعلق ہے
ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہوجانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہوجانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابویوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجئ
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہین ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر

کیا ہے کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے ذکرہ الطحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوف عقار اور منافع دونوں کی طرف راجع ہے و فی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والیتیم اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمیں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا ملک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے و فی اجارۃ البعض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراءہ فیتحقق الا تری انہ یتحقق
فی الرد فکذا فی الاستحقاق للاجرۃ انتہی فلیحفظ اور بعض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان دینے
کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر نہ ہو انتہی ما فی البعض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاسروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا اسروشنی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہ قول اپنی فصولین
میں کہا ہے وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہ
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے
نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد منہا ثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہے اور اسمین تین
مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ وان نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کردے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دیگا بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ زمین
خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبی یعنی مغصوب منہ غاصب کو اسقدر دے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی میں ہم یہ مسئلہ
ظاہر مرتبط معلوم ہوتا ہے ماقبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہیں بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونوں میں تفاوت ہوا اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار قلع وفی الصغرٰی فیہ ہو المختار اور صغری میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت له قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی میں ہے ہم مجتبی میں ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر
کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قلع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول میں بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان میں مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطع اجل الغیر او ہدم البناء ضمن

ہو الا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا و اجرہ فنقص فی
مدۃ الاجارۃ بالاستعمال فہذا ساقط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب
داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
سوا ہے و ان استغلہ فنقص بالاستغلال اخذ المستعار و نقص ضمن النقصان و تصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب
کرایہ میں دی یا سواری اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی پھر اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایا اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن
البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ و ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درہم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و
نقدہا یا متعین ہو خریدنے بوسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انھیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یون کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین و نقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا اسی ثمن مغصوب کے دراہم
کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہا اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونون
اس قسم سے ہون کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں و ان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہون کہ متعین نہ ہوتے ہون چنانچہ دراہم تو چار صورتون پر ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انھیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین ہی کے مانند منفعت کو تصدق کرے و ان اشار الیہا و نقد غیرہا او اشار الی غیرہا و نقدہا او اطلق ولم یشر و نقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل و بہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم ذکر کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو
ان تینون صورتون میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے و اختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام و ہذا کلہ علی
قولہما و عند ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہون نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہون اسطرح کہ تاوان میں دراہم
دیے ہون اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی فان غصب و غیر المغصوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اُسکے اکثر مقاصد زائل ہوگئے ہوں نہ زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اُسکو حلال بکری بولتے ہین احترازعن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان کان زال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ ولذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن قید معظم منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرائش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم مسبوک سے منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر و ملا خسرو وغیرہ (مسبوک پگھلایا ہوا ۱۲)
نے گمان کیا ہے اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ اسم گیہون کا جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ اُنکا بونا اور ہریسہ پکانا وغیرہ یہ سب پیسنے
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او خلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط بُرہ ببرہ او یمکن بحرج کحنطۃ بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل
اداء ضمانہ ای رضی المالک باداۂ او ابراء او تضمین قاضی یا بدل گیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اُسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملجانا
غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اُسکا دیوے اور اُسکا مالک
ہو جاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے اور ادا ضمان سے رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا اداے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اُسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان قیمت
جائز نہین والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا ینبغی حلہ الا فی روایۃ وحراما علی المفتی بہ حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضاے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہان تک کہ وہ تلف ہوگیا تو اُسکو حلال نکلیگا ایک روایت
روایت قیاسی کے اور حرام نکلیگا بنابر استحسان مفتی بہ کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بُر وزرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اُسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اُسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین
ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ بملکہ الباني بالقیمۃ اور چنانچہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیکر شارح نے
کہا ساج بجیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون اور یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی تمیز حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک بتضمین صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو مودَع
کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہ ہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اُسکا نکالنا ممکن نہین
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی در صورت اختلاط لیکن جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اُسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوز الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقد منا فی الجنائز عن الفتح انه یشق ایضا فلا اختلاف وفی تنویر البصائر انه الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر
انسان موتی نگل گیا پھر مر گیا تو اُسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی حرمت مال کی حرمت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس
موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کرکے
شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جاویگا تو اب شافعیہ و حنفیہ میں کچھ
خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے قولہ لوکانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فلو
اصطلحا علی شیء جاز وان تنازعا بیاع البناء علیہما ویقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیہ عن البزازیہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر
ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلین تو جائز ہے اور اگر تنازع کرین تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم الفریقین بیچی جاوے اور اُسکا ثمن دونون
شخصون پر بانٹا جاوے بقدر اُنکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیہ انکی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان قضی القاضی علیہ بالقیمۃ
لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ وتمامہ فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست
ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور
دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین دراہم او دنانیر او اناء لم یملکہ وہو
للمالک مجانا خلافا لہما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنا لیے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اُسکے مالک کی مملوک
ہے برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک ہو اسواسطے منت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم
نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوہا مما یوکل طرحہا المالک علیہ واخذ قیمتہا واخذہا وضمنہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کرڈالا اور دنبہ کے
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اُسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اُسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں
امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی وکذا الحکم لو قطع یدہا او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی قیل ہو لفظ غیر غیر سدید ہنا قلت قولہ غیر سدید غیر سدید بثبوت الخیار فی غیر
الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربہا اخذہا لا یضمنہ شیئا وعلیہ الفتوی کما نقلہ المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیہ الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی کہ مالک کو
مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤن کاٹا کذا فی الملتقی بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہان لفظ غیر
یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور قیمت میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہون کہ معترض
کا قول غیر سدید یا ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اُسکا لینا اختیار کرے
تو اُس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
کہ اسمین تو خونبہا ہے جسم عیبون میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر ہلاک کرڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کردے اور چاہے اُسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو
ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان
نقصان اور اُسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اُسکے دینے اور اُسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی
تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے اسلیے کہ اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلا شک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہان

غیر واجب ہے کذا فی الطحاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وہو ما فوت بعض العین وبعض نفعہ لا کلہ فلو کلہ ضمن کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کرے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ
خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے
وفی خرق یسیر نقصہ ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ والمراد وفیہ صنعۃ او یکون ربویا کما
عبارۃ الزیلعی اور جس میں پھاڑنا یسیر ہے اسکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے اپنے کپڑا لینے کے ساتھ
اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تاوقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں
بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو بشرح بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا
منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سواے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں بسبب فاحش ہونے یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے امساک عین میں بلا ضمان غاصب او تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے
بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ تعلم جواب حادثۃ وہی غصب سوارا فضۃ مموہۃ بالذہب فزال تمویہہا تخیر المالک بین تضمینہا مموہۃ او اخذہا بلا شیء لانہ یلزم منہ الربا
اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اس کا
ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع
مستہلک ہے اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحاوی ولو کان مکان الغصب شراء بان اشتراہا بوزنہا فضۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فانہ
نقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجاے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب
عیب دار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے
تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ اکثر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ
بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر او جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑ
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر
امر بقلعہ ای مستحق القلع فیقوم بدونہما ومع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو
تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون
عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے
ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجرۃ بکل حال فصولین اور
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار
ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین
کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین قلم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا
الغاصب زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا بغیرہ للالوان بل بحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فللمالک
تخییران شاء ضمنہ قیمتہ ثوبہ ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقد مناہ وان

من البوتقی کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا رنگاوٹ کا بیان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے
سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط مین قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے
کہ ستو مین بیان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان
کیا جو مجتبی سے نقل کرکے کہ ستو کے مثلی یا قیمتی ہونے مین دو قول ہین فان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانه
مثلی وقت الاتصال لانه لم یبق مثلیا قبل اتصاله بملك الغیر بالمالک بحتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے
قیمت زیادہ ہوگئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نرہا قبل از اتصال
بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی الحجتبی ورد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو رد الی المالک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الیہ الغاصب
فانہ یبرأ الضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب ثانی کے ہاتھ مین سو اسنے اسکی قیمت ادا کردی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے او کان قبضہ القیمۃ معروفا بقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ عمادیہ
عمادیہ اور قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہون سے یا مالک کی تصدیق
سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق مین اور اپنے غاصب کے حق مین غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار
کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہین کرسکتا لیکن مالک مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فانہ لہ ذلک
سراجیہ والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یملک ترکہ وتضمین الاخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے
غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے مین جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نرہیگا اور بعضون نے
کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیہ
لکن نقل المصنف عن العمادیہ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہین ہوتی تلف کردینے کو تو اگر
غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا مین راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من
البزازیہ لیکن مصنف نے شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کردینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہوسکتا ہے
جیسا کہ کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہین اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الحطب کسرا فاحشا لم یملکہ
والو کسرہ الموہوب لہ ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہوجاوے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہوگا کذا فی الاشباہ وفیہا اجر الغاصب ورد اجرتہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ
اور اشباہ مین ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل القنیہ
شارح نے استعارہ شیئا فانقطع فی یدہ فوصلہ بلا اذن المالک انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح وہبانیہ عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا جیسے مین سو اس نے

جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہو گیا اور تغیر پوشاک آنے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جو ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر گیا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا لیگا حفر قبرا فدفن فیہا آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی تھی سو اسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑ دیا تو وہ تین صورتوں میں ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اُجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگر وہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں مریگا ہم ولوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اسمیں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا لکہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اسواسطے کہ جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے ما یحتاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اُس کے مال سے خرید درست ہے لیکن ہر چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ ما یحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہے جہاں راے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان لازم نہ ہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز و تکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُس کے وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شیء کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہا ثم غیرہ + گدہی ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کہا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں کہا ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ تغیر ہو جاوے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدہی بلا اجازت ہانک لے گیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کہا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اُسنے مالک کو گدہی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدہی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ اسکا متعدی ٹھہرا شعر وغاصب نہر لہ منہ شربہ + وہل ثم نہر طاہر لا مطہر + اور نہر کے غاصب کو اسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو درست ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی کی من شرح الوہبانیہ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی تتمہ میں غیب ... ما لکہ

ھذا نماء ملک مستند الی وقت الغصب فیفضل لہ الاکساب لا الاولاد یعنی غاصب نے جو غصب کیا اُسکو غائب کر ڈالا اور اُسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک اسواسطے اُسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول لہ
بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرھن المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف
کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برھن او برھنا فللمالک ولا تقبل بینۃ الغاصب لانھا علی نفی الزیادۃ ھو الصحیح زیلعی
پھر اگر یا مالک گواہ لایا یا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی
زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواھر لو قال الغاصب والمودع المتعدی لا اعرف قیمتہ
لکن علمت انھا اقل مما قالہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح مین بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع
متعدی کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہ جانتا ہون کہ قیمت اُسکی اُس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور ایسے ہی مودع
کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا ہم بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک منتہی ہوئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ
اُس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف مین مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکل لزمتہ
اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک لزمہا
علی الزیادۃ اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اُسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظھر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمۃ او
ردہ واخذ القیمۃ وھی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اُسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر
دینا اور اُس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظھر المغصوب وھی ای قیمتہ
اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وھی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور
حالانکہ اُسکی قیمت زیادہ تر ہے اُس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اُسکے یا کمتر ہے اُس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اسی
قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اُسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا صاحب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم مین تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب
ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الواتی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیۃ مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ مین کچھ اختیار نہین اگرچہ قیمت مغصوب
کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الواتی محشی اور ہان جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اُسکو خیار العیب
اور خیار الرویۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویۃ اُسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک
او ببرھانہ او نکول الغاصب فھو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ھذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اُسکے گواہ لانے یا غاصب
کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اُسمین اختیار باقی نرہیگا اُسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اُسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اُسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حرر ای الغاصب لا ان حرر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اُس سے اُسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی
ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہین شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح مین نافذ ہے

کزائی اهمایة اور زوائد المغصوب مطلقا متصلة کسمن وحسن او منفصلة کدر وثمر امانة لا تضمن الا بالتعدی فی الاصح او بالطلب المالک لانها امانة اور
مغصوبہ کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں جیسا کہ فربہی اور خوبصورتی مغصوبہ کی یا زوائد منفصلہ ہوں جیسا کہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے
پاس اسکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت
ہیں ہم بیان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ انمیں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی
و بالطلب المتصلة لا تضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہیں وما انتقصت الجارية بالولادة مضمون ویجبر بولدها بقیمتہ او بغرتہ ان فی بہ وفا
الا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوبہ جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیاجاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اسکے
ولد کی قیمت یا اسکے غرہ سے کیاجاویگا اور اگر اسکے ساتھ برابر ہوا اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط
کیاجاویگا یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درہم تھی اور ولادت سے ساٹھ درہم قیمت رہ گئی تو اگر اسکے ولد کی قیمت ۴۰ درہم ہو تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اسکا
ولد مالک کو پھیر دیاجاوے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درہم ہو تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کرکے ۱۵ درہم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک شخص نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ
پیٹ سے گر پڑا تو اسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیاجاویگا ولو ماتت وبالولد وفاء کفی ہو الصحیح تبیین اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی
اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے ساتھ برابر ہو تو یہی کفایت ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں زنی بامة مغصوبة ای غصبہا
ثم ردها حاملا فماتت بالولادة ضمن قیمتہا یوم علقت زنا کیا اس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی
تو غاصب پر اسکی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونیکے دن تھی ام چونکہ رد فاسد تھا لہذا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی
تو اسمیں تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب تلف اسمیں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانہا لا تضمن بالغصب
لیتبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر
ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردها محمومة فماتت لا تضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور
حالانکہ اسکو تپ تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت بہ ملتقی اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو
وہ اسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو فی یدہ واستولدہا ثبت النسب والولد رقیق وبرادہ اور
اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاہا او عطلہا
فانہا لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کرلیا ہو یا انکو معطل چھوڑا ہو انکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ویوجد فی
بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لکن لا یلائمہ ما یأتی من عطف خمر المسلم الخ مع انہ اخصر فتدبر اور متن کے بعض نسخوں میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر
مضمونة الخ لیکن اس عبارت کو وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کر الا فی ثلث
فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجر مثل واجب ہے
بموجب اختیار کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہوا ہو
او مال یتیم الا فی مسئلة سکنت امہ مع زوجہا فی دارہ بلا اجر فلیس لہا ذلک ولا اجر علیہا کذا فی الاشباہ سخریا او وصیا او القنیة یا مال یتیم کے منافع مغصوب ہوں اجر مثل

اور جب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو رہنے کو جائز نہیں اور اسپر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ
اشباہ وابن قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت وتستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شئ علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار
الیتیم کالوقف انتھی یعنی کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب
اجرت میں مطلقا انتہی قول ما المصنف ... ابو السعود کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ولکن حمل کلام القنیۃ
علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المتاخرین انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وھو غاصب لدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی الحانوتی یعنی میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متاخرین کے تو قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب
ہے تو اسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ام اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اس پر
اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحموی عن البیری من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجرۃ والا فعلیہا غیر ظاہر اور حموی میں جو تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہو اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجہ پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ام قول مذکورہ کی ظاہر اور غیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور عدم منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فھو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اسکے یعنی بموجب قول متقدمین کے تو اجرت
زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ
ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان للحاضر ان یسکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے موجب ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہے کہ اسیقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اسی پر فتوی ہے ام عمادیہ میں مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال ان
بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو کرایہ لینا تین برس علی الاتصال وفی
الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا ... ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اس کے
اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے بہ نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہے وشرط علم المستعمل بکونہ
معدا حتی یجب الاجر ... استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی والا لکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ام اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ سکونت برسوں کی کرایہ لازم کرے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع میں کہتا
ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وتبعہ

رب الدار ببيعه لا يبطل الاعداد ہمارے اُستادون نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے
ولو بنى لنفسه ثم اراد ان يعده فان قال بلسانه وشهر الناس جاز ذكره المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اسکو کرایہ کے واسطے مہیا
کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کرے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا في المعد للاستغلال فلا ضمان فيها فان سكن
بتاويل ملك كبيت سكنه احد الشركاء في الملك ولو يتيم كما مر عن القنية قنية مگر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اسمین کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمین شرکا مالک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے قنیہ سے
تو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما في الوقف
او اسكنه احدهما بالغلبة بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اسمین سکونت کرے غالب ہو کر یا بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او قائم
كبيت الرهن اذا سكنه المرتهن ثم بان للغير معدا للاجارة فلا شئ عليه یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص
کا ہے اور اسکا حال یہ کہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن پر کچھ ضمان نہیں ولو اجر الغاصب احدها فعلى المستاجر المسمى لا اجر المثل ثم الغاصب الاجر يرده على
للمالك اشباه وقنية باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے صورت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب
ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیہ وفي الشرنبلالية ويفتى بالاول فقها ان
يضمن الاجرة كما لو سكن اور شرنبلالیہ میں ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا ضامن ہوگا
چنانچہ سکونت کے حال میں وبخلاف خمر المسلم وخنزيره بان اتلفهما مسلم او ذمي فلا ضمان اور بخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اس کی ملک میں باقی رہے جبکہ دونون مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق
مین شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف المسلم قيمتهما لان الخمر في حقنا قيمي حكما لو كانا لذمي اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونون کی قیمت
کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی ملک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم
ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غير الامام او ماموره يرى ذلك عقوبة فلا يضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبى ضمان اسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اسکا ماموریہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی ام یعنی اگر بادشاہ
یا اسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اسپر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع
علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہا دے یا خنزیر کو قتل کرے تو اسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اسپر تاوان نہیں مشک
کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان في ميتة ودم مطلقا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں مطلقا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے
نزدیک یہ چیزین مال نہیں بخلاف ما لو اشتراها اي الخمر منه اي الذمي وشربها فلا ضمان ولا ثمن لانه فعله بتسليطه بخلاف غصبها مجتبى برخلاف اس
مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پی تو نہ اسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اسمین تسلیط مالک نہیں لہذا اسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفيه اتلف ذمي خمر ذمي ثم اسلما او احدهما لا شئ عليه الا في رواية عليه قيمة الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اسپر تاوان ہے غصب
خمر مسلم فخللها بما لا قيمة له كنقله او بملح يسير لا قيمة له او شمس او غصب جلد ميتة فدبغه بما لا قيمة له كتراب وشمس اخذهما المالك مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی چیز اسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ تھوڑے گیہون یا تھوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دھوپ مین رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا ولکن لو اتلفہما ضمن لا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہون تو اُسپر ضمان نہین دے فے

شرح الوہبانیہ یضمن قیمۃ مدبوغ فادعنہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دیگا اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل الکثیر والا شئ علیہ لانہ حلال فالہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اُسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہین برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بہ بذی قیمۃ کقرظ وعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اُسکو لیگا اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگی وہ غاصب کو پھیر دیگا وللغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کرڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیۃ اُس شخص کا ہو جو اُسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی ہو اسلئے کہ حجت انگیزی کا اعتبار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اُسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجہ کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اُسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جمع معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ دف توڑنے مین اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین شوربہ وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجئی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان نہین اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اسکے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دیگا اُسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

غلام

اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوسی حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او رباط دابتہ او فتح باب اصطبلہ او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات
او سعی الی السلطان بمن یوذیہ وہو لا یندفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال لسلطان قد یغرم وقد لا یغرم
قد قال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھول
دی یا اسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے اپنے آدمی کی چغلی کھائی
جو اسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ جھگڑا نا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا
کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی جو ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خزانہ
پانیوالے پر کچھ ڈانڈ ڈالدیا تو ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ
ڈالنے کا ولو غرم السلطان الساعی بمثل ہذہ السعایۃ یضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو فقط اور یقینا اسطرح کی چغلی سے تو چغلخور ضمان دے وکذا یضمن لو سعی
بغیر حق عند محمد زجرا لہ ای للساعی وبہ یفتی وعزر ولو الساعی عبدا طولب بعد العتق اور اسیطرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر محمد کے نزدیک اگر اسنے ناحق چغلی کھائی
دو بسبب ضمان چغلخور کا زجر اور تنبیہ کے واسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہ ہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکو تعزیر دیجاوے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان کا
مطالبہ کیا جاوے آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعی فللمسعی بہ ان یاخذ قدر الخسران من ترکتہ ہو الصحیح جواہر الفتاوی اور اگر چغلخور مرگیا تو اسکو جسکی اسنے
چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اسکے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انہ لو مات المشکو علیہ بسقوط من سطح لخوف غرم
الشاکی ودیۃ لا لو مات بالضرب لندرتہ وقدمنا فی باب السرقۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا
چھت پر سے گرکے اسکے خوف کے سبب تو شکوہ کرنے والا اسکی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مرگیا بسبب نادر ہونے کے
ضرب کے اور اوپر یہ مسئلہ مذکور ہوچکا باب السرقہ میں امر شخص عبد غیرہ بالاباق او قال لہ اقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اسنے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگی ولو قال لہ
اتلف مال مولاک فاتلفہ لا یضمن الآمر والفرق ان بامرہ بالاباق والقتل صار غاصبا لانہ استعملہ فی ذلک الفعل وبامرہ بالاتلاف لا یصیر غاصبا للمال بل للعبد وہو قائم لم
یتلف وانما اتلاف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولی کا مال تلف کر سو اسنے تلف کیا تو امر کرنے والا شخص تاوان نہ دے اور
فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل میں اور اتلاف
مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا لاکن غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واعلم ان
الآمر لا ضمان علیہ بالامر الا فی ستۃ اذا کان الآمر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امر حفر باب فی حائط الغیر غرم
الحافر ورجع علی الآمر اشباہ اور معلوم کر کہ امر کرنیوالے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھ امر کرنیوالوں پر ضمان ہے جبکہ امر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا
مامور لڑکا ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے موصلے کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اسکو غیر کی دیوار میں دروازہ کھود نے کا امر کیا ہو تو کھود
والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنیوالے سے پھرلے کذا فی الاشباہ ہم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر میں
اطاعت نہ کرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر پر امر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند نابالغ کو امر کیا کہ
اسکی زمین میں آگ جلاوے سو اسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر
اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ظاہر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاعل

ہو جائیگا اور آمر بری ہی صورت ہے کہ مولی نے غلام ماذون کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اُسکا آمر پر ہوگا اور غیر ماذون کی یہ صورت ہے کہ کسی نے مجبور سے

کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اُسکی دیت اُس شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور بسبب امر کا غصب نہ کورہو چکا جامع الفصولین

میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھولدے یعنی کھیرکی لیا اذن تو ضمان اُسکا آمر پر ہے جو حاضر ہے اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے

کھول تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی مامور پر ہوگا کذا فی العمادی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجۃ وان لم یعلم انہ عبد او قال ذلک العبد الذی استعملنی

ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اُسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اُس غلام

نے کہا جسکو اُسنے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اُسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہر گیا جا

رجل الی آخرہ قال لی ہو فاستعملہ فی شیء فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم لا اذا استعملہ فی عمل لنفسہ او عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ

میں آزاد ہوں سو مجھسے کوئی کام لے سو اُسنے اُس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اُسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مگر جب

اسوقت ہے کہ جبکہ اُسنے اُس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر غاصبا کقولہ للعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش

لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکل نحن وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں

اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اُسکے یون کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردالو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گرکے مرگیا تو آمر

پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھائے اور ہم تو اُسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اُسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا اور عمادی نے کہا تعلیل میں

میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فعیب بالا ولی فمات من ذلک ضمن

قیمتہ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اُسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مرگیا اُس

فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اُس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا

کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے

صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اُسکے مرجانے میں تو اُسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ طرفہ شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار

غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اُسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے

کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دیگا باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اُس کے

کپڑون کا وفی الوہبانیہ شعر ولیس الحرفات یضمن نقصہا اذا نسی القرآن وشاخ ندبکر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشیون کو بھول گیا تو اُنکے نقصان

کا غاصب تاوان دیگا اور اگر قرآن بھولجاوے یا غلام جوان بیر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکورہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شاملہ ذات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے

مالیت زیادہ ہوتی ہو شعر ولو ظلم الدلال قیمۃ سلعۃ + فتقوم للسلطان انقص تخییر + اور اگر دلال قیمت تماش کی جانتا ہو پھر حاکم کیواسطے کمتر قیمت اُسکی بیان کرے

تو اسپر تاوان لازم ہوگا شعر وتلف احدی فردتین لیسلم + البقیۃ والمجموع منہ تخییر + اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی تاوان

اور کل کی ضمان کو دو حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزین ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونون کے جیسے دو کواڑ اور دو موزے

اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اُسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اُسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اُس سے لے قلت وعن ابی یوسف

لا یضمن الا المتلف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی

موزے کا جسکو اُسنے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے ذکرہ الفیدا ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بین

القاضی ایضا سیما فی استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت میں تخصیص قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم ہم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت مہرون اور دلالون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی انکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات میں تو اسوقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیسے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً تتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تجارت سے کوئی دین ہے تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مرگیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر مسلمان نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت میں سخت ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت میں سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے امید تخفیف ہے اگر کسی کے سبب اسکی حق تلفیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر تا صاحب اگر خانہ مغصوب میں بیمار ہو تو اسکی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا پڑھنا ان مضائقہ نہیں لیکن حمام میں جانا چاہیے اور دوکانون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کیواسطے دوکانون میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد میں یہانتک کہ اسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دوکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دوکانون میں بیٹھے ہین مغصوب جانکر انکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وتتمہ اللہ الاکرم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو ذکر کیا ہے الا انہم شفعہ لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ملانا اور ایسے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملیں گے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنی ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعا تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا جیسا کہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو جیسا کہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ میں شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت نفس مین ہو خواہ حقوق مین جیسا کہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ آدمی اپنی [illegible] کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقارا اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو ہم در المنتقی میں ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار میں کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اسکی راہ اصل میں نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار میں العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی مثلا کان او علوا شہر شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان ہو شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں ہو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا
شریک اسکا شفیع ہوگا بسبب عقار ہونے کے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بما لہ من حق القرار ہو شفعہ ثابت ہے اگرچہ
بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اُسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ہم اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اُسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ
بسبب ہمسائگی کے ہے اور وہ منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر ملحق ہے تو آپس میں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی واما ما جزم بہ ابن الکمال
فی اول باب ما ہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی اھ یعنی بعد ہی باب ما تبطل بہ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب
اول میں جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت مع حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا اس کلام کو
ہمارے استاد خیرالدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال
یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے
نزدیک اسمیں شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ میں عدم شفعہ صحیح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین
میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اُسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی ملتقطا اور کہا اخذ الشفیع من احدہما و ذکرہ
عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجوب سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور شفعہ معاوضہ
اور بیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ ہو ازطلب چند
سال کے بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ
شراء مبتدا فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار الرؤیۃ والعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بوساطت شفعہ کے لینا ابتداء خریدنے کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے جیسے پھیر دینا بسبب خیار رؤیت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت سے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع
شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمیں مالک
کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کر دینے اور رہن رکھنے اور وصیت کر دینے سے او بخیار المشتری
یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلس ای
طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبہ کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ منلا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے بمجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں منلا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق منلا خسرو ہے بقدر رؤوس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعا رکھے نہ بقدر املاک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی کے عدد رؤس شفعا اور مقدار املاک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین
شریک ہے ایک کا حصہ اُسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس پس صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدرر یعنی شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط تتعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم الخ
لکن او سلم الذی شفعتی المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر شفعہ
کے واسطے مبیع کو مسلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جس نے شریک سے حصہ بانٹ
لی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مثلاً پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر لا تجری
فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسا کہ پانی کی باری اس چھوٹی نہر کی جسمین کشتیان
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عامین لا تستحق بہما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو
ان دونون شرکتون کے سبب شفعہ ثابت نہ ہوگا بیان شرب نہر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما فالشفعۃ
للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہو چند لوگون مین کہ انکی اراضی اُس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے اسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہو تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا
اسکے ظاہر ہونیکے سبب ثم فلجار الملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہرہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے
کوچے مین ہو اور اُسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہو تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہو تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ
جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اُسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک
ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچے کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث
مین مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے مجتبی نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون کے
مین راہ نہین چاہیئے بسبب تنگی گھر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اُس ہمسایہ کا شفعہ نہین آتی عبارت ۱۲ وواضع جذع علی حائط
شریک فی خشبۃ علیہ جار اور رکھنے والا دونون کا دوسرے کی دیوار پر اور اُس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہو وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایۃ

والکافی ولو فی بعض الجدار فشریک فی فلت لکن قال المصنف ولو کان لبعض الجیران شرکا فی الجدار لا یتقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکۃ فی البناء
المجرد بدون الارض لا یستحق بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ میں کہتا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا
کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے
استحقاق شفعہ کا نہیں ہوتا ہم اپنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی
پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی سوا محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی شرح المجمع وکذا
للجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسیطرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہو
بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہیں ان اسقط البعض حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلیس قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانہ بالقضاء انقطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہیں ہو اسواسطے کہ حکم قاضی سے انمیں سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی
تو باقی شفیعوں کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا
یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع میں شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاوےگی
بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کاملا اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب
کیا تو اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب
یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اسکے واسطے
نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ
ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصہ اسقاط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں
کیونکہ جاتے رہنے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے ولو اخذ الشفیع البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا
اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح
وسقط حقہ بہ لاعراضہ وتقسیم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا
اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرطہا ان یطلب الکل
کما بسطہ الزیلعی بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ
باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ
وتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی تو انمیں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ہم ملتقات میں
مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں اور یہ یعنی تو فتوی مخالف ہے چنانچہ ابو السعود نے ذکر کیا ہے شرح وہبانیہ میں تجنیس اور مزید سے ذکر کیا ہے کہ
وہاں کے وجوب شفعہ میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہیں اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ
لکنہ یکرہ وسنحققہ فی الحظر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر

کر چکے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھروں کو حاجیوں کیواسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء ن العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور
امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوا میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح الطلب من وکیل المشتری ان سلم الی موکلہ وان سلم لا وعلیہ الفتوی کذا فی المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نکردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو انمیں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور
اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا ہم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ ولا بجوارہ شرح مجمع و
خانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل الاسقاط قالہ المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیہ بخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہو خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے تحشی میں ہم وقف میں اسلئے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکے وقف کرنیوالا اپنے شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ و بزازیہ کی روایت کو
نقل کی وکذا لاتثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہو گی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی ثم رأیت قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع فلیس فی الشفعۃ یعنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیرالدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو مفیض ہے
ہو کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہووے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خریدنا بحق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ ان مالا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ
ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص
نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضاے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان لبعض المبیع ملکا ولبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من مشتر او رسولہ او عدل او عدد ولو فضولیا بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہی کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین بر خلاف
روایت جواہر الفتاوی کی الطلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہی ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہی اور
اسی روایت پر متفرع ہی نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زیلعی مین ہی اور اگر شفیع کو خبر ہو اسطرح خط کے ہیولی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہوگیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے انتہی بشرطیکہ علم مشتری یا ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہی جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا انتہی
ما فی الطحطاوی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا واطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاسے چنانچہ
یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور اسکے مثل چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اسکو طلب کرتا ہون اور یہی طلب المواثبۃ ای
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبت یعنی طلب مبادرت کہتے ہین سو مواثبت مفاعلت ہی وثوب بمعنی جستن سے اور وثوب عادۃ
ہو سرعت سے ہوا ہی اسواسطے کہ جو اچھل کود کر چلتا ہی وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہی والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحود اور طلب مواثبت
مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہی ہم گواہ کرنا اسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون و
الا گواہ کرنا متعین اور لازم ہی کذا فی النہر خلاصہ یہ ہی کہ اگر اسوقت گواہ ہون تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہی تا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب ہو اسکا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہی اگر حاکم قسم
کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالکہ او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہی اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
انا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الان فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہی اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضروری ہی تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہوگا ہم منح الغفار مین وغیرہ سے ہی کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو مگر گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہی پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کے کچھ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسی کے پاس ان تینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہی اور
وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم یطلب بعد ہذین الطلبین طلب تملیک عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی ولو قال بسبب کذا لکان کما فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پھر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہی اور مین اسکا شفیع ہون بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہی شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب کے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہی تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفیع شامل ہی نہ شریک نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الیہ الا ان یقبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکو کہ گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت مین ہی جبکہ گھر کو مشتری قبضہ کرچکے اور ہاں مگر طلب خصومت

نفقا مشتری پر موقوف نہیں ہے ہو یسمی طلب تملیک و خصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر و
بغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی و ہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
تاناوفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے یا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر
مذہب پر فتوی ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی البحر او الحاوی واذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں
ہے اور اسکی حدیں کیا ہیں اسواسطے کہ اسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم ہونا چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول کا صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اوروں کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجھکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول او طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہونے دیا
تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحاوی فان
اقر بہا ای بملکیۃ بالشفیع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تونے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں شفعہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں بسبب شفعہ قسم کھائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار
ثمن قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روکے رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فلو قبل الشفیع ای بعد القضاء ردا الثمن فاخرہ لم یبطل شفعتہ ای بعد القضاء و ما قبلہ فیبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی

اور ثمن لانے کی مہلت دی گئی پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اُسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل

از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم

الاول بیان والثانی بعدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اُسکے

مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے

بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے وفسخ بحضورہ ولو سلم المشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع

فسخ کیجاوے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اُسکی ملک اور قبض

کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری

لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ

ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا

للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری

نے برأت عیب کی شرط کر لی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی

مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے

تاوان کے سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی

سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویساہی کیا تو شفیع ثمن پھیرلے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا

تو بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے

زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا تحالف

اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے

کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم بیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی

طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری

دونوں گواہ لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے

کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا

مشتری نے ثمن کا اور اُسکے بائع نے اُس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا

ومع قبضہ للمشتری یا قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا اور اگر

دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا

لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونوں

نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاوے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا اذا کان

ابعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں پس شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جداگانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادۃ لا یظہران فیاخذہ بالکل المسمی اور بائع کا گرادینا تمام ثمن کو اور زیادہ کردینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کردیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کردیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خریدا ہے پس شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اسمیں سے سو کم کردیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کردیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ھم یہ دونوں مسئلے معاوضہ کے عبارت سے ہیں وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق الذمی ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی ہے کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی اپنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے وفی الشراء القیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فہی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسری عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء بثمن موجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے ولا تعجیل علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف رح اور اگر شفیع ثمن موجل سنکر چپ رہا اس سے سو اسنے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویاخذ بقیمتہما لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکہما وتملکہما اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ھم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قیمی کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثلی ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے مانند نہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر بکم معلوم کرکہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر ھم یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنے اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کر تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو

اسی طرح اُسکے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفت فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اُس ذمی کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ سے ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت وانما اورد ہنا بالواو لان کثیرۃ او طلاب الحصص کثیر غیر الشفیع مین ترکہا واخذہا واطلاعہا اذا ابیع فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت نقش نگاری کی اسمین تو شفیع مختار ہے اس گھر کو چھوڑ دینے میں یا اسکے لینے میں اور اس قدر رکھے دینے میں جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی بسبب استعارہ ہوئے نقش نگین کے اور رہا لانا اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما فشفیع ثمن او قیمت عمارت اور درخت کی دیکر سے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذہا مع قیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جسکا اکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن و قیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما الغیر فیہ حق اقوی ولذا المقدم علیہ فینقضہ اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہو گیا اُسکے لینے مین مشتری پر تو اسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع وجمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہان تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ہم یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر او زراعت تو نہ اُکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اُسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری و یاخذ بکل الثمن ان خربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اُسکے وصف کے ہم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شیء من النقض والخشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اسکو لیا بسبب اسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

نہ رہا تو بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاوے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی
الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہالکا بعد انفصالہ لم یسقط شیء من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شیء من الثمن مع بالاخذ بالشفعۃ
تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض مع لا یسقط بمقابلۃ شیء من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اسطرح پر کہ
وہ تلف ہو جاوے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے ہو واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے
اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک
ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بالغرق حیث یسقط من
الثمن بحصتہ لان الذاہب بعض الاصل زیلعی بخلاف اُس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اُسکے حصہ کے ثمن
ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہوے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف ف
فی الاول لا فہ سماویۃ ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض مع البناء یوم العقد بخلاف ما ہدمہ کما لقطوہ بالجنس و شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے
عمارت گھر کی ڈھائی ہو واسطے کہ اُسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین
اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اُسکے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا ہے منقوض ہو واسطے کہ
ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے جس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند
ہے حکم میں یعنی بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول بمعنی
ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اُسکا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اُسکا تابع نہ رہا ویاخذ بثمرہا استحسانا لاتصالہ ان ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر
بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اُسکے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد
مشتری کے قبضے میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن
فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اُسکو مشتری نے اُسکے پھلوں کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اُسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جبکہ باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبضہ میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبضہ کے یعنی تو مقابل اُسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ
الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اُسکو اُسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف ماقبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اُس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے ہم یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار بائع وقت
البیع عند الثانی ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہر وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت
بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من
لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا والا لا یحکم لہ بہا بینۃ وبزازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو جیسا کہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہی تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہی اگر مدعی کہے
کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی دونہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ البزازیہ ھم یہ ایک قول ہی اقوال ثلثہ
سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اُسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہ ہی کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اُسکے وجوب کا
اعتقاد رکھتا ہی اور یہی مشہور ہی کذا فی النہر فروع مسائل الجملۃ شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یرا ما فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہی یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع بجلا
سبت الیہود کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہی اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود
بجلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور
نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی شتری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ہنا یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب
الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے زمین خریدی سو درم کو پھر اُسکی مٹی اُٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اُس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اُسکو ٥٠ درم
لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاوے زمین کی اُس قیمت پر جو خریدنے کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اُسنے بیچ لیا اور
دونون قیمتین برابر ہین ھم طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری
ارفع ما کبست فیہا فہو لک کذا فی حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھردی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اُسکو پچاس ہی درم
سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمین تو نے مٹی بھردی ہی کہ وہ تیری ملک ہی کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شتری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل
الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجیٔ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی
مین ہی کہ گھر خریدا کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہین کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہی بیع فاسد کے سبب سے
انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ اسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہوجاوے
مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض
الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم التشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور
مبسوط مین ہی کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہی جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونون عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہوجاوے تو اگر گھر ہبہ کیا
ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہی یہان تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع
کو اختیار ہی کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہی اُسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہی یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج المہر ہو مال خرج الہبۃ شفعہ ثابت نہین ہوتا قصدا مگر
اُس عقار مین جو مملوک ہوئی ہی اُس عوض کے بدلے جو مال ہی عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ھم قصدا کی قید اسواسطے
لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہی چنانچہ شجر اور ثمر مین شفعہ ثابت ہوتا ہی گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشباہ مین ہی خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح
نہر مین اراضی کے ساتھ وان لم یمکن تقسیمہ خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت کے لائق
نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ مین ہی

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون الیس بعقار فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بالفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو سعد اور نفات عرض کے بعض ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز
عرض ہے دینار اور درہم کے سوا و بفتحتین حطام دنیا و فلک خلافا لمالک او شفعہ ثابت نہیں نادین پر خلاف مذہب مالک کے و بناء و نخل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال نے سمجھا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے
ولا فی ارث و صدقۃ و ہبۃ لا بعوض مشروط او شفعہ ثابت نہیں میراث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہو تو اسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا وان قوبل ببعضہا ای الدار بمال لان
معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونیکی صورت یہ ہے کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر اس شرط پر کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہرا بالنصب لاتا تاکہ
اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجبا ای فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال میں
یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہے او دار بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت الا انہ یطلب
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع و صحح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو
شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
او بیعت الدار بیعا فاسدا و لم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ سے
اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعمہ المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رؤیت یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہو کر ہم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای ذا بیع و سلمت الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہے بیع نہیں ہے ہم یہ علت ہے مسائل ثلثہ
کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء و الاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع بعیب کے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بے حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں او رضا جدید اسی

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر و تثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے واسطے ثابت ہے اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین و تثبت لسیدہ فی بیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء و شراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اسوجہ کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور انمین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے و تثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکیواسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہے خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہے جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا الشفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لانہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہے اور قاعدہ و کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا۔

باب ما یبطلہا

اب ہے اُسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور ہے او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین قبل اس کے طلب مواثبہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اسپر اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا مُنھ بند نہ کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و یبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اُسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے و لو تسلیمہا من اب و وصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد رحمہ کے اُسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم

صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکا طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات
یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی والالم
یصح لانہ یخرج عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی
کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے و سکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ
یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجا تسلیم ہے و یبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع
لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آتا ہے یہ ہے دو سطر کے بعد و لو صالح علی اخذ نصف الدار
وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ہم چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و
یبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال و شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہے و کذا الکفالۃ
بخلاف القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے کہ ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا
کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں ہزار کو تو ضامنی ساقط ہو جائیگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسیطرح طلاق نکاح
اور اسقاط رق کا عوض لینا درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا میں ملک ثابت ہے و لو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر
بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے و لو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا یسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بدلے
اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول
نہیں ہے اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن ہے جو مسمی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ
باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے و یبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی و لو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مر گیا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو
شفعہ باطل نہ ہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہو کذا
فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے و یبطلہا بیع ما یشفع بہ
قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم بہ ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے
شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو و کذا لو جعل الشفیع بیتہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام کو
جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل
ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا فالشفعۃ ثابتۃ ہوگا کذا فی الطحطاوی و لو باع بشرط الخیار لنفسہ لا یبطل لبقاء السبب
اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے
اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی و یبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے
خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے فلمن دونہ اخذہ منہ بالشفعۃ
بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہے تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول سے
یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء حیث

لا شفعۃ لمن وہ دونوں برخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے ہو اسواسطے کہ وہاں شفیع یا دونوں کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق میں مذکور ہو چکا
کہ اگر شریک نے خرید کیا تو جار ملاصق کو واسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلہا ان ابتاعہا او ساوم بہا بیعا او اجارۃ کذا فی الملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے ہو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر انفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں
صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب
قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ و لو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ و الفرق بینہما ان ہذہ قیمی و ذاک مثلی فربما یسہل علیہ و ان
کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع مسلم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو یا عددی متقارب
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر ان دیناروں یا اسباب کی عوض بکا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی
متاع میں اور گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو کبھی مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی
ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم یا کثرت ثمن سے یا قدر جنس سے ہے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اور اسواسطے
کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے ہو اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی و لو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کو اسواسطے شفعہ ثابت
ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کرنیکا
مستلزم نہیں ہے و لو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو
مناسب تر ہوتا و لو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل و فی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کیا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ہم تبرع
فی الحیل فقال و ان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے ہم
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوی
نہیں کر سکتا لشفیع لم یلاق ملک شفیع کے تمام گھر کو ملاحق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا و القول بان المصیب ذراعا سہو اور یہ قول کہ ذراعا کا

نصب سہو ہے سہو ہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہے کہ وقایہ مین جو یہ عبارت ہے ولا فیما بیع الا ذراعا نصب ہے سو کاتب کی سہو سے ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے کذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری ثم قبضہ اور یہ حیلہ شفعہ نہین اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اُسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا تو عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہوگیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ مین اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا بائع کا بعد اول کی خرید کے اور شریک مقدم ہے جار پر ہم سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہوا کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی نہ اپنے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونون عقدون کے بعد وحیلۃ کلہ ان یشتری الذرع بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے سقاط کا حیلہ یہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سوا ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے مثلا ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزار وان حصہ ۹۹۹ درہم سے خرید یا اور باقی گھر ایک درہم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار وین حصہ مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درہم کی ثمن سے اور باقی گھر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اراد بہ ابطال شفعتی اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کرنیکا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان تلجئۃ کو بزازیہ وبعضہ بالوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تھی کذا ذکرہ بزازیہ وعن الجواہر تلجئہ اس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجئہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ بجوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہ ہوگی ہم مثلا ایک گھر کی قیمت سو درہم ہے اسکو ہزار درہم کے ثمن سے خرید لیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درہم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درہم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درہم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر البائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ حیلہ شریک اور جار دونون کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلا سو تھے مشتری اسکے ذمہ پر پھر بائع نے سو درہم کو ایک دینار سے مثلا بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی سو اسطے کہ اب ظاہر ہوگیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر وقلت ونحوہ فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہرون مین اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور انکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسی کی مانند مضمرات مین ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہالت مقدار

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکور کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی
قید نہ منح الغفار میں مذکور ہے نہ درر میں اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ تعیین سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ برابر ہے خواہ
مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے (وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ کما
وقال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یفیدہ قالت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کلامہ ملخصا انتہی) اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور
ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول
جو متون میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی زواہر الجواہر ہم متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا
مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار میں مقبول نہوگا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا
فی الطحطاوی (وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم) اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں
اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہوجانے بیع فاسد کے ہاں جب فسخ ساقط ہوجاوے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہوگا واللہ اعلم (تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی) مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہوجانے شفعہ کے
بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھسے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے
کہا کہ مجھسے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے (واما
الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ وقیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ وتستحسنہ محشی الاشباہ) اور
ابتدا سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہوسکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے
سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اس
گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے ہم محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے
شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر
مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے (وقیدہ وہو الکراہۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرۃ) اور اسکے مخالف
یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ ہم منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند
صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کردے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرتا ہے اور فقیروں کا رزق قطع
کرتا ہے اور وعید عدم انفاق میں داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو قصد کسی محل میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط
حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے (ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا
کثیرا فلم نجدہا) اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا (اشتری جماعۃ عقارا
والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ

اور اسکا ارادہ مکہ میں جانیکا نہو مثلاً جدہ میں جانا چاہے تو اسکو میقات پر احرام کی کچھ ضرورت نہیں جدہ میں بلا احرام چلا جاوے اور جب جدہ میں پہونچ جاویگا تو وہاں کے باشندوں کا حکم پیدا ہوگا یعنے اب مکہ معظمہ میں بدون احرام جا سکتا ہے ۱۲ منہ

بما بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض و بعدہ سمی لکل بعض ثمنا او سمی لکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا الثمن اور جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتریوں کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہان شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہ ہوا اسمین کچھ فرق نہین کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہو مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا ذکر کیا ہو اسواسطے کہ یہان اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصۃ نعم علی الشفعۃ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصون مین وہ اپنے شفعہ پر قادر رہیگا اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی المنتقی ولو اشتری دارین او قریتین او مصرین صفقۃ اخذہما شفیعہما معا او ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع و بائی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گانون خریدے دو شہرون مین ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونون گھرون کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونون چھوڑ دے اور یہ نہین کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونون گھرون کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہین پہونچتا مگر اسی گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا ہی محمد نے ان دونون گھرون مین جو متصل ہون اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونون کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہو کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای التعدد والاتحاد العاقد لانہ یتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد مین عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کی طرف متعلق ہوتے ہین نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ اسی صورت مین ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید مین وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہین مگر تمام مین کذا فی الطحاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح اور معاگہ غیر مقسوم خریدا پس مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب مین نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے ہم خیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب مین واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لان من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہین خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضا مندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہین ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ ولقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہین کی قسمت کرلی کہ وہان شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ہم یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور مین ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ اسوقت اس شخص سے واقع ہوا جسنے قسمت کرلی تو یہان قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا و لہا شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما نقضہا او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وہبانیۃ چنانچہ اگر دو شخصون نے گھر مول لیا اور وہ دونون شفیع ہین اس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونون کی قسمت کرلینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلا رضا مندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے تصرف کی تہائی

ہوجانیکی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم یہ تشبیہ ہے نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً انمین سے دو نے وہ گھر خریدکر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریون میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہین رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت مین جسمین وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے و للجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف و بہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ھم یعنی مشتری یون قسم کھائے کہ واللہ میرے علم مین شفیع کا مالک نہین علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہین ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر و ان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی ھم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہ ہون سے اسکو ثابت نہ کرسکے و لو برہنا فبینۃ الشفیع احق و قال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لادین تو شفیع کے گواہ احق اور مقدم ہین اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہین فروع مسائل ملحقہ شارح باع ما فی اجارۃ الغیر و ہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ و الا بطلت الاجارۃ و ان رد مالک نے وہ چیز بیچ کی جو غیر کے اجارہ مین ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ھم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہین مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ فالاب شفیع لہ الشفعۃ و الوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع بانہ فقیہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے مین کہتا ہون لیکن شرح مجمع مین اسکا خلاف ہے سو غور کرو اور بہنا ھم شرح مجمع مین ایون ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہین لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہین اپنی ذات کیواسطے او کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط و لو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر مین ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمین تفریق صفقہ ہوتی ہو ھم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونون دیوارون مین راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونون کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور دیانۃ مبطل نہین اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصومت سے جو تیری مصلحت کہ ہماری جانب ہو سو اسنے ابراء عام کردیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہین ہے کہ اسکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و بین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا و الاظہر جواہر مین ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت من المجہول سے برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دیانۃ بھی و علیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی مین ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ المشتری البناء خیر الشفیع ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہین رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی نے سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سُنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہو گا

پہلے مسئلہ مکرر ہو گئے کہ مطابق مذکور ہو چکے ہین قلت یؤخذ منہ ان الیہودی لو طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ لا یکلفہ الحضور ولا یکون سبتہ عذرا

دینی واقعۃ الفتوی قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا

احضار چاہے قاضی سے اُسکے یوم السبت مین تو قاضی اُسکو حاضر کرا دے اور اُسکا یوم السبت عذر نہو گا اور یہ مسئلہ فتوی کا ہے جیسا کہ مصنف نے کہا مین کہتا ہون

اور یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا اجابت وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت لم یذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ایدہا

شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجاویگی اُسپر اور وہبانیہ مین اسکے مخالف ہے قول مذکور

مین کہتا ہون اور مصنف نے ہم وہبانیہ کا قول ذکر کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہے کہ اُسپر تائید

زیادہ نہین ہے تو ہم اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خان اور درر البحر کے کلام سے صریح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہین لو ادعی انہ ابطلہا بالشراء جائز

ابطال شفعہ کا اختیار کرنا شراء سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہے سو

اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی الطحطاوی عن منیۃ المفتی والمجتبی ادعی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا

ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی کہ اس گھر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بھی اسمین دعوی کرے یون دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور مین اسکا دعوی کرتا

ہون سو اگر یہ گھر مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو مین اسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون ہم یہ مسئلہ ظاہر ہے مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس تھا اور صاحب خانہ

اسکا شفیع ہے اور اُسکا زعم یہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر مین اُسکی ملک کا دعوی کرون تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کرون تو ملک رقبہ کا

دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور مین اُسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہون سو اگر وہ مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہین تو مین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون

اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی عن الحموی اخذ الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما و

الا کان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہو گا اور نہین تو وہ ظالم ٹھہریگا ہم شفیع مصالح این

مصنف نے کہا کہ مجکو اس مسئلہ مین اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہ صریح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ یہ بدون

اسکے مجرد قول عالم کے اُسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد اظہار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ تنہا گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے

قول کی بھی کچھ حاجت نہین اور نہ تراضی و قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اُسپر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس العقل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا

فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمین لوگ اختلاف کرین یہ سب مسائل

مذکورہ اشباہ مین ہین ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک مین تو اُسکی دیت اُس مکان کے سب مالکون پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ

اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکون مین تو اُسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا

حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہین اور طریق کے مانند گھر کا

صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اُسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے مین سب برابر ہین یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان

طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود ولا شفعۃ لمرتد عنایہ شفعہ کا حق ثابت نہین مرتد کیواسطے کذا فی الغایۃ صبی لہ شفیع لا ولی لہ لا

تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما لطلبہا جاز جو ہر ایک لڑکا شفیع ہو جسکا کوئی والی نہین تو اُسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر قاضی اُسکی طرف سے کوئی کار پرداز قائم کرے تا

وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی جوہرہ شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت البیع مثمرۃ سقط

بقدرہ و الا لا اذ لا حصۃ لہ من الثمن جیسا کہ مؤیدزادہ نے بحوالہ واقعات الحسامی کہا ہے اور کسی نے باغ خریدا اور اسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا
پھر شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہونگے قبض
کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مؤیدزادہ من واقعات الحسامی و فی الوہبانیۃ یاخذ فیما اشتری لصغیرہ
اب او وصی للبلوغ یؤخر اور وہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ لے اسمیں جو اسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ہم اگرچہ
خصومت میں تاخیر جایز ہے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ولیس لہ
تفریق دارین بیعا + ولو غیر جار فالتفرق اجدر + اور شفیع کو جایز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوں اور وہ دونوں کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ
نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جایز ہے چنانچہ سابق میں
مذکور ہو چکا ہے + واضمار اسقاط التحیل مسقطا + وتحلیفہ فی الانکار لاشک انکر + اور ضمیر نہیں کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے در انحالیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کہ ہمنے قصد نہیں
قصد شفعہ ساقط کرنے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی لیتا انکار میں بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعا یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا
ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو انسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم ونستغفر اللہ العظیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے
یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کرلیگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء
قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے اقتدا کا وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص
کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان میں مثلا ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے بلا تعیین پھر جب اسکے تین حصے
ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم
یوجد طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کیواسطے بر وجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب
نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اسکو اپنے حصہ کے انتفاع
سے خاص کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین
الانصباء ککیل و ذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جاوے حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو
پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور زرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہیں وشرطہا عدم فوت
المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور
مانند اسکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود [illegible] منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہے
ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدہ اور حکم یعنی قسمت کا اثر
مرتب یہ معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثلی اور قیمتی دونوں
میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا اسکا بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکے
اجزا میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اسکا لینا افراز ہے یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی التبیین والافراز ہو الغالب فی المثلی ای ما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہا یعنی ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز ہو اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمیں یعنی مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اسواسطے غالب ہیں کہ اسکی ابعاض اور افراد میں تفاوت نہیں اسواسطے کہ مثلا گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکو بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں کہ قیمت والی چیز ہے چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہے کہ انمیں بہت تفاوت ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں میں بالیقین معادلہ اور مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذ الشریک حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لما قدمنا جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عدم تفاوت افراد کے سبب نہ لیوے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب ہے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ و صغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا فلا خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں لکھی یا وزنی چیز مشترکہ ہے درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کردیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے دینے سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کما فی بیدرۃ بین دہقان و مزارع امرہ الدہقان بقسمتہا ان غاب فیہا افرزہ الدہقان اولا فہلاک الباقی علیہما وان بحضرۃ المزارع لا فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترکہ ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کے علیحدہ لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہوجانا دونوں پر پڑیگا اور اگر مزارع نے پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصا اور ظاہر ہی میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہوجاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل اور وزن کیا تھا دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدے سے بہنے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضیخان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت عالمگیری کے ذخیرہ سے متفق علیہ ہے ولہذا قاضیخان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا کہ یہ وجہ خلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبر علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر الغنم عند طلب الخصم فیہما لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں اسوائے اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے کہ اسمیں معنی افراز ہیں جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسمیں جائز ہوا تاکہ ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نرہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع مال المدیون لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں کبھی جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے کے واسطے ونصب قاسم یرزق من بیت المال بلا اجر منہم وہو احب وفی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکا روزینہ دیا جاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کردیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ درالمختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

وان نصب باجر المثل صح لانها ليست بقضاء حقيقة فجاز له اخذ الاجرة عليها وان لم يجب عليه قضاء ذکره اخی زاده اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اسلیئے کہ قسمت کرنا حقیقت مین قضا نہین ہے تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہین کذا ذکرہ اخی زادہ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے مین خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہین کذا فی الفیض وهو عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجرت مثل شریکون کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نہ حصون پر بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اجرت مثل حصون کے موافق ہے لیکن زیادہ حصہ والے کو زیادہ اجرت دینی ہوگی اور کم حصہ والے کو کم ہے قیدنا بالقاسم لان اجرة الكيال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وكذا سائر المؤن كاجرة الراعي والحمل والحفظ وغيرها شرح مجمع زاد في الملتقى ان لم يكن للقسمة وان لها فعلى الخلاف لكن كره في الهداية بلفظ قيل وتمامه فيما علقته عليه اختلاف اجرت مین تقسیم کرنیوالے قاسم کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح باقی مصارف شرکت ہے جیسے اجرت بقدر حصون کے مثل چرانے والے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی مین اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو مثلا جو دو شریکون نے کیل یا موزون خریدا کیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی درر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمین وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ مین اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح مین ہے ولا اسم يجب کونه عدلا امينا عالما بها اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار ہے تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہین جو قسمت کرنا نہین جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا يتعين واحد لها لئلا يتحكم بالزيادة اور ایک شخص قسمت کرنے کیواسطے متعین نہ کیا جاوے تا کہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا يشترك القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نہ کرلین انکے اتفاق کے خوف سے ہے یعنی اگر انمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگون کا ضرر ہوگا طحطاوی لیکن تقسیم جمیع ہے قاسم کی وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیهم صغیر او مجنون لا نائب عنه او غائب لا وکیل عنه لعدم لزومها حينئذ الا باجازة القاضي او الغائب او الصبي اذا بلغ او وليه هذا لو ورثة ولو شركاء بطلت منية المفتي وغيرها اور قسمت صحیح ہے سب شریکون کی رضامندی سے مگر جبکہ انمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت مین مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر تب ہے جب کہ شرکاء وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انمین شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیة المفتی وغیرہا ہم طحطاوی مین عالمگیری سے یون مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاوین خریداری پر قسم نقلي يدعون ارثه بينهم او ملكه مطلقا اذ شراء صدر الشريعة فلا فرق في النقلي بين شراء وارث وملك مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینهم شرکا دعوی کرتے ہین یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعہ تو کچھ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خریداری اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف مین ہے تو قسمت مین اسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہین قلت بين النقلي البناء والاشجار حيث لم يتبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر تاله شيخنا مین کہتا ہون از منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان منفعت بتدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار يدعون شراءه او ملكه مطلقا اور قسمت کیا جاوے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے ہین فان ادعوا انه ميراث عن زيد لا يقسم حتى يبرهنوا على موته وعدد ورثته پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اسکی قسمت نہ کیجاوے یہان تک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اسکے وارثون کے شمار پر وقالا يقسم باعترافهم كما في الصورة الاخرى اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت میں ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارة او اعارة فیکون قسمة حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعوی کیا کہ غیر
منقول اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضہ میں ہے یہانتک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول انھیں دونوں کا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اسلیے
کہ احتمال ہے کہ شاید کہ غیر منقول اُنکے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے
ولو برہنا علی الموت وعدد الورثة وهو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما ای للغائب
والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اُنکے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب
ہے تو ورثہ حاضرین میں قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُنکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاے تاکہ اُنکی حق تلفی نہ ہو ولا بد من البینة علی اصل المیراث
عنده ایضا خلافا لہما اگر اقرار وحضور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گھر انکی میراث
ہے اُنکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور اگر ایک وارث اگرچہ ثقہ اور
عادل ورثہ پر گواہ لائے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ انمیں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کما لو اشتری الشرکاء شرکاء ای شرکا
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہوں یعنی شریک ہوں بدون میراث کے اور ایک شریک کے
غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت میں شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اسمین
ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صورة ارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم
للزوم القضاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضہ میں ہو یا
عقار سے کچھ ہو تو اُسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے ہم صغیر کی نائب
اُسکی ان ہے اور غائب کے نائب اُسکا موضع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک
بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمة اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے
بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلة حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ
سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو
قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ صاحب نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و
فی الخانیة یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب
سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متونہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر
الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکوں کی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر نقض ہو کر ہم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق اُنکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اُسکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ اُسکو منع کرے
کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمة ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمة ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی میں ہے کہ ایک دکان
ہر دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اسمین کام کرے قسمت کے

بید جیسا کام کرتا تھا تو قسمت کیجائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجائے وقسم کل واحد منہما اذا اتحد جنسہما الا اذا تفاوتا فی البعض لوقوعہا معاوضۃ لا
تمییزا فیقسم بالتراضی ودون جبر القاضی اور قسمت کیجائے اُن عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین دو جنسین اختلاف کہ بعض جنس میں بعض شریک کو
دیجائے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمییز ہو کر تو اختلاف جنس پر تراضی شرکا پر اعتماد کیا جاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب
ایک جنس ہو چنانچہ کیلی یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی ہو تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا
اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونون مین برابر ہے تو قسمت تمییز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور دو جنس مختلفہ مین کی قسمت مین اونکا بعض
کا بعض مین اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو بکریان مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون
مین خلط اور اتحاد نہیں تو یہان قسمت تمییز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار
ہے جہان قسمت بمعنی تمییز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین
تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی مین تفاوت ہونا سوائی باطنی کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت
مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی اُسکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا یقسم لو کان ذکورا فقط او اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی
جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب سے
ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہوسکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی
قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین دیکر بطور عطف عام کے علت
عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہو وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوئے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر
شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق انھین کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الاخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہے تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف مذہب امام مالک کے وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق و
لو برضاہم اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہوگی وارثون مین ولیکن ہر وارث اُن سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی
اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات
مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلا اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجا
اور ہر شریک بعض کتب بقیمت لے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں وفی الخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا فتشاجرا فیہ فقال
احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الاخر یرید ذلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال للممتنع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین
ہے اگر ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہیں ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ مین اُسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اُس سے
نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اُس
شریک سے کہا جاوے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ہم یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دو شریک کی باری ہین دو شریکون کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے و دو شریکوں کو دار واسعۃ او دار وحانوت قسم
کل واحد منہا منفردۃ مطلقا و لو متلازقۃ او فی محلتین او مصرین مسکین چند گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہو یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال مین اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو محلون مین ہون یا دو شہرون مین ہون کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھرون مین
اصلا قسمت جمع نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھرون کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلون اور پڑوسیون اور مسجد اور پانی
کے قریب ہونیکے تو انکی قسمت مین برابری ممکن نہین تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر مین جمع کر دینا ممکن نہین بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت خلاف جنس سے جائز نہین کذا فی الزیلعی او بیوت قسمت پذیر ہین مطلقا او منازل اگر مجتمع ہون ایک گھر مین تو قسمت پذیر ہین اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہین اسواسطے
کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوگی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر و اکا ثبت کلہا فی مصر واحد او لا و مشترک و غیرہا کی قسمت مجتمعہ
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر مین ہون یا نہ ہون ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا و قالا ان الکل
فی مصر واحد فالرای فیہ الی القاضی و ان فی مصرین فقد لہا کقولہ و صاحبین نے کہا کہ سب اشیا مذکورہ اگر ایک ہی شہر مین واقع ہون تو انمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیا
مذکورہ دو شہرون مین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہین دو شہرون مین اور ایک شہر مین جائز ہے اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے والا جائز نہین
و یصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی یلی لہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اس کا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے
واکرے اور مقسوم کی قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کثیر سہام کو نا ال کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام (برابر کی ۱۲)
حصہ اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہے تو اسداس ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی و یذرعہ اور گز سے اسکو پیمایش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے
و یقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ مین واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ و یفرز کل نصیب بطریقہ و شربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکی راہ اور پانی کی
آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ و غیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہون و یلقب الانصباء بالاول و الثانی و الثالث و ہلم جرا اور قاسم حصون کو ملقب کرے اول و ثانی اور ثالث کے ساتھ و علی ہذا القیاس رابع اور
خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی و یکتب اسامیہم و یقرع
لتطییب النفوس اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر (وفی نسخۃ القلوب ۱۲)
گولی بنا دے جو ہر دو مین ہے کہ قرعہ واجب نہین غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کی جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول و من خرج ثانیا فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہان تک کہ اخیر تک پہونچ جاوے ہم شرح وقایہ مین ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ مین جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو مثل خشت خام کے
خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزون سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ٹھہرا دے
اور اسکے متصل کو ثالث و علی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا آنکہ اسکا حصہ پورا ہو چکا پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص مساوی ہون خواہ متفاوت انتہی ملخصا اور زمین ہے کہ اگر عقار مشترک مین تین شریک ہون ایک شریک کا سدس اور دوسرے
کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی و علی ہذا القیاس سادس تک اگر
اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہے تو وہ اپنا حق پا چکا اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم اور اسکے پاس والا دوسرا

سہم ملیگا اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اوسکے ہونگے واللہ اعلم ادر رأیتہم الا تدخل فی القسمة للعقار الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمة عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصة بمقابلة البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویة رد الفضل دراہم للضرورة قہستانی فی الاختیار اور یہ جان رکھو کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت مین داخل نہین ہوسکتے ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیری جاویگی عمارت کے مقابلہ مین پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونون حصون مین ممکن نہو تو بقدر زیادتی درہم پھیرے
جاوینگے ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہے ہم کہتے ہین اسکی صورت یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انھون نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ہے اور
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دیوے اور دوسرے شریک نے چاہا کہ اسکے عوض زمین دے تو عوض مین زمین ہی دیجاویگی اور جتنا عمارت سے درہم زیادہ ہوا دینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہووے تب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دلانا اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگون کی گھر مین ہے نہ درہمون مین تو اسکی قسمت جائز
نہ ہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمة صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمة اجماعا نقایة اگر
مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا پانی بہنے کا راہ اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک مین ہے اور حالانکہ شرط اس مسیل اور طریق کی قسمت مین نہین ہوا تو پانی بہنے
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جاویگی اگر ممکن ہو اور اگر نہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاوے اس طرح کہ ہر شریک کا پانی بہنے
اور راہ جدا ہو جاوے اور اگر اشتراک راہ اور پانی بہنے کا قسمت مین مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرة ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقینا مشترکا کما کان ان امکن
افرز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا کہ ہمنے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کہتے ہین زیلعی مین یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق مین اختلاف ہوا اس طرح کہ بعضون نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کے درمیان
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح حصہ جدائی ہو جاوے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکون نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین تو راہ کا عرض
گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیا جاوے اور زمین مین تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جاویگا درصورت اختلاف کذا فی الزیلعی ہم کہتے ہین جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکون مین
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجاویگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جاویگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکون مین مشترک ہے اور اس گھر مین
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہین لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی

بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ
طریق کے اختلاف مین عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکون مین سے چھجہ وکا نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر مین اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہوائے مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ہم کہتے ہین گھر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ وکا یا کھڑکی اور روشندان اپنے مکان مین راہ کی جانب بنایا چاہے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بنا وے تو درست ہے اور اس سے نیچے مین بنانا درست نہین ولو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمة الدار علی التفاوت جاز وان کان سہامہم

في الدار قسمة واحدة وذلك لان القسمة على التفاوت بالتراضي في غير الاموال الربوية جائزة فجاز قسمة التبن بالاكرار لانه ليس بوزني لا العنب بالسير
على الصحيح بل بالقبان والميزان لانه وزني اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں ادا متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ اُنکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسلئے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے کہ بھس کا بانٹنا سیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے
اُٹھانیکے واسطے سیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قپان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمة التبن بالحبال ذكر في النوازل انه يجوز لقلة التفاوت لانه ليس بوزني انتهى تو بہتا
اُس عبارت کے اکرار کا ترجمہ بیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس میں قپان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل له علو وعلو مشترك او سفل مجرد مشترك والعلو لآخر وعلو مجرد مشترك والسفل لآخر قوم كل واحد من ذلك على حدة وقسم بالقيمة عند محمد وبه يفتى نیچے اور اوپر کا
مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اُسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہو تو انکا تا
مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجاے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے
نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان کے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہے کہ نیچے کا مکان
اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں
کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انكر بعض الشركاء بعد القسمة استيفاء نصيبه وشهد القاسمان بالاستيفاء قبلت
وان قسما باجر في الاصح ابن ملک بعض شریکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالوں نے پورا پانے سے اُسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شهد قاسم واحد لا لانه فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعى احدهم ان من نصيبه شيئا وقع في يد صاحبه غلطا وقد كان اقر بالاستيفاء او لم يقر به ذكره البرجندي لم يصدق
الا ببرهان او اقرار خصمه او نكوله فلو قال لا حجة لي حلف ولا تناقض لانه اعتمد على فعل الامين ثم ظهر غلطه اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از روے
غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں آگیا ہے اور حالانکہ اُسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجاے الا ببرهان کے الا بحجة کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور دعوے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اُسکی غلطی ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہوجانے حق کے کذا في الدرر وان قال قبضته فاخذ شريكي بعضه وانكر شريكه ذلك حلف لانه منكر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر
شریک نے اُسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اُسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقراره بالاستيفاء اصابني من كذا الى كذا
ولم يسلمه الي وكذبه شريكه تحالفا وفسخ القسمة كالاختلاف في قدر المبيع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجھکو پہونچا ہے اُس میرے حصے سے یہانتک
یہان تک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اُسکا اُسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاوین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر في احكام التحالف في الدعوى ولو اقتسما دارا واصاب كل طائفة فادعى احدهما بيتا في يد الآخر من نصيبه وانكر الآخر فعليه البينة
لانه مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آگئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اُسکا منکر ہے تو اُسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما فالعبرة لبينة المدعي لانه خارج وان كان قبل الاشهاد على القبض

شهادتهما قبضت وكذا لو شهدا بما في الحدود اور اگر دونون شریکون کی گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار رہیگا اسواسطے کہ وہ خارج ہی اور اگر قبض پر گواہی لائے پہلے ہو تو دونون شریکوں پر قسم کیا وین اور قسمت فسخ کرڈالی جاے اور اسکا یہی حکم ہی اگر دونون حدود میں اختلاف کرین و ان استحق بعض معین من نصیبه
لا تفسخ القسمة اتفاقا على الصحيح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بہ قول صحیح ہم اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمین غیر کا حق نہین کذا فی الطحطاوی وفي استحقاق لبعض شائع في الكل تفسخ اتفاقا وبعض شائع غير معين
استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم ہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین
وفي استحقاق لبعض شائع من نصيبه لا تفسخ خلافا للثاني بل المستحق منه يرجع بحصته في نصيب شريكه ان شاء او نقض القسمة دفعا للضرر التشقيص
اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اسقدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے
اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ ضرر حصہ سازی مندفع ہوجاے قلت وبقي ههنا احتمال آخر وهو ان يستحق البعض من نصيب كل واحد فان كان شائعا فسخت وان كان
معينا فان تساويا فظاهر والا فالعبرة لذلك الزائد كما مر فلذا لم يفرده بالذكر مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہی وہ یہ ہی کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہی صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہی جیسا کہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علحدہ ذکر نہین کیا ہم کمی بیشی کی یہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصہ مین چار گز کا استحقاق ہی اور دوسرے کے حصہ مین
چھہ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دے ظهر دين في التركة المقسومة تفسخ القسمة الا اذا قضوه اي الدين او ابرأ الغرماء ذممهم اي الورثة او يبقى منها اي من التركة
ما يفي به لزوال المانع ترکہ مقسوم مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہی میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردین یا ارباب دیون وارثون
کو بری الذمہ کردین یا ترکہ سے اتنا باقی رہگیا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہوجانیکے سبب سے ولو ظهر غبن فاحش لا
يدخل تحت التقويم في القسمة فان كانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضي مقيد بالعدل ولم يوجد اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہی عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان
پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضي تبطل ايضا في الاصح لان شرط جوازها المعادلة ولم توجد فوجب نقضها خلافا لتصحيح الخلاصة قلت فلو قال لكن تفسخ لكان اولى
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہی اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا
برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے مانند بجاے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا هم کنز مین یون ہی ولو ظهر غبن فاحش في القسمة تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہی اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہی لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و
تسمع دعواه ذلك اي ما ذكر من الغبن الفاحش ان لم يقر بالاستيفاء وان اقر به لا تسمع دعوى الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعى الغصب فتسمع دعواه ذكره
في الخانية اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کرلیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ
مین ہی ادعى احد المتقاسمين التركة دينا في التركة صح دعواه لانه لا تناقض لتعلق الدين بالمعنى والقسمة بالصورة متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے
دین کا دعوی کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے
قسمت کی صورت متروکہ کے یعنی دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہی تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کرلینا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولو ادعى عينا باي سبب كان لم تسمع للتناقض اذ الاقدام على القسمة اعتراف بالشركة اور

اگر زمین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے شرکت
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدھم فی قسم الآخر بناء او شجرا انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعویٰ کیا یعنی یہ کہا کہ میں نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدھما اغصانھا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعھا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانھا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ میں پڑا اسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتویٰ ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہو گیا ہے اسکی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کوئی وجہ نہیں بنی احدھما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینھما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبھا ونعمت والا ھدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سو اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے
سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جاوے اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک اسکو
راضی کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی المالکیۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذ کل قسمہ ثم تراضوا علی الاشتراک بینھم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
قسمۃ التراضی مبادلۃ فیصح فسخھا ومبادلتھا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکے پھر دوبارہ راضی
ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آ جاویگی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ھبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ و
یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ یعنی جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہے جیسا کہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا تقسیم کے بیچنے
کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمیں ثابت کرتا ہے اور قابض کے واسطے اسمیں جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت
کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے جیسا کہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یثبت جزم بالاول
فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول
اول پر یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تھایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ھذا بعضا وذا بعضا او ھذا شھرا وذا شھرا او فی دارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ھذا یوما
وذا یوما او عبدین یخدم ھذا ھذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او دارین کذلک صح التھایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلیں ایک
گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں
باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمتیں کہ ایکروز اسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں
کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور وہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ میں بطریق
استحسان بالاتفاق صحیح ہے ھی مھایاۃ او تھایؤ مفاعلۃ او تفاعل من الھیئۃ اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق
اسکی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں
مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہمجنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا
ان القاضی یہائی بینھما جبرا بطلب احدھما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کرے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدھما ولا بموتھما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدھما القسمۃ فیما یقسم

بطلالت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاوے گی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونون انقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی تھی
تو ٹوٹی تو اب اسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ کھولنا جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا
علی ان النفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا
بخلاف لباس کے یہ تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے ذکر نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہین اور
استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
مین تو وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گھر کی حالات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سوا ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو
زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرون مین ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہ ہوگی کذا فی الخانیۃ مختصراً تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمۃ وکذا فی مختلفی المنفعۃ
ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت مین جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر مین رہے تو یہ درست ہے
اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ مین نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم شارح کی شرح ملتقی مین ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ
مین جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ مین بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تہایا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین او تہایا فی غلۃ
بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت مین یا دو
غلام کی اجرت مین یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ مین یا دو خچر کے کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پھل مین یا بکری کے دودھ
مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست نہین ہم اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہو سکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی
بیشی کا بخلاف خدمت کہ اسمین مسامحہ مروج ہے اور دو غلامون کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھ ضرورت
نہین اسلیے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچر مین اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچر والی مین اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری
کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز اور
پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلون کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانیکے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فرع مسائل ملحقہ شارح کے الغرامات ان کانت
لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست
کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگون کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانو سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعۃ
فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اسکا ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیون کے شمار پر ہے
ہو اسطے کہ یہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال لازم نہوگا
جسکا مال کشتی مین ہے اور اسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر
رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونون طرح بدل لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا جبر

قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو بامر القاضی و الا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جائے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اسکی تعمیر کرے پھر اسکو کرایہ پر چلاوے تاکہ جو اسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو ولہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ الکل فی الاشباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہے نسفی نے اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الجواہر وفی المجتبی و بہ یفتی وفی السراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء و ینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی میں ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتوی منع تصرف پر ہے یعنی درصورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ متضرر ہو قلت وہ فی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں دریہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا میں و فی الوہبانیۃ و شرحہا ولو زرع الانسان ارضا بدارہ فلیس لجارہ منعہ لم لتغییر + اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر میں تو اسکے پڑوسی کو اسکے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اسکو ضرر پہنچے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے وحائط لاہل لاحدہما و لا حمل فیہ قیل لیس لہ تغییر + اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اسپر دھنیاں رکھیں اور دوسرے کا اسکے اسپر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اسکا دوسرا شریک تغییر نہ کریگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اسکو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک اپنی دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اسپر پردہ بنادے یا دریچہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وہ ماشریکان یعلی حائطہ + قیل النقلی جائز فعیر + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے ہم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق مستند ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہووے و ممنوع قسم عند منع مشارک من الرم قاضی مع جبر فعیر + اور عین مشترک کی قسمت ممنوع ہے یا نہیں حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو جاتا ہے اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اسکی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے وہ وینفق فی المختار راض باذنہ + ویمنع نفعا من ابی قبل تخمیر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اسکی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہے وہ و خذ منفقا بالاذن منہ بحاکم + و خذ قیمۃ ان لا و ہذا محرر + اور لے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہے اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے ہم مسئلہ لطیفہ مترجم ایک شخص مر گیا اسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں ان کو بیٹوں نے چاہا کہ بدون الٹانے کے برابر بانٹ لیں تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھی بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور مخافلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت
کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃ مفاعلۃ
من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقدر بعض خارج یعنی
تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہو زراعت پر ایجاب او قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین اور بیج
اور محنت اور بیل وہی لاتصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے اور امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو
رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ
اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم درر میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام
نے خیبر کی نخلستان وہان کے لوگون کو دیے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں
خبر واحد اور قیاس متروک ہوجاتا ہے بشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری کیواسطے ہے تو اگر زمین
شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون نہ مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت
شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی
وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمیں زراعت نہیں ہوسکتی اور اُس مدت طویل سے کہ وہان تک احد العاقدین
غالبا نہیں جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان
کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر
اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو
بدون ذکر صاحب تخم کے معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں ہے اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم کے حق میں بدون تخم ریزی کے
عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضون نے کہا ہے کہ بیج میں عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہان ہو جہان مالک زمین
کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہون یا جو یا باجرا یا جوار ہم
بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار او مقدار تخم ذکر
کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے
وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اُس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین
ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا حظ رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز
ہے ہم اور اگر عاقدین نے اُسکا حصہ بیان کردیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ والتخلیۃ بین الارض ولو مع البذر والعامل اور
مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد
صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی والشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی
شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمیں دونوں کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفزان مسماۃ

پر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک
شخص کا اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف
او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھا لے یعنی جس قدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف
وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ثم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے
متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوگی کہ غلہ میں کچھ قطع
شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شرط
رفع العشر للارض او لاحدہما لانہ مشاع فلا یودی الی قطع الشرکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جائے جیسے تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں
زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین کا ہے تو مزارعت باطل نہیں ہوا اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہو یعنی غیر معین ہو تو قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچایگا
او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر لانہ یودی الی قطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہو ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی ان شرطوں سے مزارعت
باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے
کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدہما لانہ قطع
الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہو دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں
وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور
بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضاے عقد ہے یا بھوسے کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسے کا ہو اسواسطے باطل نہیں ہوا کہ مقصود دانہ ہے
اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینہما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للاشباہ وغیرہ
لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اس وقت میں یعنی جب بھوسے کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ
ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے اسلئے کہ اسی کو
مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع اذا
لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسے کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسے کا
مستحق ہوتا ہے ہم مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو جیسا کہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط منصوص
نہ ہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب
اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرفا در بلخ
کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلثۃ
جائزۃ اور اسیطرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل
زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تینوں صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید والبذر
والعمل للآخر او البقر والبذر لہ والآخران للآخر او البقر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد فالثلثۃ من الآخر فہی اربعۃ واذا کان من
احدہما اثنان والاثنان من الآخر فہی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل
میں سے احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں وفی ذلک ثالث فاکثر بجهة فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ھ اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی المحیط
عن البیانیہ وشرطها واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئی للعامل ان لم یخرج شئی
فی الصحیح اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیح میں ھ اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر واذا فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نما
ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر
اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہو تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہو تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کیجاویگی شرط پر یہ پہنچے
جہانتک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شئی فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسد میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہو وے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل
فی الارض فلا شئی لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لتغریرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت
کے سبب فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یحب ان یسترضی
المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃً واجب
ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جوتھائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو اسکے
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاسکے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقۃ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء
العقد استحسانا کما سیجئ بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحساناً چنانچہ آگے آویگا ھ طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

آگے آدھا ۔ وقع رجل ارضه الی آخر علی ان یزرعها بنفسه وبقره والبذر بینهما نصفان والخارج بینهما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعة فاسدة ویکون
الخارج بینهما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکته فیه والعامل یجب علیه اجر نصف الارض لصاحبها لفساد العقد ۔ ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدهما وثلثه من الآخر والریع بینهما نصفین او علی قدر بذرهما فهو فاسد لانها اشتراط الاعارة فی المزارعة عمادیه و اسیطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی
فاسد ہے بسبب شرط کرنے عاریت کے مزارعت میں کذا فی العمادیه یعنی اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی ۔ واعلم ان نفقة الزرع مطلقا بعد مضی المدة المزارعة علیهما بقدر الحصص ۔ اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی واما قبلها ففیها تفصیل فعمل قبل انتهاء الزرع
کنفقة بذر ومؤنة حفظ وکری نهر علی العامل ولو بلا شرط فان تناهی احتیج الی العمل فان کان بینهما فیجب علیهما مؤنته کحصاد ودیاس کذا سرره المصنف وحمل علیه فصل صدر الشریعة
فلیحفظ ۔ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت تو وہ عامل پر ہے
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسے
کھیت کے کاٹنے اور دانہ میں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی قبل مضی مدت پر صدر الشریعہ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعہ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول کیا ہے انقضاے مدت مزارعت پر تا بقاء
عقد اور استحقاق عمل عامل پر متصور کیا کیونکہ مدت کے بعد عقد نہیں استحقاق ۔ فان شرطاه علی العامل فسدت کما لو شرطاه علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل شرط کیا عامل اپنے مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیه جمیعا علی العامل او وارثه لبقاء مدة العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیه الی انتهاء
الزرع کما مر ۔ خلاف مسابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قوله بخلاف مرتبط بقوله
ونفقة الزرع علیهما بالحصص ۔ ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیء لکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی ۔ اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہوگیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو محتاج
کرے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی ۔ وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وهو الاصح وعلیه الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط
کرلینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور دانہ نکالنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی الملتقی ۔ ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیه ۔ الغلة فی المزارعة مطلقا ولو فاسدة امانة
فی ید المزارع ثم فرع علیه بقوله ۔ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول اپنے
فلا ضمان علیه لو هلکت الغلة فی یده بلا صنعه فلا تصح بها الکفالة ۔ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اسکے پاس بدون اسکے کہ سبب سے تو غلہ کی کفالت صحیح نہیں

ثم لو کفل بحصتہ ان استہلکہا صحت المزارعۃ و الکفالۃ ان لم یکن علی وجہ الشرط و الا فسدت المزارعۃ خانیہ یعنی اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اُسکو تلف کرڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں اگر ایک کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیہ ثم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مثلہ
فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہے و اذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ و یضمن فی الصحیحۃ لوجوب
العمل علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اُسکے پاس امانت ہے تو ضمان
دیگا بسبب تقصیر کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمتہ نابتا فی الارض و ان لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ و غیر مزروعۃ فیضمن فضل
ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنیکے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اُسکا تاوان دے اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اُتنا ضمان دے یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہے اور
غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن و الا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجاے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر
تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اُسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو
تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن و ان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طردہ ضمن و الا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک
چھوڑی کہ اُسکو چوپائے جانور کھاگئے تو تاوان دے اور اگر اُسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کھاگئی تو اگر اُسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصتہ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث و نحوہ ذہب
ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اُسکے امر کے تو صاحب زمین اُس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اُسکا گاؤں میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث اور جو مانند اُسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو فسد قبل رفعہ للحاکم لا ضمان علیہ و ان رفع الی القاضی و امرہ
بذلک ثم امتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اُسکے سینچنے سے انکار کیا تو اُسپر زبردستی کیجاے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑگیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر اُسنے قاضی سے نالش کی اور اُسنے اُسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اُسنے نہ مانا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی ثم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے ہے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر
علی المزارع ثم زرعہا رب الارض ان علی وجہ الاعانۃ فالمزارعۃ و الا انتقض اب بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ من الاجیر مزارعۃ جاز ان البذر من المستاجر و معاملۃ لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبہا لیعمل فیہا
جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تاکہ اسمین عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں ثم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سواے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت و فیہ اغراب جنایۃ البہیمۃ معزیا للخلاصۃ بستانی ضیع امر البستان فدخل حتی دخل الماء و تلفت الکروم و الحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان و لو فیہ حصرم

ضمن الخصم لا الغصب للمنافیہ فصار حفظہا علیہا قلت لتضمین الغصب فی عرفنا انتہی مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب مین فصل اصہ سے
منقول ہو کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہان تک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہو گئین ضامن
نہ کیا تاوان دے درختون کا نہ دیوارون کا اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اسکا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اسکی
نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہو گئی مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بھی تاوان دے انتہی فی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فہو متبرع
کمرمۃ دار مشترکۃ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہی یعنی اسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کر سکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا
بلا اذن شریک بوجہ رجوع نہین ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مزارع غائب ہوا انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور وہ صرف کیا غائب سے
پھیر خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہو جاے اور اسیطرح اگر مزارع غائب ہو جاے کا پھر مالک زمین کو بھی یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی
ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنے کا حکم دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اسین اور غائب مین مشترک
ہو اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحاوی مختصرا مات العامل فقال الوارث انا اعمل الی ان یستحصد ذلک وان ابی رب الارض یعنی مزارع مر گیا اسکے
وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اسکو درست ہے اگرچہ صاحب زمین منا کرے کذا فی الملتقی وفی الوہبانیۃ سے دفع بذرا لیتیم وصیہ مزارعۃ ان کان
ما ہو مجوزا اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین سے بطریق مزارعت کے اگر یتیم کو بیج ڈالے والاصح اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی الطحاوی سے ولو قال بذر الارض منی مزارع فالقول لرب الحصد والخصم منکر اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا کھیت
کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہو واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاة

یہ کتاب ہے مساقاۃ کے احکام مین لایخفی مناسبتہا پوشیدہ نہین مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہے
کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری ہو سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ مین باغ اور درختون کی اصلاح ہو سینچائی وغیرہ سے ہی المعاملۃ بلغۃ اہل المدینۃ مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان
مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہین وہی لغۃ وشرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم ولی المراد بالشجر مایعم غیر المثمر کالحور والصفصاف لم اره لاصلہ
من یصلحہ بجزء معلوم من ثمرہ تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی
اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلون پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسا کہ چوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو
نہین دیکھا کتب فقہ مین ہم یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغایرت پر دلالت
کرتا ہے زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ مفاعلت ہے سقی سے جلپی نے کہا تعریف مساقاۃ مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب
دیا جائے کہ ذکر اسکا بنا بر عادت حال کے ہے وہی کالمزارعۃ حکما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے ازروے حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح
نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وکذا شروطا تمکن ہنا لتخرج بیان البذر ونحوہ اور اسیطرح مساقاۃ مزارعت کے
مانند ہے ان شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا کہ اسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاے کالشروط الممکنۃ مساقاۃ جیسا کہ
اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کر دینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہوا الا فی اربعۃ اشیاء فلا الشرط بینہا اذا امتنع
احدہما یجبر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعۃ کما مر مگر چار چیزون مین سو وہ بیان شرط نہین ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اسپر مساقاۃ
مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اسپر جبر نہین اذ فیہ اتلاف ملکہ

ترکہ بلا اجرۃ وبطل بلا اجرۃ فی المزارعۃ یعنی اور جبکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جائے تو چھوڑ دیا جائے بدون اجرت کے اور اسمین عمل کیا جائے بدون اجرت اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ یعنی
مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جائے اور پھل خام ہون تو عامل کو جائز ہوگا کہ خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک بطور تبرع کے لیکن مزارعت مین فرائع پر اجرت زمین
کی بقدر اسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہین اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہین بر خلاف مزارعت کہ وہان زمین کا اجارہ
ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی
اجرت مثل پھیرا اور مزارعت مین کھیت کی قیمت سے یعنی عامل اسوقت اجر مثل اپنا جبکہ پھل بصورت ثمرہ ہو اور اگر پھل نہون تو کچھ اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن تاتارخانیہ والرابع
بیان المدۃ لیس بشرط ہنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقاۃ مین نہین بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہان استحساناً شرط نہین
بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ فتقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اسوقت
یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر او جو پیدا ہو اول سال مین ہم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین خارج ہو اسواسطے کہ وہ متیقن ہے
اور یا بعد اسکا مشکوک ہے وفی الرطبۃ علی ادراک بذرہا لو الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اسکی
فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ بفتح اول ولایت مین عمدہ چارہ ہے ایکبار کاٹو یا سالہاسال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اسکو قضب
کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو درلیس کہتے ہین انتہی اور بعضون نے کہا رطبہ ہر بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور
فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج
الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کرے جسمین پھل پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت ذکر
ہو کہ گاہے اسمین پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال
موجود ہے ہر مساقاۃ اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل ہم یوم علم الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت
مسمے مین تو مساقاۃ اپنے شرط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہونے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تا آنکہ اسکا عمل ہمیشہ رہا ہے پھل پکنے تک
ولو دفع غرسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما تفسد ہذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکرہا صح اور اگر ایسے پودے درخت
کے جو زمین مین قائم ہین اور ہنوز انکے پھلنے کی نوبت نہین پہنچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ انکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اسکو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ نئے درختون کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر مجہول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی ولذا لو دفع اصول الرطبۃ فی الارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ
اور اسیطرح مساقاۃ فاسد ہو اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ہم یعنی بقا اصول تک مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ اسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی
جڑین بڑھا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم ہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جزہ بخلاف رطبہ کے کہ اسکی مساقاۃ
جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہے جیسا کہ پہلے گذرا کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہی جذاذہا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک نے رطبہ سے جسکے قطع کا وقت منتہی ہوگیا اس شرط پر کہ عامل
اسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہے ہم اسواسطے
کہ بیج کا وقت فراحین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمین کچھ اثر نہین کذا
فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہا ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہا الشرکۃ فیما لا یخرج بعملہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ انھون نے

اسمین شرکت شرط کی جو نہین بڑھا عامل کی محنت سے یعنی پہلے تو موجود تھا اُسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد بہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور مساقاۃ صحیح
ہے بیگن کی جڑون مین اور کھجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور مین ولو فیہا ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان
مدرکۃ فقد تناہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہین مزارعت کے مانند بوجہ عدم حاجت کے سبب دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس فتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمین درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونون
نصفا نصف ہون تو مساقاۃ صحیح نہین بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز طحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اُسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اُسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ بعد الشرکۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختون کو بعوض آدھی زمین کے بیچ
دے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت کرکے درخت تیار کر دے کذا فی شرح الوقایۃ
الشرعیۃ ثم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد
وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہو جاوین وبہ بیت الیج نواۃ رجل وقعہا فی کرم آخر فنبت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم ولا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اُڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اُسکو ڈالا اسواسطے سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہے کذا لو وقعت
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے
کہ شفتالو نہین جمتا مگر اُسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
المتعاقدین وبمضی المدۃ والثمر نی ہذا قید لہ دون الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یعنی خامی ثمر موت اور انقضائے مدت دونون کی قید ہے فان مات العامل لورثتہ ان یقوم علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر
ولو کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القطع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اُسپر قائم رہین اگر چاہین یہان تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا ھم اور مالک زمین کو اس صورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثون کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلون کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلون کی خبرگیری کراوے ثم انکی
مالک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلون مین ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہون یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اُسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اُسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور
مالک زمین کے وارثون کو خیار ثلثہ مذکورہ ہے کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونون مرگئے تو عمل
عامل کے وارثون کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے
کوئی نہ مرا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے تو عمل کرنے سے وقف بالعمل

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کیجاتی ہی عذر سے مزارعت کے مانند جیسا کہ اجارہ بھی فسخ ہوتا ہی عذر سے ومنہ کون العامل عاجزا عن العمل
کو وہ ساری فالج عاجز عن العمل لمرض وسفر منہ وقعا للضرر اور منجملہ عذر کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے ہی اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اسکے پھل اور شاخون پر فسخ
جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل لطیفہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی
والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما لما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہی جیسا کہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عمل کی
ہی اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونون پر لازم ہی اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق
کذا فی الملتقی اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونون پر ہی جیسا کہ قسمت کے بعد دونون پر ہی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع تقسیم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے
انگور کی بیل بطور نصف نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں ہی اسواسطے کہ یہ ہبہ ہی
اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہی اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ
درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اسکے واسطے اجرت بھی نہین اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا ہم یعنی عمل اصالۃ
اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور نیابۃ غیر کے واسطے وفی الوہبانیۃ وللمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لیس ینکر اور وہبانیہ میں ہی اور مساقی اپنی عامل کو جائز نہیں یہ کہ
اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہین ہم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کر نا درست ہی
جیسا کہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم بجاے اذن اطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وای شاۃ دون ذبح یحلہا وای مساق فی المزارع
یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون میں سے یہ پہیلی ہی اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہی اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ہم پہلے سوال کا جواب
یہ ہی کہ وہ بکری مراد ہی جو جنگل میں وحشی ہوگئی کسیطرح اسکے مالک کو نہین ملتی ہی کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہی خواہ زخم ہاتھ پاؤن میں لگے
خواہ پیٹ یا پیٹھ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہی اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہی اور ہر باغبان اور کشتکار تخم بوتا ہی تو اسکو
خاک میں چھپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہی کہ محمد بن فضل کے فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض
حلالا طیبا میں حلال تو معلوم ہی اور طیب وہ ہی کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین
ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بو دیگا
یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہوگیا یا ادا ے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے
بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہی کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز
پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچا دیگا اور اسمین برکت کریگا اور
جب کھیت پختہ ہو تو مستحب موکد یہ ہی کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے
یارب فی القیت بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعتہ ولا تجعلہا قوت معصیتہ واجعلنی من الشاکرین اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی بتصرف

واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہی ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات والحیوان فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ میں
مناسبت مذکور کرتا اسواسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک میں خورش انسانی
مذکور ہے مساقاۃ میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح
بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح تبیحہ لیکن واجزاء ذبیحہ ان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل
ماکل بذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا حیوان مذبوح کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ
اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی تاکہ مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے
مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا عام حکمی نے کہا کہ شارح نے جو ماتن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ
متن قید بر تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانھار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا
ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی
وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری یہ ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید با نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے
واضح ہو زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے کما فی الاصل کہا کہ لبہ سینہ ہے اور لحیان جبڑے ہیں اور مصباح میں ہے اللبۃ موضع القلادۃ من الصدر
فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس
علی الصحیح اور ذبح کے عروق ہیں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے یہ قول صحیح
جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہیں ہم نے ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ
طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال پاشا نے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر
اور بعضوں نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علمائے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک
ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے
کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں وا[illegible] زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر ان زیلعی اور اسکے ساتھیوں کا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہ ہے کہ متفق
علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمرئ ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے
کہ انسان کے منہ میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو
مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہیں جن میں خون جاری رہتا ہے
جنکو شہرگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کیواسطے اسلیئے متعین ہوئیں کہ دونوں شہرگ کا قطع خون نکلنے
کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جائے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منها اذ للاکثر حکم الکل اور
حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہوں اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے تو تین رگوں کا
قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منها خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق
اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمیں خلاف ہے ہم شامی نے حاشیہ میں کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جبکہ قطع ہو جائیں
تو ذبیحہ حلال ہے اور امام ابویوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا شرط ہے یعنی اگر ہر رگ کا دو حصہ قطع ہو جاوے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا دھار دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند جس سے ذبح کرتے ہیں اور شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جاوے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین مگر جمے ہوئے دانت اور جمے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمیں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا ذبیحہ کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ نرہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مر جانے سے اور وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح میں شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہنچ جاوے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاء معجمہ پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر اور نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی کڑیوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما فی العنایۃ اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب سے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں ہے کہ برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہو پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جاوے تو ذبیحہ حلال نہیں ہے یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اسمیں یہ آیت قرآنی ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اسمیں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اُسوقت کھایا جاوے جبکہ ذبح کے وقت مسلم وہاں موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اُسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو هم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبح کرنا جانتے ہوں اور اُسپر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر منح الغفار میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ عقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو انکا ذبیحہ حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اُسکا ختنہ نہ ہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاوے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ معذور ہے کذا فی المنح لا اکل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا جیسے بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری هم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہ ہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقطا سے اور ظاہر محل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر ہو کر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہے اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی جبری ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ هم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی ما فی القنیہ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہیں اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں انکے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد زینیہ مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہے ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں ہے اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی جملا نہیں اور تمام متعلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہے اور اسمیں شک نہیں کہ جسکا مذہب اور بدعت موذی اسطرے الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اُسکے تکفیر میں اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضوں نے اُنکو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہیں سو اُنھوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں اُنپر احکام اسلام کے جاری ہیں اور

مسلمین میں شریک پاوینگے اپنے ہمارے شیخ نے ہاتھ میں کہا کہ ان اکثر اہل مذہب اسکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہا مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ وغیرہ ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اسکا باپ نبی ہو یا جبریہ شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذافی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر الا

بالعکس ای انتقل الیہ عزنا فیعتبر ولو کان عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تؤکل ذبیحتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت تو اگر یہودی یا مجوسی ہو جاوے تو اسکا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے مانند ہے یعنی اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً خلافاً للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اسکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکہ ناسیا حل خلافاً لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا جیسا کہ کھانے والے کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے

وان ذکر مع اسمہ تعالیٰ غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ لوجود الوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم ورد اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون عطف کے تو مکروہ ہے جیسا کہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے کہ یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذافی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان اور حموی میں نوازل سے منقول ہے کہ دال کو زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا ان عرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام ہونا اس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والا وجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذافی الزیلعی جیسا کہ مصنف نے اسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے اور شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور موید اس کلام کا وہ ہے جسے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی

وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ اللہ پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمیں مجکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لاباس بہ لعدم القران
اصلا یعنی اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے
اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ آپس غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں
بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی
مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کر دیا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری
روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ
ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفر لی لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی
نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال
الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے
ہم اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث تجزیہ قلت تقدم حملہ علی ما اذا نوی والا فلا یجزیہ وہیہنا [illegible]
فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لازم
ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہ ہوگا اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاوے یہاں اور وہاں جو مذکور ہو چکا جمعہ میں پس
تامل کرو مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور ایسا ہی اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر یعنی بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا
قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے
ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاوے اور وہ وجوب باحذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متعارف پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادتی
واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زمان قلیل جس سے
بچنا ممکن نہیں اور جسطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے
ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ
زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوا
ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج
نہیں اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے [illegible]

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر واراد بہ متابعۃ المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلاۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے موذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلاۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا تشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کیا بھی
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال
ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں ولو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حدد الشفرۃ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا
اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگئی کذا فی البزازیہ
ھم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالجار نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا سینہ گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے
حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے امام زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلاے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر میں بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شترمرغ اور لبط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں منیۃ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کرلے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صید مستانس
لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو
اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیخرج کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر وند
او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گرگیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اسکو قتل کیا جسپر
اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہو سکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا
او اشرفت ثورہ علی الہلاک وضاق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں

میں

مین سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار
نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا
اور بعضون نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک اُس تک
نہین پہونچ سکتا تو اگر اُسکی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہین اور اگر فوت ہوجانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر
جب کہ مالک کے پاس سے اُڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح
کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے
اور اگر اور مقام پر لگا تو اُسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی ان الجنین مثلہ وتحلہ لم یتذکی بذکاۃ امہ تحذفت ا
ان اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی مان کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا
ہم یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاے وقالا ان تم خلقہ
اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ
کے بچہ کی خلقت پوری ہوچکی ہے تو کھایا جاے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو
تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ
ذکاۃ امہ بہ رفع ونصب دونون طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہین اُسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ
وہ قوی تر ہے تشبیہ مین اول سے کقول الشاعر وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم الیقین بموتہ اور
مان کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہے کیونکہ اُسکی موت کا یقین نہین ہے یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت
یقینی نہ ہوئی ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی مان کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی مان کا ذبح کرنا جائز
نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہے چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ
فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب
اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر یعنی پرند چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے
اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیش دار ہے لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا
اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل
بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی
مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے
وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعتان حیوانات
کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعا تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے اُنھین کی خو سے بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات
مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے
اور رینگنے والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور

سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الجوہرہ
عن الاتقانی و الحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے بخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہے و ہم پالو
گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاوے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی
امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
ہمیں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اُس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے
پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے
اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو بصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول
وجیہ تر ہم اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھاجانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعند
الثلثۃ تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیشدار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ یخلق بالخباثث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتی ہیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانتی ہیں ہم غراب ابقع وہ ہے جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدہ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس
ہم سید الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
غراب اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب و
ما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں
حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وہو طائر دون الرخم یشبہ الرخم وکلہا من سباع البہائم اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کمہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ہم یہ یربوع جیسا نورہ ہے
چوہے کے مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو میں گھونس ہے اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ
ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ وہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی الا
حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا مادہ اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ما یجس ولو طافیۃ مجروحۃ وہبانیہ سب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی
ہو اور گو نہ تھی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی تیرتی ہوئی مچھلی کذا فی الدر۔ تعبیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وہو مابطنہ من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہے فلو ظہرہ من فوق فلیس بطافیۃ فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو طافی مچھلی کے پیٹ میں ہے ھم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں کی موت
آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شئی فموتہ بآفۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندھنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنی تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ھم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گھیری خطیرہ میں کہ اس سے
نکل نہیں سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے سو اسمیں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا
سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدر والا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک
فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر
مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب میں منقول ہے کہ سب
مچھلیاں حلال ہیں سوائے جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلا لاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی
نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہیں وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر اول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ھم یعنی نجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق
ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا صحیح قول ہے
ھم عقعق بروزن قنفذ پرندہ واطبق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اسکو مہوکھا کہتے ہیں
طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمیں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بدشگونی اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس بہ یعنی اسکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں

تو مین سے کہا وہ نجاست کھاتا ہو تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو کھاتا ہو دوسری چیز سے ملا کر کھاتا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاوے چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ عفونت کر دیوے چنانچہ مرغی مخلات کہ بدبو ہو کذا فی فتاوی قاضیخان سمعنا ای مع الذکاۃ کہ چپت کا کوا اور خرگوش اور تحقیق حلال ہین ذبح کے ساتھ اب مناسب معلوم ہوا کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتبرہ مین مذکور ہے فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ انعام یعنی چارپائے اہلی چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسی طرح اسکے مانند جو درندہ نہین ہین چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغابی اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سودائی اور زرزور اور عصفور یعنی جمیع اقسام کنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور سباع یعنی چیر پھاڑ درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور سوسمار وحشی اور گوہ اور نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور چوہا اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور چچڑی اور جھینگر پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ صقر یعنی چرغ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب الابقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہی ما فی الخانیۃ فائدہ جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہے سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال نہین سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو ٹکٹکی بھی کہتے ہین اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت مین خلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاؤ اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرغ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان فذبح ما لا یوکل لحمہ یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہین اسکا ذبح کر ڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر ماکولات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کے مانند ہے اور اس کے حامل کی نماز باطل نہین ہوتی اور کھانے کے سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر تمام سے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی یعنی عدم حرکت و عدم خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے کہ انکا آنکھ کھولنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اس صورت مین جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وهذا یتاتی فی المنخنقۃ والمتردیۃ والنطیحۃ والتی فقر الذئب بطنها فذکاۃ هذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتها خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل اور اگر ذبح کے وقت معلوم ہو گئی کہ زندہ ہے تو حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نہ نکلا ہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ اس جانور مین جسکا گلا دبا گیا اور جو گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہی اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور
اسی پر فتوی ہی بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہی جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی
اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ ولم تدر حیاتھا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاھا لا تؤکل وان ضمتہ اکلت وان فتحت
عینیھا لا تؤکل وان ضمتھا اکلت وان مدت رجلھا لا تؤکل وان قبضتھا اکلت وان نام شعرھا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم
شعر علامۃ الموت لانھا استرخاء وضدھا حرکۃ تختص بالحی فدل علی حیاتہ وھذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتھا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال زیلعی بکری
ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھول دیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہی اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہی اور اگر
اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہی اور اگر اسنے پاؤن پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہی اور اگر اسکے بال سو گئے
یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہی اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہی تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت موت کی ہی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کا کھڑا ہونا یہ حرکات
سب زندے کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی ذبح
کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہی ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی [illegible] فان کانت المظروفۃ
صحیحۃ حلا یعنی المظروفۃ والظرف لموت المظروفۃ بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہی تندرست ہو تو
دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادثہ کے ہی یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ظاہر جانے سے وان لم تکن
صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرھا لاستحالتھا غذرۃ جوھرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تری اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو گل گئی ہو
تو ظرف حلال ہی نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہی نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل ازقسم گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ
مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تونے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہو تو اگر
مظروفہ صحیح و سالم ہی تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکے موہم ہی کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ
ظرف حلال ہی نہ مظروف تو مصنف کی تغیر عبارت سے یہ خلل دفع ہو گیا ولو وجد فیھا درۃ ملکھا حلالا ولو خاتما او دینارا لا لانہ لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا
تو پانیوالے کو اسکی ملک حلال ہی اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہی ہم اس مسئلہ مین تفصیل ہی جو ولوالجیہ مین
یون مذکور ہی کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہی تو وہ پانیوالے کا ہی اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہی اور اگر موتی صدف مین
نہین ہی تو وہ پانیوالے کا ملک ہی اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا وہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من
العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو وہ ذبیحہ
حرام ہی اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام لیا ہو اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام مین یون ہی کہ جب حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہی تو اسکی
تعظیم کیواسطے یا اولیا محبت کے جھوک دینے کیواسطے تاکہ [illegible] ذبح کرتے ہین اور حاکم اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین تو ہم اسکو ذبح کرنا [illegible]
حلال نہین کھانا ذبیحہ مذکور حرام ہی اگرچہ اللہ تعالی کا نام لیا گیا ہو اور [illegible] ہی کہ تعظیم غیر خدا کی ثابت ہو جاوے انتہی [illegible] سے معلوم ہوا کہ
یہ جو ہندوستان مین بالعموم رواج ہی کہ منت مانگ کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مردار ہی اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا
اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہی گو نیت [illegible]

سوم انکی غلطی ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہوجاتا ہی اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جاے صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے
حدیث مرفوع مروی ہی لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام
اللہ تعالی اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی
اللہ تعالی کی تعظیم ہی وھم سنخ الغفار مین ہی کہ جو یہ گمان کرتا ہی کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہی تو گویا بغیر خدا
غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح
نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہی کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل
منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے
اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہی کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالی کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے
واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ
حرام ہوگا حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہ ہی کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا اسکے آنے کے بعد
تھوڑی دیر مین اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین اور اگر اسکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو اسیطرح درست ہی بلا شبہہ اور اگر صرف تعظیم ہو
تو حرام اور مذبوح مردار ہی پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہین اسلیے کہ کبھی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہی اور قاصد خود اسکو کھاتا ہی اور
اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہی کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہو تو حرام ہی والا حلال ہی وہل یکفر قولان بزازیہ وشرح
وہبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہی اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہی اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہی کذا فی البزازیہ وشرح الوہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ
انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ولعلہ قال ... وما علیہ جمہورہم قائل کافر والفضلی واسمعیل لیس بکفر مین
کہتا ہون ومنیہ کی کتاب الصید مین یہ ہی کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہی اور ذابح کافر نہین ہی اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہین کرتے ہین کہ وہ اس
ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو ذکر کرکے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما
کے نزدیک کافر ہی اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہین کہتے ہین ہم ہرچند تکفیر اختلافی مین عدم تکفیر راجح ہی لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا
چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثنا
فتاملہ کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہوگیا حیوان حی
یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہی چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق مین دانت طاہر ہی اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہی
کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہی چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہی جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے
کہ حی کا لفظ مطلق ہی تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہی مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت
کرتا ہی استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر ہم اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہی زندہ صورۃ
سے نہ زندہ حکما سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچھ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے مراد یہ ہی کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃ
یعنی صورۃ زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین ہی کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہی یا عام مراد ہی اگرچہ حکم مختلف نہین ہی
دونون صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہوجا اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہی وہ ماکول ہی

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان المأکول لان
الباقی من الحیوٰۃ غیر معتبر اصلا بزازیہ قابت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہے
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ او ذنبہ قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین تمہ ہم نے کتاب الطہارۃ مین
شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا ہے ماں کے اعتبار سے واعتبر حلال
البغال امھاتھا الخیل قطعا والکراہۃ تنزیہ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعا خچرون کا گوشت حالانکہ مان انکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی تنزیہی ہے یعنی جس خچر کی مان
گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ولو نزی کلب فوق عنز فجاء را + نتاج لہ راس کالکلب فینظر + اور اگر کتے نے بکری پر
یعنی جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے فان اکلت لحما فکلب فلیجتنبا + وان اکلت نبتا فذا الراس یجتز + سو اگر اسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جاوے یعنی اسکا کھانا نچاہیے وان یکلا یاتیہا وان اکلت اذا + وذانا فضربہا والیصاح
یجتبر + اور سوا سر کے باقی گوشت کھایا جاوے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کھاوے تو اسکو اذا اور اسکا چلانا خبردار کر لگا ہم یعنی اگر بارے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلاوے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاوے اور باقی کھایا جاوے کذا فی الطحطاوی وان تکلت فاذبح فان
کرتھا بدا + فغیرہ والا فہو کالب فیقطر + اور اگر شکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونون کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن
سر اسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اسکا کھانا نچاہیے وفی معایاتہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہے وای اشیاء دوی
ذبح تحلیلہا + ومن ذی الذی ضحی ولادم ینہر + اور کون بکری ہے جسکو بہ دن ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہانتک کہ وقت
ضحی داخل ہوا اور اسنے خون نہین جاری کیا مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب تو ترجمہ مین مذکور ہو گیا محل
سوال فقط لفظ ہے ضحی کا تو ظاہرا اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنا اور عدم خونریزی مین منافات
ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ اٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور صوف
اور وبر یعنے روئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زاد الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیہ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنے ذبیحہ
عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشی باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاوے من قبیل
نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اسکو ذبح کرتے
ہین کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت مین تصرف کرنے سے تملیک اور
اباحت ہے انتہے واقعات مین ہے کہ قربانی کا خریدنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خون ریزی سے حاصل ہوتی ہے
وہ صدقات سے نہین ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت مین ہم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذی تتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اُسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکاۃ میں مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی ۵۶ روپیہ یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۶ روپیہ کا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی نہیں خواہ بالفعل اُسمیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اُس وقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب اُن کی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی تصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا الوقت وہو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اُسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایوں کے نہ سوائے اُسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اُضحیہ کو تصدق کر دے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مصفات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یمین اور صدقہ فطر سے کمتر ہے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذیحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ و لم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اُسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقاء وجوب کے واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اُسمیں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا المیسرۃ وہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت المیسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہو گیا فطرہ کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

تشبیہ و تاکید ۱۲ — یعنی عمداً ۱۲ — اختیار دینا ۱۲

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اُسکی قیمت کا تصدق
کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ھم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ اُنکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے
نہ میسرہ سے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریة او بادیة عینی فلا تجب علی حاج مسافر
فاما اہل مکة فتلزمہم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانون یا جنگل مین کذا فی العینی تو مسافر پر قربانی
واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو
کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہے موسر لیسار الفطرة عن نفسه لا عن طفله علی الظاہر بخلاف الفطرة اُس مقدور والے
پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایة کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب
ہے ھم اور ظاہر الروایة پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اُس ولد صغیر اور اپنے اُس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور حاوی کی
طرف سے منسوب ہے کذا فی الطحطاوی شاة بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعله او سبع بدنة ہی الابل والبقر سمیت به لضخامتها اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دنبہ بھیڑ
بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا اُنکی ضخامت یعنی تناوری اور بڑا ہونے کے سبب سے شارح نے کہا
شاة بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اُسکا فاعل ہے ھم فاعل تجب کا تو تضحیہ مصرح ہے تو شاة نہ اس سے بدل ہو سکتا ہے نہ اُسکا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف
کی تقدیر اُسکی یون ہے والمضحی به شاة کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو
سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ قربانی ایک قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہین مگر قیاس
متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہین تو وہ اصل
قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی
ھم یعنی شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا مال میراث
چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس
فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہ ہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت
نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا وتجزی عما دون سبعة بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی
درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصب علی الظرفیة یوم النحر الی اخر ایامہ وہی ثلثة افضلها اولها واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر
کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی افضل اُن قربانی کا پہلا دن ہے شارح
نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ھم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی
الحموی ولیضحی عن ولده الصغیر من ماله صححه فی الہدایة وقیل لا صححه فی الکافی قال البہنسی للاب ان یفعله من مال طفله ورجحه ابن الشحنة قلت وہو المعتمد لما فی متن
مواہب الرحمن من انه اصح ما یفتی به وعلله فی البرہان بانه ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکه فی مال ولده کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل
صدقة التطوع وعزاه للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ
قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ
نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اُس کی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو باپ اسکا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال مین چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو بسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی القول الاول بقولہ و اکل منہ الطفل و ادخر لہ قدر
حاجتہ و ما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب و خف لا بما یستہلک کخبز و نحوہ ابن کمال و کذا الجد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی لہذا اس قول سے
اور طفل کھاوے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جاوے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاوے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ
حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور یہی حکم ہے یعنی باپ کی مانند دادا
اور وصی ہے و صح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا و الا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک
ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاو مین جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان
کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی خرید کے وقت تو صحیح نہین از روے استحسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمین شریک کر لیا عالمگیریہ
مین ہے اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمین چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا
ارادہ کرے تو مکروہ نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ
شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کر چکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اس کی تو لا ممتنع ہے وجہ استحسان یہ
ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکون کو نہین پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکون کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج مین پڑین
اور حرج شرعا مدفوع ہے انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت
خرید کی پھر اسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہ ہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا و فوازی الاشتراک
قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و یقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاوے تول کر نہ
اٹکل کر ہم فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکون کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ
مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب مین
کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب مین کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو تو اب
جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر و اول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید و لو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب
اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن
خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی و بعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر و یجوز فی الغد و بعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ
فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور
گیارھوین اور بارھوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھوین بارھوین کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے
چنانچہ آگے مذکور ہوگا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل
مین و آخرہ قبیل غروب یوم الثالث و جوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے
تیرھوین تاریخ مین بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دونون ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے
تشریق نہین اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارھوین بارھوین اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین

پیرهوین والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اُس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات مین ہو اور قربانی
کرنے والا شہر مین ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر مین ہو اور قربانی کرنے والا دیہات مین تو قربانی جائز نہین مگر بعد نماز عید کے بخلاف
صدقہ فطر کہ اُسمین مکان فاعل معتبر ہے وحیلة مصری ارادہ التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر یعنی تو اُس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اُس مکان مین جہان مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہان فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی الدرر والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادة والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا تجب علیہ ان لم فی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہا لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر مین اور فقیر ہو انکے پچھلے
دن مین تو اُسپر قربانی واجب نہین اور اگر لڑکا پیدا ہوا پچھلے دن مین تو اُسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن مین تو اُسپر قربانی واجب نہین
ہم کہتے ہین کہ اُس کے مال مین قربانی واجب ہے موجب ایک قول کے چنانچہ ذکر ہو چکا تنبیہ لو ان الامام صلی بغیر طہارة تعاد الصلوة دون الاضحیة لانہا لما
قال بعض الصلوة للامام وحدہ وکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی یعنی اگر ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی بے طہارت پڑھائی ہے تو فقط
نماز پھیری جائیگی نہ قربانی اسواسطے کہ علما مین سے بعض عالم وہم ہو گیا ہے کہ نماز کا اعادہ کرے مگر امام تنہا تو اسمین اجتہاد کی گنجائش ہے شہری کذا
فی الزیلعی [illegible] اعادہ واجب ہے تو قربانی کا اعادہ کیا جائیگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا کہ قربانی اعادہ سے محفوظ
رہی وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی مین ہے کہ نماز اعادہ نہ کیا جائیگا مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیون کے ہم کہتے
ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق مین مشقت ہے وفی البزازیة بلدة فیہا فتنة فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر
جسمین فتنہ ہو یعنی وہان کا کوئی حاکم نہین ہے تو شہر والون نے نماز پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار مین ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم مین زیلعی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر متقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو عمد الترک من اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع مین ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہین جبتک زوال شمس نہ ہو انتہی ما فی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہین کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس سے تنافی کی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و
یجوز فی بقیة الایام قہستانی وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب قہستانی اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہین قبل زوال کے اول دن مین اور جائز ہے
باقی دنون مین کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن مین تو خبردار رہنا لو شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفة اجزأتہم الصلوة والتضحیة لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانة لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی
گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت
کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہین تو جواز صلوة اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا انکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط او خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیة ومضت ایامہا تصدق بہا حیة ناذر
فاعل تصدق لمعینة ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسمین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکے ملک مین بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ مین اُس کو قربانی

کرونگا کذا فی الدرر ولو ترکہا تصدق بہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اُسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان یعنی اور اگر
اُسکو ناقص کردیا بسبب عیب دار کردینے کے تو اُسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا
نذر کی قربانی سے نہ کھاوے اور اگر کھاوے تو جسقدر گوشت کھایا اُسکی قیمت خیرات کرے فقیر غنی علیہ شراؤہا لو جوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا او محتاج نے جانور
خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اُسکو زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اُسپر منع
ہوگا اُسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عادت ہے بنا بر مہم یعنی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہیں لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کر لیگا تو اُسپر واجب ہوجاویگی یہانتک
نہ بیچ سکیگا کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اُسکی بیع کی تو اُسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون
نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اُسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے اُسکا قربانی کرنا اسی حال میں تو پہلی صورت میں
قربانی نہو جاویگی جبتک زبان سے اُسکو واجب نہ کریگا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں یہ کہ نہیں اور
حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اُسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہوجاویگی کذا فی الطحطاوی
او تصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اُسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اُسنے
قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اُس بھیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے میں کافی ہو اور صورت
عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اُسکی قیمت تصدق کرے چاہے اُسکو زندہ خیرات کردے تا اُسکے عہدہ سے خارج ہوجیسے
جمعہ کی قضا فوت ہوجانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن
التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینے کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکری میں ملا دیا جاوے تو اُس کی
تمیز دور سے ممکن نہو ضان سے مراد وہ ہے جسکے الیہ ہو یعنی چکی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن
ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کیواسطے اتفاقی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں
جبتک ایکسال پورا نہ ہو اور دوسرا سال شروع نہ ہو اہ وصح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں یعنی غنم اور بقر اور
ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بھینس سے دو
سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر سنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اُسے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اگر اُسے زیادہ عمر کا ذبح ہو
تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے ہم یعنی اگر اُسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اُسکی بھی جائز ہے اور اگر اُسکی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اُسکی بھی جائز نہیں فرع مسائل الجملۃ شارح نے الشاۃ
افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گاے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں والکبش افضل من النعجۃ اذا
استویا قیمتہا اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اُسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی
الذخیرۃ والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور بادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں والانثی من الابل والبقر افضل حاوی
اور اونٹنی اور گاے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ میں ہے کہ
مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں
مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے ولدت الاضحیۃ ولدا قبل الذبح یذبح الولد معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی کے بچہ جنی قبل ذبح کے

پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاسے اُسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاسے بدون ذبح کرنے کے (ولو ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدہا
فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال الزیلعی ان وجبت عن
یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما) یعنی قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونون کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو
ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی
قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اُسکو خیرات کر دے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو یہی
جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونون قربانیون کو ذبح کرے کذا فی البنایۃ یعنی دونون قربانیون کا ذبح کرنا واجب ہے
کذا فی الظہیریۃ عن الخانیۃ (ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی) اور قربانی کرے اُس جانور کی جسکے سینگ پیدائش سے نہون اور خصی
بکرے کی اور قربانی کرے اُس دیوانے کی جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے (وان منعہا لا تجزئ) اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے جانور کی قربانی
کرنا جائز نہین (والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص) اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کی تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے علم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا
کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی سواسطے درست نہین (لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا) جائز نہین قربانی اندھے اور کانے اور ایسے نہایت
دبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین (والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح) اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک نہ چل سکے
اور ہدایہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہے جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نہ رکھے تو اسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور
جھکا چلتا ہو تو اُسکی قربانی درست ہے (والمریضۃ البین مرضہا) اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہو (ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او
العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلاق القطع علے الذہاب مجاز وانما یعرف بتقریب العلف) اور اُس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ
قطع ہو گئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے
سے معلوم ہوتا ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اُسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا
اور اُسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت
کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی
قول پر فتوی مذکور ہے اور شرح ملتقی مین قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی
ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے (او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی) اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہو تو اُسکی
قربانی جائز نہین ہے اسلیئے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی (ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ) اور قربانی جائز نہین بوڑھے جانور کی جسکے دانت نہین
اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون
(والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی) اور جائز نہین قربانی اُس بوچے کی جسکے پیدائشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو
اُسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اُسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ (والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابسہا) اور اُس
جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تھنون کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون (ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف) اور قربانی درست نہین نکٹے جانور کی جسکی ناک کٹ

کٹی ہو والمصرمۃ اطبائہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تھنوں کی نوکین نقد و سے ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع
ہوگیا ہو ولا الجداء التی لا الیۃ لہا خلقۃ اور درست نہین قربانی اس دنبہ کی جسکی پیدایشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لاینضج شرح وہبانیۃ وتمامہ فیہ
اور جائز نہین قربانی خنثٰی کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی
تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہین کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست
بھی کھاتا ہے اور چارا بھی کھاتا ہے تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اسکی جوئیں سماپے سے
جن نہین سکتی اور اسکی جو داغا گیا ہے اور اسکے دودھ نہین اترتا بلا مرض اور جسکی چھوٹی چکتی ہو دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو
کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک
اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اسپر واجب ہے کہ اور قربانی اسکے
قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب
علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی مین عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین
برخلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق مین کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اسکے تڑپنے
کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری
اخری فظہرت فعلی الغنی احداہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو اسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے
اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ہم بیستا مکرر ہو گیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن
الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں مین سے ایک شریک
مرگیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت
کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ ساتوان حصہ
عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد منہم لان
الاراقۃ لا تتجزی ہدایہ لما مر اور اگر چھ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہے یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو نہین کسی کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی
اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیرین یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا
قصد نہین رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید
اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام
محمد نے نوادر الضحایا مین اور اس باب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکے مفید ہے کہ نسخ
تو فقط وجوب کی بابت ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت
کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بیدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے قرن فرن مسائل ملحقۃ شتی ولو ان ثلثۃ
لاخیر اشتری کل واحد منہم شاۃ للاضحیۃ احدہم بعشرۃ والاخر بعشرین والاخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لایعرف کل واحد شاتہ بعینہا

واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد شاۃ تضحی بہا اجزاتہم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشی ولو اذن کل واحد منہم ان یذبحہا عنہ اجزاتہ ولا شی علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ونیا بیع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی کی ایک شخص نے دس درم کو خریدی کی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی کی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی کی اور ہر بکری کی قیمت اسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینون بکریان اسطرح مختلط ہو گئیں کہ تینون شخصون سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دیگا کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسنے دہ بکری قربانی کی جو ۱۰ درم سے خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر فاضل کا احتمال نہین لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہین ویاکل من لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنیوالا اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے انکی کشایش کرنیکے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستون کی ضیافت کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی مین سے جو سنت ہو درست ہے اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنے والے کو اسکا کھانا اور مالدارون کو کھلانا حلال نہین خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان تبیع سبعۃ وان علم ذلک والا فلیہ لیشہد بانفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اسکے ذبح کرنے کا امر کرے تا ناواقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یون کہہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو مین سترگنا ہوکر رکھا جائیگا کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ ورد اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنیکی لیاقت نہین رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بناوے اویبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے جیسے روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اسکی ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے

اُسکی بیع کے مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ وکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی القدسی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اُسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کردے کذا فی حاوی القدسی
امور مذکورہ اسواسطے جائز نہین کہ عبادت کا قائم کرنا اُسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہی بخلاف ما بعدہ لحصول المقصود مجتبی بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا
کترنا درست ہی بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیا اسواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہی ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہ للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہی نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح مکروہ ہی اور فقیہون مین سے بعضا فقیہ وہ ہین جنہون صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہی مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہی کذا فی الزیلعی ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علے
ما دل علیہ قولہ غلطا اولم یغلطا تیاوی ان کل واحد وکیلا عن الاخر دلالۃ ہدایۃ قال ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وتوہمہ عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلط کرین اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہو باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہی
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہرجاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونون کو قربانی کرنا منظور تھا اسواسطے سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ
سوا شرح کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہی کہ ذبح مالک کی طرف سے ہو قہستانیہ ویتحالان ولو اکلا ثم علما فلیتحالا اور دونون شخص باہم حلت کی
درخواست کرین یعنے معاف کرالین اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ و
تصدق بہا اور اگر دونون نے باہم تحلل کیا اور معاف نہ کردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے

قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزاتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل مین یہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے جانور
خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کر ڈالا بدون اُسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا
تو اس کے حق مین قربانی کفایت کرگئی اور اگر اُس سے تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اُس صورت مین ہی جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہین ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کما یصح لو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہی اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہی لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہی اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہین آتا ہی بلکہ کفر
لازم نہین آتا ہی جب تک کہ غصب کردہ کو حلال نجانے گا کذا فی الطحطاوی کما لو باعہا جیسے بیع صحیح ہی اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کرگیا اور مالک کو اُسکی قیمت
کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اُسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبۃ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت
کی بکری کی اگرچہ اُسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اُسکے غیر ملک مین قلت وظاہران العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشتراۃ فلیراجع مین کہتا ہون اور یہ
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسیطرح مشترکہ بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاوے ھم
بدائع مین عاریت کو ودیعت کے مانند مصرح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ و خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہین خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو
شخصون مین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترکہ کی قربانی کی تو اسمین تجویز بعلت خصلت ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً
فروع مسائل متعلقہ شارح کے لون اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی الخ طحطاوی نے کہا شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو دنبے چتکبرے شاید انمین رنگ سفید مین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان علی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للّٰہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اُسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے نذر کنندہ کے اُس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب قربانی دو وجہ
کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اُس نذر کا جسکے ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح مین تو اس قاعدہ
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے حلم مین جائز عتبیا ہما جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ اللحم لا الرقیق یعنی بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف
آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے تقسیم گوشت کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونون قربانی
ٹھہرینگے اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا وانما الافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما لو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان
الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمین سے فرض تو اسی قدر ہے جس پر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اُسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ھم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اُسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اُس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اُسکو قربانی کرلے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہون تو اُسکی
قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ وفیہا اراد المضحی فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان احد

احدہما التسمیۃ عمداً حرمت لان فعلہ لغیرہ فیقال ای شاۃ لا تحل بالتسمیۃ مرتین بل لا بد ان یسمی علیہا مرتین اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ
کیا سو دیا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اُسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو
ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے
تو یوں سوال کیا جاسکے کہ کون بھیڑ بکری ہے کہ جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ ضرور ہے کہ اُسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال
ای ذبیح لا یباح للاکل فیہ ان تسمی بذکر دون التکریر + فاجبت عنہ بالنص نقلاً لانہ شرط لانہ نفقیہ اور البتہ اُسکو نظم کیا ہے ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے
اور وہ نظم یہ ہے کون ذبیحہ ہے جسکی حالت میں یہ ضرور ہے کہ دو بار ذکر کیا جاوے صاحب تنزیہ کا یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاوے سو اُسکا جواب وہ نظم ہے
اسواسطے کہ ہم شعر کو نہیں لکھتے اور پسند نہیں کرتے فقلت فی الجواب خذ جوابا لسائل کالتنبیہ + من فقیہ مروی عن فقیہ + خیر الدین نے کہا تو میں نے
جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ جواب نظم میں جیسا کہ گذرچکا ہے اُس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہے فقیہ سے ہی شاۃ فی ذبحہا اشترک اثنان +
فکراہ الذکر شرطا کما مروی + ذاک ذبح قصاب وضع الید + مع الصاحب الذی یرجیہ + وہ بھیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو دو بار
نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہیں کہ وہ ذبح کرنا اُس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکھا اپنے اُس صاحب کے ساتھ جو اُسکی امید رکھتا ہے یا
خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہ ہو سکے علی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ + تو اُن دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب
ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہے تشبیہ اور تمثیل سے ولی الوہبانیۃ وشرحہا قال ولو ذبحا شاۃ معاتم واحد + اھل بسم اللہ فالشاۃ تحرم اور
وہبانیہ اور اُسکی شرح میں کہا اور اگر دو شخصوں نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہو گئی یعنی حرام واجب الترک ہے
وان یشتری ثلثا منہا ثلاثۃ + واشکل فالتوکیل بالذبح یسلم + اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں
کی شناخت میں حیران ہوں تو ذبح کا وکیل کر دینا کافی ہے ہم شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے
میں وکیل کریں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی تو اُسکے اذن سے تو بھی جائز ہے وکیل شراء الشاۃ للضان یشتری + ویصح خلاف العکس
والقول بحیر + خرید شاۃ کا وکیل اگر ضان یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہیں اور بانٹنے کی ابتدا
میں وکیل نقصان اُٹھاوے گا اس واسطے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونوں کو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا
سو اُسنے شاۃ یعنی الضان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اُسکا لینا لازم نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل
نے خرید کی اور درم سکے بانٹنے کے واسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ولو قال سود او فغیر صح لا + او قال کان
فی قربانا علینا بغیر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اُسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی خرید
تغییر کی تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے وفیمن
سمی نذر العشر الزموا + بتصحیح ایجاب الجمیع مشہر + علما نے دس قربانیوں کو لازم کیا ہے اُس شخص کے حق میں جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی
کی ایجاب کی تصحیح منتج اور مشہور قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ہے وعن میت بالامر لازم تصدق
والا فکل منہا ونبذ التجبر + اور اگر قربانی ہو میت کی طرف سے اُس کے امر سے تو لازم جانا اُسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت
کی طرف سے تو کھا اُس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابہ فی حقہ وہو اظہر + اور صغیر کے مال سے
تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ

مین مذکور ہوچکا ہے وہ واہب شاۃ کا رجوع بعد ذبحہا اضحیۃ عن صحتہا علیہا و یوجب اور بکری کا ہبہ کرنے والا اسکے ذبح ہوجانے کے بعد رجوع
کرسکتا ہے تو کفایت ہوگی اسکی طرف سے جسنے اسپر قربانی کی اور اسکو ثواب ملیگا مثلاً یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اسکو ایک بکری ہبہ
کی سو اسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا
فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے خطر اور اباحت کی یعنی اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے اور مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور
ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ
مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابون مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور انسے احتراز کرنا زہد اور
ورع ہے اور بعضی کتابون مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک و بد کہا ہے مناسبت ظاہرہ کتاب الحظر
والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیۃ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی
والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حا معجمہ و ظاء معجمہ لغت مین عبارت ہے منع اور حبس سے و شرعاً ما منع من استعمالہ شرعاً اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہے جس کا
استعمال شرعاً ممنوع ہے ہم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والحظر ضد المباح اور محظور ضد ہے مباح کی ہم یہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی غیر
مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ
مین کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب ثم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اور مباح وہ فعل ہے کہ جسکے کرنے اور نکرنے کی
لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اسوقت ہے جب عدم
نیت کے ہو اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کیے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ
ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہو وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب
مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اسکا ترک فرض ہے
چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا اور امام محمد جب اپنی کتابون مین
کراہت بولتے ہین تو اس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر
قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہو اسکو مکروہ کہتے ہین اور جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اس کے کرنے والے پر عذاب نہین لیکن
اسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک
مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت
اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب
یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو
مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب
ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی و یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا احتمال نہین یہ مفید الیقین ہی اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہی جسکا ثبوت قطعی ہی اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہی اور یہ مفید ظن ہی اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہی جسکا ثبوت ظنی ہی اور دلالت مفہوم قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث

حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن

شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم بحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہی کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہو جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین ولیکن اسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہی انتہی مافی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محروم ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہی کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہی اور اسکو حلال نہین کہا ہی کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہی اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہی کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہی کیونکہ اسکے نزدیک قطعی بھی حرام ہی اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار ہی اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہی اور جنت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہی نہ معاقب

بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی من قدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب

علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہی اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی شرح الملتقی یعنے حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی یہان تک کہ اس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہی حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہی اور مقتنی مین ہی کہ جو شخص مردار نہ کھاوے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نہ کھاوے یہان تک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار ہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبایع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یندفع الانسان الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہی لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرسکے و ماجور علیہ و

ہو مقدار ما یتمکن بہ من الصلوۃ قائما و من صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہی جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اسقدر کھانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی اداے فرض سے ضعیف ہو جاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہی قلت و فی

الملتقی بالعین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور ملتقی الابحر مین یون مذکور ہی کہ اسقدر کھانا فرض ہی جس سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہو جا علم اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہی تا کہ فرض عبادت ادا ہوین

ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوته اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو۔ وحرام عبر فی الخانیہ بیکرہ وہو ما فوقه ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنه انه افسد معدته وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اُسکے پیٹ میں فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اُسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو اور زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت غذا ہی اُنہیں ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اور جو شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا یستحی ضیفه او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اُسکا مہمان شرما وے یا مانند اسکے کسی اور غرض سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے ہم عذر کو چنانچہ زیادہ کھانا قی کرنے کے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور قی کر ڈالتے تھے سو اُنکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں تھوڑے کھانے کی اسقدر ریاضت کرنی کہ اسے عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا باس بانواع الفواکه وترکه افضل اور طرح طرح کے میوؤں کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اسکا ترک افضل ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ اسراف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھاسکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاسکے جس قدر سے اداے عبادت پر قادر ہو یا مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہے ہم مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ وسنۃ الاکل البسملۃ اوله والحمدلۃ آخره وغسل الیدین قبله وبعده ویبدا بالشباب قبله وبالشیوخ بعده ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمدللہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانا سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے اور کھانے کے بعد بڈھوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی ہم اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بھول جاوے تو یوں کہے بسم اللہ علی اوله وآخره اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اُسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمدللہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمدللہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اُسکی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل ہو جاوے سو اس سے ہاتھ دھونا اگر اثر اسمیں باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خان میں لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے اور مسنون ہے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمیں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاوے اور نہ اُسکو سونگھے اور نہ اُسکو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اُف کے آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اُنکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھاوے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھا

اسواسطے کہ طعام یکسان ہی بخلاف اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہاوے اسی طرح اگر طبق مین الوان طعام ہون تو ہر طرف سے کہانا درست ہی جیسا کہ مینا وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجہکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجہکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی حدیث مین وارد ہی کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہی اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی انکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھہ مبتلا کرتا ہی اور اسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی ردکہے کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اسوقت مین جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اسکا حال جانتا ہو اسکو اتنا کہانا دینا فرض ہی جسقدر سے وہ خروج اور ادا سے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہی گدہی کا گوشت اور اسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی بخلاف مالک کے کہ کراہت بیان دخیرہ سبب کے حق مین ہی اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابی یوسف للتداوی اور مکروہ ہی جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہی گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہی صاحب ہدایہ مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہی چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہی وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک کہ اسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بہیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہی جیسے وہ حیوان حلال ہی جو پالا گیا سور کے دودہ سے اسواسطے کہ اسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہی اسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہی اور اسیطرح جو بہیمت نجاسات سے بیچ جاوین تو اسکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصیہ شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اسکا کہانا حلال ہی اور مکروہ ہی کذا فی الزیلعی وکتاب الصید مین شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاؤ انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پس جب کہانا پینا انمین منع ہوا تو اسی طرح ان برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائیون سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہی چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہین ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ قہستانی کسینیۃ ومنہ ما حررہ فی الدرر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اسوقت ہی جب کہ انکو ابتداء استعمال کیجئے ان کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

لوگوں کے رواج کے موافق اور اگر ابتدائً استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جائے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتدائً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہے جبکہ اُنہیں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جائے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسیطرح مستعمل ہوں اور اگر اُنہیں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اسواسطے کہ اُنسے ابتدائً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر میں یعنی علامہ دوانی اور نوح صاحب اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اہل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے تو وراے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فی الطحطاوی ہم ہرچند درر کے موافق فتاوی عالمگیری میں صیدا سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال الوانیۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب او فضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی اباح ابوحنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت میں ہے جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اُسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذا فی الاختیار ہم ظاہرا کراہت اُسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور اداے سنت دونوں موجود ہیں اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اُسکو سیم کوب کہتے ہیں ہندی میں بدرا و جڑاؤ ہم منح الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی میں مرصع ہے اور قہستانی میں مزین بالفضۃ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت میں ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہے جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یتجنب موضع الفضۃ بنحو فم وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند میں بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہے اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن میں چاندی سونے کے پتر چڑھے ہیں اُس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح جو چاندی سونے کے پتر چڑھی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں

کھانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض یعنی جسپر سونے چاندی کا پتر کیا ہو اور اسیطرح ظرف مضبب اور کبھی اور مرصع ہو یعنی جہانپر چاندی سونے پر ٹکا ہو اور
اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور کرسی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اسپر قعود نہ واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ ای المفضض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتہما او لجام
اور رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوتھی میں یا ان دونوں کے قبضہ میں یا لگام یا رکاب
مین کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں ہم کافی میں ہے جبکہ چھری کی کوتھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الکتابۃ فی الثوب بذہب او فضۃ وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب یعنی
الاناء المفضض والکل اور اسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس میں
چاندی کا پتر جڑا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہ لانہ مستہلک لا یخلص فلا
عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلی یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ مطلی یعنی چاندی سونے کا پانی ہو گیا ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اسکی
کی نقطہ رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ
بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ میں نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت
اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک
ولو انثی والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ ہدیہ بھیجنے میں خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں
رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعہ ولو نحو زبیب و

علی ان یتبیّن بیعہ لان الظاہر کذا انہ وکیل فیہ او مأذون لہ فی التجارۃ سراج مین اسکی قید لگائی ہی جبکہ اسکی راے مین انکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہی تو اگر صنیہ صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اسکے ہاتھ بیچنا کچہ مضائقہ نہین اور اگر منقہ اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہین ہے اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہی اور اسکا پورا بیان سراج مین ہی ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال ترستا رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کہانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہی قبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ شبہ نہین ہو سکتا ہی ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہی معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہی کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہی تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کیا ہی کہان اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکہے اور لوگون کے پاس معاملات کے واسطے بہیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہی اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہی لہذا اسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہی کذا فی الزیلعی کما لو اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرای صدقہ کما مر یعنی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہی فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہی اگر خرید کرنے والے کے گمان مین اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بہی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور شرط ہی عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور غیر ممیز کا قبول کرنیکی اسمین کچہ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہی جو باز رہتا ہو اس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکہتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہی تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پہر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ کہین کہ یہ پانی ناپاک ہی تو وہان اٹکل کرے کہ ظن غالب پر عمل کرے نہ انکے قول پر ولو اراق الماء ثم تیمم فیما اذا غلب علی رایہ صدقہ وتوضأ وتیمم فیما اذا غلب علی رایہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پہر تیمم کرے اس صورت مین جبکہ اسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہی نجاست کی خبر مین اور وضو اور تیمم کرے اس صورت مین جبکہ اسکے گمان غالب ہو اسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہی وفی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہی اور اسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہی ہم اسمین اشارہ ہی کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہی اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہی کذا فی الطحطاوی واما الکافر فاذا غلب صدقہ فلعلہ کذبہ فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہی کہ جب اسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہی کذا فی القہستانی وا لخلاصۃ والخانیۃ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہی اور اسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑہے تو نماز جائز ہی اسواسطے کہ کافر کی خبر ملزم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑہنا مستحب ہی قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر ہین کہتا ہون لیکن کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکہتی ہی اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہ دلیل ہی کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہی اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے گا یعنی مسلم کی

خصوصیت مین تو حکم اسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلمان متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا کذا فی الغایۃ فی اوانی طاہرۃ ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہرۃ تحری وبالعکس او السواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہو ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر حال گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ ہو تو بیٹھے یا کہاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر خلاف شرع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وہان سے نکل جاے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کہانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ اسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کہاوے اور اگر اسکا غالب مال حلال ہے تو اسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اسکے مکان پر گیا تو جو اسکے ذمہ پر تہا ساقط ہوگیا اختیار ہے کہاوے یا نہ کہاوے نہ کہانے سے کچھ حرج نہین اور کہانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد نام و دم ہے یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگزاری چاہتا ہے خصوصاً اہل علم کو اسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الملتقط وفی مختصر فان قدر علی المنع فعل پہر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہو تو منع کرے یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہ ہو سکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے وان لم یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کے لوگ اقتداء و پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدا نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکل جاے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اسکے ٹہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ہم اور اسمین معصیت کا دروازہ کہولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تہا سو مین نے صبر کیا تو یہ انکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تہا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو ولعب پہلے سے معلوم کرجاے تو اصلا وہان نجاے خواہ وہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ہم ملاہی سے مین مستفتی

ہین بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیراندازی ودخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر مین گھس جاوے بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ھم یعنی ہر چند کسی کے گھر مین بلا اذن جانا درست نہین لیکن جب اُن لوگون نے خلاف شرع کے ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی الفتح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل مین نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ھم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ

استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ باجون کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اُس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہین گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اُس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ کش ہو جاوے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مین داخل کر لیا تھا اُسکی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر اُنمین فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہین انتہی ما فی البزازیۃ ولعلہ اراد بالکفر کما فی الاختیار او لاستحلال کما فی النہایۃ یا لذت سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اُسکا مضائقہ نہین چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز مین فی الجملہ مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبرون سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح مین ہے جو مینے ملتقی الابحر پر تعلیق کی ہے ھم شرح ملتقی مین شارح نے کہا ہے سن مروی ہے کہ شادی نکاح مین دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور مراد اُس دف سے وہ ہے جسمین جلاجل یعنی جھانجھ نہون اور اُسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا شیخ کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگون نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اُسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ مین ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالیٰ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا یعنی متاہل زمین مین اتراتے اور تبختر کی راہ سے اور رقص مین نہایت تبختر اور مجاہدت اور اترانا ہوتا ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہون نے کہا کہ غلبہ وجد مین رقص منع نہین جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع مین تا تارخانیہ مین وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات مرتعش کے مانند ہین اور یہ اس صورت مین ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام مین وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو ہمارے زمانے کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہین حرام ہے وہان بیٹھنا جائز نہین اور صوفیہ سابقین ایسا نہین کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہین کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور وہبیۃ تواجد نبوی صحیح نہین مصری سقلی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اُسکا وجد پہونچ جاوے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہو ورد وامکم کی انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غناء مجرد کا کتاب الشہادات مین مفصل مذکور ہو چکا فلیتذکر

فصل فی اللبس ۔ یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ۔ فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے ۔ بہتر یہ ہے
کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستینوں کا عرض بقدر ایک بالشت
کے چنانچہ سنت میں صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نبی ﷺ نے دو لباس شہرت سے یعنی جو نہایت
نفیس ہو اور نہایت خسیس ہو منع کیا ہے ۔ مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور
مباح مجالس میں نہ تمام اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سفید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ۔ ویحرم لبس الحریر ولو
بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی ۔ اور حرام ہے پہننا
حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیفہ یہ ہے کہ
ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو ۔ جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں
ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیفہ قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا
کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف ۔ حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن
دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ۔ ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور
بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے
مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی
پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر ۔ **او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب** ۔ اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے
امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ۔ ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی ضرب سے
بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ ۔ **علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ** ۔ یعنی ریشمی حرام ہے مرد پر
نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئی مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئی ہیں اور
بعضوں نے کہا نہ ملی نہ کھلی مراد ہیں ۔ شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملی نہ نہایت کھلی کذا فی العالمگیریۃ عن القنیہ
وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ فی القنیۃ ۔ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں
مشرح بیان ہے ہم اسکی توضیح کرتے ہیں قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں ان کے جمع کرنے میں خلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر
مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا
طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ ۔ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جاتی ہیں
تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے ۔ **وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس بشبرنا یرخص فیہ**
اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے
بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا ذکر ہے نہ طلسم ان
ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیہ ۔ طحطاوی نے کہا
اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا ۔ **وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل** زیلعی

اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اُسقدر ہو یعنی چار اُنگل اور اگر چار اُنگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین
او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبے میں ہے کہ نقش ونگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہو یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار اُنگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہے عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالے
عمامة علیہا علم من فضة قدر ثلاث اصابع لا باس ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبے میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش ونگار ہے
چاندی سے بقدر تین اُنگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش ونگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ یکرہ الجبة المکفوفة بحریر قلت
بہذا ثبت کراہتہ باعتادہ اہل زماننا من القمص البصریة اور مجتبے میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جسمیں حریر اطراف میں لگا ہو ریشمی گوٹ ایسا ہو میں کہتا ہوں اس روایت
سے ثابت ہو گئی کراہت اُسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہو بصری پیراہنوں کے پہننے کی ہے طحطاوی نے کہا یہ روایت خلاف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے یعنی عینی نے
نے کہا یہ حدیث صحیح میں اسطرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سوائے اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور آستینکے دونوں چاک
دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا اور حضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اُسکو دھو کر بیماروں کو واسطے اُسکی
برکت شفا حاصل کرتے ہیں انتہی اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اُس جبہ کی جیب یعنی گریبان آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اُس جبہ کا گریبان دیبا کا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اُسکو دشمنوں کے آنیکے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ملخصاً
مختصراً وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم منلا خسرو وصدر الشریعة لکن اطلاق الہدایة وغیرہا یخالفہ
اور مجتبے میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر غرر نے اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبے کے مخالف ہے
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصة عظیمة لمن ابتلی بہ فی
زماننا انتہی قلت قال شیخنا وظنی ان الراویة بالعقد علی الرمح فانہ حلال لو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رحمہ نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اُس قول کے جسمیں چار اُنگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے
اُس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے اُستاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے اھ روایت کی بشر نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار اُنگل ہو یا اُس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اُسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر یہ ہے خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل نہوئی ولا باس بکلة الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیة للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے خیمہ کا اور سہری
میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیة الکلة بالکسر الستر الرقیق والناموسیة لانہ لیس بلبس بل کالبیت والتقیید بالرجال لانہ
اور ناموسیہ ہے اسواسطے کہ وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علحدہ رہتا ہے قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے پھر دون

بچھونے کے واسطے یعنے بچھونا بچھایا اور مسہری کا اور پشتاخانہ معرب پشتہ خانہ ولقد شارح الوہبانیۃ فقال سعدی کلۃ الدیباج فالنوم جائز وفی القنیۃ والملتقی تردد فی ذلک اور شارح
وہبانیہ نے اسکا نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے اور ریشمی بچھونے پر سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں یہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منفذ من الدیباج
وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہیں اسواسطے کہ
وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور
اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے ہی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سا ہو یا کوئی چیز چاندی
سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر
تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے
واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ہل ہی بالحریر کذا فی المجتبیٰ اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبیٰ ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کے مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ میں ہے کہ مسلمان کو
اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنے مکان میں الماس وغیرہ کا چھت
پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریشم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا
باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لا باس بالعروۃ
القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ میں منتقی سے کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے
پیراہن کا یعنے خود لباس مستقل نہیں وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ
کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کی گھنڈیوں میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع
فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش ونگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ
ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے
انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ میں ہے علم یعنے نقش ونگار سونے سے مذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں
جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت میں بمعنی خیاطت مراد ہے اور
حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کفت ہے نہ کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا
ثابت ہے اسمیں چاندی سونا مذکور نہیں تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبۂ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصراً اقول وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے
کہ کفۃ القمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لپٹا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور
دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب غنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرعی بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم وتحل توسدہ وافتراشہ
والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر
سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے
لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں حلت کے

قول میں کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا وازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی بچھونا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی
چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع وتحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ
فکانت ہی المعتبرۃ دون السداۃ اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہے اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا
یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ ہی سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا
نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان الارجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من الہدایۃ
بل فی المجتبی ان اکثر المشایخ افتوا بحلہ اقول میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی
کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں اس کے اعتبار کرنے کا
قول مرجح ہے چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ نے بہ خلاف اسکے فتویٰ دیا ہے یعنے بہ خلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتویٰ
دیا ہے ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت ہذا کان فی زمانہم
واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی ودثار خانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز [illegible] منقطع ہو کر دریائی بکری کا صوف ہے انتہی میں
کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر پہلا سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی [illegible]
تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے [illegible] وعکسہ فی الحرب فقط [illegible]
فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں پہننا درست ہے
بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہو گا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب کذا فی السراج
ہم نے ظاہر اجماع کا نقل عنقریب معلوم ہو گا واما خالصہ فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک
لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ہم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہے تو اسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین حلال نہیں
اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اس میں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے خلاف ہے اسواسطے کہ اس میں یوں ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ
اس میں ضرورت ہے اور حریر خالص زیادہ سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک کے سبب سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ
میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب
میں کہتا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو
حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کانہ قز فاما
اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور
حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب
ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی ما فی الحاوی

اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت میں بافتہ کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود داری کا بنا بر قول
ان کے پس اگر ایسا ہو تو اسکو بھی کہے یعنی اگر اسکی پشت کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہو یعنی دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ریشمگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مردوں کو ہاں گر کسم کا رنگ ہی
مکروہ ہے چنانچہ شامی نے اس کا بیان کیا ہے ایک گواس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے ومفادہ انہ لا یکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے وفی المجتبی
والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابوالمکارم کی شرح نقایہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے اسواسطے کہ لا باس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل
ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور گیرو اور کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ
فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں لوبا احمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنی جب بلا قید کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور
تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے حکم میں ایک رسالہ ہے
اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ لوبا احمر مستحب ہے اور امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیری
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ
وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرایش کا قصد
نہ کرے یعنی وہ آرایش جو تکبر اور تجبر ہو وقنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی ظاہر یہ ہے کہ اگر
تمام کمر بند چاندی کا ہو تو اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حائل یعنی حمائل جو سیف ہے کمر بند اور
حلیہ سیف مستثنی کا درست نہیں لیکن چاندی پر کچھ کام درست ہے اس واسطے کہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم
یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ لبس حریر ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجی حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی پٹی کا حلال نہیں جس کا بیچ
دیبا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہ ہو اور اسمیں یہ بات ہے کہ ورق کے لبس پہنے ہے کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے
پہننے کا حکم آگے آوے گا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت
رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہ کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلاخسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہ تا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور منلاخسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگینہ
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اسمیں بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض شفعا الشبہ میں
اشتباہ والتحریم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ

فی شرح الوہبانیۃ پھر جب پیتل وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلیے کہ اسمیں اعانت ناجائز ہے اور یہ
فعل کرنا جاننے کی طرف [illegible] ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر و عقیق و یاقوت وغیرہا اور
چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگینہ کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے [illegible] کہ پتھر کی انگوٹھی جائز
نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں [illegible] نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل نگینہ میں [illegible] جائی ہو تو اسکا
[illegible] نگینہ پتھر کے [illegible] چاندی کا تابع ہے [illegible] ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل الیمنی الا انہ من شعار الروافض
فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو ہتھیلی کی طرف کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ میں مگر یہ روافض کا
شعار ہے تو پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کہ یہ بھی روافض کا شعار [illegible] ہو گیا سو [illegible] انگوٹھی [illegible]
[illegible] کذا فی مجمع الفتاوی [illegible] ولا یزید علی مثقال
ولا یزید علی مثقال اور نگینہ پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے [illegible] یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور محمد رسول اللہ نقش نہ کرے اور زیادہ انگوٹھی کا وزن ایک مثقال سے زیادہ نہ کرے
اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی [illegible] یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کندہ [illegible] خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی انگشتری کا نقش
کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ [illegible] صدیق اکبر کے نگینہ پر نعم القادر اللہ تھا اور عمر فاروق کا نقش نگینہ کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا
نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضیٰ کا نقش الملک للہ اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا
نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر الملتقی عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور
سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ [illegible] تو انکو مہر رکھنا ضرور ہے [illegible]
اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تمر تاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن ہمارے علما نے
اسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ
چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا وے یعنی جسکی ناک قطع ہو گئی ہو کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اسکو
الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اسکا پہنانا اور پلانا
بھی حرام ہے حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا امرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ ولا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بلک اومخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ
نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے بشرطیکہ رفع حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجمل کے واسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو
وہ عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو ولا التمیمۃ ہی خیط یربط بالاصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا
اور تمیمہ مکروہ نہیں تمیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھی پر باندھا جاتا ہے یاد رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ
مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ فرع سماہ المصنف شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو
تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جانے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

فصل فی النظر والمس اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی امرد صبیح الوجہ وقد مر
فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبی اگر چہ وہ بے ریش خوبصورت ہو
اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا ہے امرد صبیح کا دیکھنا اس وقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے والا وہ ممنوع ہے عورت کے ہے از سر تا قدم

اسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں ہے کذا فی الملتقی والاولیٰ تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر
اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معروف بالف ولام تاکہ اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو
ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہی طرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنے تنظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ مقام مغائرت کے واسطے کفایت
کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے
زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہوں نہیں تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ اگر
مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنے کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام الزاہدی تو قہستانی کی غلط
فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنیکا مضائقہ نہیں اگر اسپر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم
ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہانتک کہ اسکی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ
شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اسکے کہ
جو ناف سے اسکے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور ناف عورت نہیں ہے اور
عورت نہیں ہم عورت غلیظہ ہے ال اور پھر اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی
دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ٹھکنے کا امر کرے اور ادب سے یعنے اگر نہ مانے تو مارے کذا فی الملتقی و من سیتعہ الطحطاوی
وطیہا فخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبیٰ و الی کل بالمغفاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا فینظر الیہا قہستانی
قلت وقد یجاب بانہ نظر علی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولیٰ ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی قربت اسکو
حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی
اور مکاتبہ لونڈی اور مشترکہ کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب حرام ہے نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم
بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبیٰ اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اس عورت کا جسکا شوہر اور
پس ایک ہو گیا ہے پردہ بیٹھ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور کبھی یوں جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ
قاعدہ مذکورہ اکثری ہے کلی ہم لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ خواہ وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی
شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہو جاویں گدھوں کی مانند کذا فی الطحطاوی
ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ
فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی
ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی
حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اسکا اصول اور فروع
اور خوشدامن والا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی
محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ وتلک المذکورات
مواقع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے ازواج کو یا اپنے آبا اور

اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا [illegible]
اور یہ استثنا ہر ایک مواضع میں زینت کے ہے بغیر پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں ہیں [illegible] زینت اور [illegible]
زینت کو مطلقاً ذکر کیا مبالغہ ہو لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار [illegible] کا موضع ہے
کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو بازو بند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنا بندی کی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے
قدم محل حنا بندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع جوڑا ہے کذا فی [illegible] ولو [illegible] ام ولد [illegible]
حکم اگر [illegible] ام ولد ہو [illegible] اپنی محرم عورت کے [illegible] گھر [illegible] تو اگر [illegible]
کھلنا جائز ہے [illegible] باعث [illegible] والمحل النظر [illegible]
[illegible] قال علیہ الصلوۃ والسلام [illegible]
[illegible] فالمحل النظر والمس [illegible] حلال ہے [illegible] عورت کے [illegible]
[illegible] مرد کو اپنی [illegible] شہوت کا خوف نہ ہو [illegible]
السلام کا سر [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام [illegible] اپنی ماں کا قدم [illegible]
خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اسکو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا [illegible]
فلا یحل المس [illegible] الشہوۃ [illegible] حرمۃ المصاہرۃ [illegible] حلال [illegible]
چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال ہے مگر اسکا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے [illegible]
مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے [illegible] فی الاشباہ [illegible] فلا باس [illegible] اپنی چہرہ اور کف دست کا [illegible]
جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی [illegible] شہوت اور محبت کے لائق نہیں رہی تو اسکا مصافحہ [illegible]
[illegible] الا اور جبکہ بڑھی کا ہاتھ چھونا درست ہے اگر مرد [illegible] ہوگا اور
خالی مکان میں [illegible] جائز ہے لیکن دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو [illegible]
[illegible] فی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام [illegible]
مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت [illegible] کے واسطے خلوت درست ہے [illegible]
گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڑھی عورت سے جو نہایت بڈھی ہو یا خلوت درست ہو کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب یعنی کوئی چیز مرد اور عورت
کے درمیان آڑ ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ [illegible]
محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں [illegible] الجوہرۃ والکلام الاجنبیۃ [illegible]
[illegible] السلام علیہا [illegible] جوہرہ سے منقول ہے اور صرف واسطے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد
اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے
اگر بڑھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمیں بالعکس
حکم ہے خانیہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہو تو اپنے دل میں جواب دے [illegible] اگر جوان [illegible] عورت

عورت حسینہ کو غیر محرم مرد پکار سکے یہ جب ہے کہ اندیشہ نہ ہو کذا فی الطحطاوی وبیان ان لفظہ لا فی اصل القہستانی وکلمہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بہرہ کی تردید
مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی دیکھنا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا چاہیے یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہو اور حالانکہ جو بہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولمس فی کلک ای ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہو ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ثم یعنی اگر لونڈی
کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پانوں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا چاہیے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپاوے اسوجہ سے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے ولا ینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبیٰ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تاتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبیٰ دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیۃ ثم قدم
اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے
اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا
فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے ورنہ تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر درصورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد
یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اسکا نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضائے شہوت
کے واسطے بالقدر الامکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ومشتریہا ومداویہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

فینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنیوالا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اسواسطے
کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو لیکن
اسمیں ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہے تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت یعنی لاغری کے سبب جس سے تلف
ہو جانیکا خوف ہے تو حلال ہے ورنہیں تو حلال نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا النظر فی القابلۃ والختان اور اسیطرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور حقنہ کرنیوالے کا بقدر ضرورت حلال
ہے ہم جیسا ہدایہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو نیچی رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایک بیمار موضع مرض پر کفایت کرے
اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہمجنس کی نظر سہل تر ہے بہ نسبت غیر جنس کے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بسبب تعلیم کے علاج
نہ کر سکے اور خوف ہو شدت درد و ہلاکت کا تو سارا بدن چھپا کر فقط اسقدر کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور بقدر امکان نگاہ بچائے سوا اس جگہ کے اور اسمیں محرم و غیر محرم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ اعضاء وجہت عورت کا دیکھنا حلال نہیں ہے بسبب محرمیت کے وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں ہے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اسواسطے کہ
ضرورت داعی انکشاف ہے آپسمیں مجالست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت درست ہے یا نہیں مثل رجل کے
محرمہ والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج
وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسیطرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت کا
خوف نہو فان لم تامن ذلک او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت
ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان
کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبیٰ اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ
الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرہا او
شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف
الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو گودے

دوسری عورت کا بدن کو دیکھے اور چھوئے اور جو عورت دوسری عورت [illegible] یا کبھی باوا وجود شہوت یا کسی کے ساتھ اور جو عورت دوسری عورت [illegible]

بال مونچھ [illegible] اور جو اوسے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اجنبی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مثل [illegible]

کے برابر ہیں ہم خصی وہ ہے جسکے فوطے نکل گئے ہوں اور مجبوب وہ ہے جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹے گئے ہوں اور مخنث وہ ہے جو مردوں کا سا جسم رکھتا ہو [illegible]

کرنا چاہیے سوا اسکے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضون نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے [illegible] مقطوع الذکر [illegible]

بھی شہوت ہوتی ہے اور مساحقہ کرتا ہے اور اسکو انزال بھی ہوتا ہے اور [illegible] اور مخنث زنانے اور زنانے کو بھی کہتے ہیں جیسے کہ عورتون اور زنانان میں عورتون کے [illegible]

اور عورتون کی [illegible] فقہا نے کہا کہ ایسا مرد کا اختلاط عورتون سے ممنوع ہے [illegible] قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

[illegible] فی الکبری [illegible] فی التجرید والدرایۃ [illegible] الذکر [illegible]

نہیں [illegible] ہوگئی [illegible] فتاوی کبری [illegible] ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قاضی خان [illegible] وہ حلال نہیں [illegible]

کذا فی الشامی [illegible] اور جو [illegible] حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایمانداروں سے کہ اپنی نظرون کو نیچی رکھیں اور

اپنی شرمگاہون کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مونین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتون کی طرف حلال نہیں [illegible]

[illegible] باذن حرۃ [illegible] ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت

سے جدا ہوکر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اسکے اذن سے اور

غیر کی لونڈی ہے تو اسکے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب براءت سے مطلقا اور شرع میں حکم جاریہ کی طلب براءت حمل ہے [illegible]

بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسیوقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد [illegible] من انواع الملک شراء او ارث

وصیۃ و رفع جنایۃ [illegible] بعد القبض [illegible] شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا [illegible] انتفاع کا کسی وجہ سے ملک کی وجوہ سے جیسے ملک حاصل خریدنے یا میراث

میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہوجانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند اسکے جیسا کہ ہبہ یا رجوع عن الہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت

یا عتق غلام اس طرح پر کہ لونڈی عوض میں یا خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدہ بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ [illegible]

اور مالک جاریہ ہے کہ استمتاع کی قید لگائی گئی تاکہ خرید زوجہ کا مسئلہ نکلجائے جیسا کہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ او عبد [illegible]

[illegible] والاستبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسا کہ اپنے

مکاتب اور باذون سے خریدی ہو جسکا غلام باذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب معتبر [illegible]

[illegible] مکاتب اور باذون مستغرق الدین کے مولی کی ملک نہیں امام کے نزدیک [illegible] تو استبراء بھی واجب ہوگا

بخلاف مکاتب [illegible] غیر محرم [illegible] یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد ہوجانے

محرم ہم محرم غیر نسبی جیسا کہ خریدنا جاریہ کا اسکی رضاعی بہن سے یا ابن و الحال سے کذا فی الطحطاوی والحسن الحلبی علی شرح الوقایہ او من مال صبی او طفلہ

یا جاریہ خریدی [illegible] اگرچہ [illegible] مشتری کا [illegible] دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر الملک [illegible]

[illegible] اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی غیر ملک میں [illegible]

ہو جانے کے بعد معلوم ہو جاتے ہیں ... اور دواعی جماع جیسا کہ مس اور بوسہ ... اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اسکا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اسکے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اسکی ام ولد
ہوگی اور بیع اسکی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر مالک سے واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن تحیض او بشہر فی ذوات اشہر وہی صغیرۃ والآیسۃ والمنقطعۃ حیضہا جو لونڈی کا
مالک ہوا تو اسپر اسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہیں یہانتک کہ اسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورتوں میں اور مہینہ
گذر جانے سے مہینوں والی عورتوں میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جسکا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہو لیکن اسکو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی البحر فاد
یعنی اگر جوان لونڈی ہے تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے
وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد وغیرہ نے ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار شدہ لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے جب تک وضع حمل نہ کرے اور نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض آ جائے کذا فی الزیلعی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر
صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر حیض آ گیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنی استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینا اسکا بدل تو اصل کو بدل کے ...
... ولو ارتفع حیضہا بان صارت ممتدۃ الطہر ... استبراء بالشہر ... امام محمد ... اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اس طرح پر کہ اسکا
طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے
واستحسنہ ... ایام ... وغیرہ فلیحفظ ... کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ ... کذا فی البحر ...
وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا ... ملکہا فیہا والولادۃ بعد الملک قبل
قبضہا والولادۃ ... استبرا میں شمار نہ کرے اس حیض کو ... مشتری اسکا مالک ہوا اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو
مالک ہونے کے بعد اسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ذلک ...
وبعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہو بعد عقد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر
جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء
الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ
اسکو شراء صحیح سے خرید کرے ... ملک کے لیئے کہ بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاسے ویجب ان اشتری نصیب شریکہ ...
بینہما لتمام ملکہ الان اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہو دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اسکی ملک کے اب یعنی ایک
لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہی سو ایک نے دوسرے کا حصہ لے لیا تو اسپر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ شریک مشتری اب اسکا پورا مالک ہوا ... مجوسیۃ
او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ فکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک ... استبرا کے واسطے
کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل
استبرا کے پھر انکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی
حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای فی دار الاسلام خانیۃ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ
کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیۃ ثم القہستانی نے کہا اس عبارت میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پس
پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اسکے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین کے نزدیک
اسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اسکے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اسکو لیکے دار الحرب میں گئے

تو امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک مالک پر حکم نہ ہوگا سوا اگر یہ باندی اپنے مالک کے پاس پلٹ آ گئی تو سب کے نزدیک اسپر استبراء واجب ہوگا انتہی تو یہ جب بالتفصیل
ہے اگر غنیمت سے وہ جاریہ مراد ہو جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں پکڑ سکے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن کا قول صحیح
ہے اور جو کہ شارح نے کہا خلل ہے کذا فی الطحطاوی وہو ولو المغصوبۃ اذا ردہا الغاصب فاتیۃ او جاریۃ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہیں ہے بلکہ اسکو غاصب
نے بیچ ڈالا الا فی التاتارخانیہ اور اگر غاصب نے بعد بیع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا جانتا ہوگا تو مالک
پر استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو صورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری کے استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وفکت المرہونۃ
لعدم انتقال الملک اور مستاجرہ اور مرہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہونے کے سبب یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک
زائل نہوگی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وفسخت ثم البائع بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو
توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط الخیار یعنی جاکر اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے
سبب بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضہا ان لم
یطاہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو
ہے کیونکہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا البتہ استبراء کیونکہ واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر
استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار و پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ
شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور
اسپر قبضہ کیا پھر اسکی عدت منقضی ہو گئی تو اسکا استبراء نہ کرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ہم
صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت
وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اسپر استبراء واجب نہیں ہے اگر عدت قبل از قبض منقضی
ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا
بدائع اور کچھ مضائقہ نہیں ساقط استبراء کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا
حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت
معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور درصورت قربت محمد رح کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں کیا حلال
نہیں کہ ایک عورت سے اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نکی تو یہ نہی متحقق نہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے
تو ہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اماء ان ینکحہا ثم یقبضہا ثم یشتریہا فیحل له الحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ
لا یجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جسوقت کہ اسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اسپر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کرے
تو وہ جاریہ اسیوقت اسکو حلال ہو گی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہوگا ہم قبل خرید کے
قبض ہوا اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبراء ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں طلاق
مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا ہے کہ قبض شرط ہے

دخول اور مشہور قول شمس الائمہ سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول صحیح تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً نقل فی الدرر
عن الظہیریۃ انہ یشترط الدخول قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر میں ظہیریہ سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خریدنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے علم وجہ مذکور
یہ ہے کہ بعد وطی کے خریدنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بمجرد خریدنے کے نکاح باطل ہوجاویگا پھر جب ملک کے
وقت نکاح نہ رہا تو استبراء واجب ہوگیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان یزوجہا
البائع او غیرہ ممن یوثق بہ کما یجی قبل الشراء او ان ینکحہا المشتری قبل قبضہا لہا ثم یبیعہا لم یسقط من موثوق بہ ولیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی نکاح میں حرہ ہے
تو حیلہ یان ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خریدنے سے پہلے اس شخص سے جسکا وثوق ہو طلاق دینے کا جیسا کہ اسکا ذکر
قریب آویگا یا بعد خریدنے قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل القبض کی قید اسلئے ہے کہ اگر بعد قبض کے نکاح
کردیگا تو استبراء ساقط نہوگا او یزوجہا بشرطان یکون الامر بیدہا او بید البائع بالشرط یطلقہا متی شاء یا جاریہ کا نکاح کردے اس شرط سے کہ جاریہ
کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دیدے اسوقت ہو جاوے بائع یا مشتری اس وقت کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری
الامۃ ویقبض القبض فیطلق الزوج قبل الدخول لانہ عند قبض المشتری لم یسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور قبضہ کرے پھر بائع ...
مشتری جاریہ پر قبضہ کرے دونوں صورتوں میں مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا لعدم الحاصل اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ
اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خریدنے مشتری کے اس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دیدے تو استبراء نہوگا
اسلئے کہ اسنے غیر کی منکوحہ خریدی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو استبراء نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت
حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج
قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب نہ ہوگا بعد قبض کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت استبراء کا
یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایۃ قیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یوہبہا
فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا ملتقطا اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو
قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طرح سے قسم با
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہوگیا اور یکا ینہما المشتری لیعبد الشراء او القبض کما یفیدہ ما قدمہ وعلیہ
فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا
قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن علم ان التقیید المذکور فیہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کردے بعد خریدا اور بعد قبضہ کر کے
چنانچہ شرح البرہان قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے اور یہی وجہ ہے اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے
بعد خریدا و قبض کے تو استبراء ساقط نہو اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کردے تو استبراء ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں لیکن البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق
مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو ذکر کرینگے یعنی اگلا قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن
سے تصریح ہے تقیید کتابت قبل قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا
برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں پایا اسواسطے کہ ہم سمجھے یوں جانا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط سہو سے نقل نہیں کی تو عبارت
اسکی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم لیفرغ من ہذا ...

سے زوال ملک ما بالکتابۃ ثم عجزہ یا بالبیع ولکن یہ ہر چاہیئے کہ مالک جب شرط نکاح میں بسبب بلا استبراء وطی جائز ہو تاتارخانیہ پھر کتابت سے کے بعد مشتری نے عقد کتابت کو
فسخ کر دے جا ریہ کا بدل رضامندی سے تا کہ مشتری کو دی اور اسکے بدن سے خیار اسکے جائز ہو جا سکے سبب زائل ہو جائے کہ مشتری کی کتابت سے پھر مالک ہو
حاصل ہو سے سبب جا جز کرنے کے ادا سے بدل کتابت سے لیکن حقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبراء کا سبب پایا نہ گیا اور یہ حیلہ چھاؤں سے آسان تر ہے
کذا فی التاتارخانیہ ہم یہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکا ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہو کہ کتابت سے
جاریہ مولیٰ کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ مثل آزاد ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے کسب کی مالک ہو گئی تو گویا مولیٰ کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی طرف عود ہوا عاجز
ہونی تعجیز بدل کتابت سے لیکن حقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو بسبب کہ موجب استبراء تھا یعنی حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک
مولیٰ سے نکلی لیکن اسکے تصرف سے نکلی پھر اسکے تصرف میں آ وے تو استبراء واجب ہوگا اور اسکے خارج ہونے کی تصرف مولیٰ سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولیٰ مکاتبہ کی وطی
کرے تو اسپر عقر لازم ہوگا کذا فی الحاوی ملخصا و صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو ایجاب و قبول سے مکاتب کرے اور اس کے بعد یہ کہے کہ پہلی قسط ادا کرو تب کتابت کیا
کر سو درہم کی قسط مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادا بدل کتابت تو اسکی رضامندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور حلال ہو جاوے گی استبراء
واجب نہ ہوگا پس اگر مشتری پہلے سے جیلوں میں سے سہل تر ہے خصوصا اگر کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادا کر نہ سکے تو عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ

راضی ہو جاوے گی لا اشتان الاختین کتاح اختین ام اقبلہما فلو قبل او وطی احداہما یحل لہ وطیہا و تقبیلہا دون الاخری بشہوۃ فی النقایۃ قبل الاستبراء ای

والنظر ابن کمال اور منظر علیہ اگر کسی شخص کی ایسی دو بہنیں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا خواہ پھوپھی بھانجی ہوں یا
بھتیجی ہوں مولا کے ساتھ ہی دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اسپر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اُسی لونڈی کا بوسہ لینا او قربت کرنا
مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت
یا بلا شہوت اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے ہم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز
نہیں زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں ہو اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں ولذا کانت تحرم علیہ الدواعی کا النظر والتقبیل جیسے
تحریم فرج احدہما علیہ ولو بغیر فعلہ کالمسبیاۃ و الکتابۃ ابن کمال اور اسیطرح مولیٰ پر حرام ہے دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی کی
شرمگاہ اسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولیٰ کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال ہم شارح نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ تحریم
ہی نہ تحریم سے ملک ولو بعضہا بسبب کالبیع او نکاح صحیح لا فاسد الا بالدخل او عتق ولو بعضہا او کتابۃ لانہا تحرم فرجہا بخلاف تدبیر و رہن و اجارۃ حرمت
ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہو ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے مثل بیع یا ہبہ یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد جاریہ مولیٰ پر حرام نہیں کرتی
بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسلئے کہ کتابت اسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف
تدبیر اور رہن اور اجارہ کے اسلئے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت والمستحب ان لا یمسہا حتی یحیضہا علی الحرمۃ کما بسطہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مستحب یہ ہے
کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک جاریہ محرمہ پر ایک حیض نہ گذر جاوے چنانچہ شارح نے اسکو شرح ملتقی میں شرح بسط بیان کیا ہے وکرہ تحریما قہستانی التقبیل الرجل فم الرجل او یدہ

او شیئا منہ کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع قنیہ وہذا لو عن شہوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیہ وفی الاختیار عن بعضہم لا بأس بہ اذا
قصد البر وامن الشہوۃ کتقبیل وجہ فقیہ ونحوہ اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اسکے ہاتھ کا یا اسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے
بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یہ حکم کراہت بوسہ اس وقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو لیکن بہ وجہ نیکو کاری
اور حصول احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ نیکو کاری کا قصد ملحوظ ہے

شہوت سے بچ سکے جیسے ہونا فقیہ اور امانتدار اسکا اور بزرگ کے چہرے کا اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں بوسے کا اس مرد میں دوسرے مرد کے چہرے کو بسبب
فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہونے اور اعزاز و تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور ایسا ہی مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنی گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہمد میں یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہ ہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہوا ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ جب شہوت ہو اور مراد یہ ہے
کہ ہر شخص پر تہمد ہو اور پیراہن نہیں کرو دونوں شخص کا ایک تہمد میں ہونا مراد نہیں کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رض سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار
میں مشائخ کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہئے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اس لئے کہ جواز معانقہ روایات صحیحہ
کثیرہ سے ثابت ہے کما یاتی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں بوسہ اور معانقہ کرنے میں ایک تہمد میں
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر بدن کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بلا کراہت کے بالاجماع جائز ہے
اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں ہم حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر کے دن حبشہ سے آئے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے آپ ہی پاس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ
کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب ابطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا کہ مجھکو سوار ہونا
لائق نہیں اس شہر میں جہاں خدا کا دوست موجود ہے پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کہا اور انکا
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی روایت کیا
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رض سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق میں ہے
کہ اگر چومنا بروجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو باتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یمان سے یوں مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی
پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے
گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف
تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی میں وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیء کو اباحت

بدعت حسنہ ہے سوا اسکے کہ اذکار نووی کے مخالف ہے ہم اذکار نووی میں یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہے تو اسکی شرع مین اسطور خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعضے وقت اسکے کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہے کہ سنت مصافحہ مین یہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے مین ابہام یعنے انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور ہے شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین پس جو شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ مین ملاقی صفحۂ کف یعنی ہتھیلی اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کا ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنے ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفرق بینہما بین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کردو انکے بستر ون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہے کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنے جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اسسے ہم بستری مع التجرد ہے ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس بیٹھنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہے کہ چھوکرا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوا اسکے چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ ومجبۃ الختان امام اعظم رحمہ سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اور حجبت اسکی ختان ہے یعنے جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویساہی حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنے ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرلے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا ختنہ کروالے اور اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ الا کا الا یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہے والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختتن ویکفی قطع الاکثر ہم ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو پر تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ مین اول کراہت تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین کا کہ لا باس یہ مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنے اگر بوسہ تبرک کے واسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر معتبر کہ ہو غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہو اسکی تقبیل بھی جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم
المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آئندہ میں
داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی ثم التقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم
لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپکا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسیکو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے
اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور
ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ پر بہنے لگے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید ورجل ثابت ہوئی اور سر اور گردن کی اور احادیث سے ثابت ہوا وتقبیل ما بین العینین علی الثغر فمن
عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے
حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصراً والتقبیل اسم المعالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا عالم کے سر کا اجود ہے کذا فی البزازیۃ طحطاوی نے کہا
شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی التقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ہو الصحیح مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان
لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا واسطے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ
من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری وخدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ معتمد اللتقبیل ایک شخص نے عالم یا
زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد انکی خواہش چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ اسکے چومنے کی
رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے تقدیم قول البعض لغیر صاحب قنیہ نے عدم اجابت کے
مقدم ذکر کیا اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی
جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما التقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ملاقات
کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اسمیں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنے والا
اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اسواسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمیں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیۃ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام او [illegible]
معنی یہ ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے
شہوت پرستی کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کسی بے کس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف ہی راجع ہے یعنی اسکی غرض دین ہے

نہ فرض دیناوی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم صحیح لفظاً اور وہبانیہ مین ہیکہ جائز بلکہ مستحب ہیکہ کھڑا ہوجانا آنیوالے مسافر کے لیے جیسے جائز ہیکہ کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنیوالے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین ہیکہ نظم مین آویگا ہم شرنبلالی نے کہا مین کہتا ہون کہ کلام قیام مین مخالفت ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم صحابہ کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کے واسطے چنانچہ ابو داؤد و ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہی چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے ہین یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر اسکے پاس کوئی شریف آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہی اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہی اور مجمع فتاوی النطاکی مین ہی قیام قاری کا جائز ہی جبکہ کوئی اسپے زیادہ عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا ہو آوے یا اسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہی خصوصاً جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہی وہ انکے حق مین محمول ہی جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہی اور صحابہ کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور جبکہ سعد آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحاوی **فائدہ** قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین علی الراس وقبلۃ الشفقۃ للاخ علی الجبھۃ وقبلۃ الشہوۃ للامرأۃ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام التقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہی اول چومنا محبت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیۃ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہی وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ مین ہی متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب ہے اور فرمان ہی میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا یاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہی اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پاؤن سے روندنا مکروہ ہی نہ اسکا چومنا یہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج مین ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہی واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع یہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعضے احکام مین ہم مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرلے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع مین جائز ہی اور کسی کو نہین زیلعی مین ہی الا اکہ قوم ترک بازارون مین خرید و فروخت کرتے ہین اور انکا اکثر مال حرام ہی اور

نہیں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جو اسباب ہو اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر فی الحال معلوم ہو کہ یہ چیز انھوں نے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور
ازالہ ہو سکتا ہے تو اسکا خریدنا نہ چاہیے اگرچہ درست ہے دوسرے یہ کہ یا وہ اب کسی طرح بدل گئی ہو یا یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم
کے قاعدہ پر خلط سے اسکی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خریدنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کر لے یا بدلا دیدے تو اگر بلا ادائے ضمان خریدیگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہۃ ثالث
یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ایسے سے خریدنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسے سے خرید
نہ کرے یا بحالت طلب حلال ان بلاد میں مشہور ہے جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اچھا ہے اور یہ لازم جان لے کہ ایسی چیز نہ لیگا
جس میں شبہ نہ ہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خریدنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اسکے اگر خریدیگا تو
اسکے حق میں حلال ہوگی لیکن مکروہ ہے مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ رجیع الآدمی خالصۃ یعنی آدمی کا خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے
برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لا یکرہ بل یباع بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی کہ وہ نہیں بلکہ
صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع بر خلاف شافعی کے شارح نے کہا قنیہ میں عبارت ہے زبل بالکسر یعنی سرگین اور مانند اسکے یعنی ہے گوبر کا ہو یا لید اور
مخلوط ہے کذا فی المکوی صحیح ہے یا مخلوطہ بتراب اور بادشاہ اور یہ افتاء التصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہو جبکہ وہ مخلوط ہو گیا ہو مٹی اور راکھ سے جو کہ وہ
غالب ہو قول صحیح میں امام قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اسکا گوہ پڑا ہوا ہو برعکس اسکے کہ نجس کا اٹھانا منع ہے جیسا اختیار میں ہے
بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کرنے یا غصب اور مستثنیٰ ہے کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بخلوطہما ای الزبل والعذرۃ بل بہا خالصۃ علی
الصحیح الزیلعی وغیرہ خلافا لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں پانسے میں صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے
انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب بخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع
مانند بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسا ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو
جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست
ہوگا بر خلاف مسلم کے کہ شراب اسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ
خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی بر خلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے
بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے بر خلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان
مر گیا اور اسنے ثمن اس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مفصل بیان کیا ہے ہم زیلعی نے کہا فتاویٰ
کہا اگر مرد مر گیا اور اسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور وہ مال کے مالکوں کو پھیر دیں اگر انکو پہچانتے ہوں اور اگر نہ پہچانتے ہوں تو مال کو
خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا
للوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں
بھی حرمت انتقال کرتی ہے قال شارح وہر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز فقال لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
تنبیہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر مجتبیٰ
نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقاً وارثوں پر خواہ وارث اس مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو ظاہر دار یہ ہوا کہ
اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں وہو فی الملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ تو حد گر عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر وہ دیکھا اور

[illegible] مال [illegible] ہو اور [illegible] ہو مال [illegible] اگر [illegible] کر دیا تھا یا گنا [illegible] کہ ہو تو اسکا لینا گناہ ہے اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو
تو [illegible] اگر [illegible] مال [illegible] نہیں [illegible] اور اگر بلا غیر [illegible] اور [illegible] تو یہ مال حلال ہے کذا فی الحاوی [illegible] ہندوستان میں
[illegible] اور [illegible] نہیں [illegible] شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگر ظاہر میں [illegible]
[illegible] معمولی اور مروج مشہور [illegible] ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و جاز تحلیۃ المصحف
[illegible] اسمین اسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش مین تعظیم
اور [illegible] بعض [illegible] کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی [illegible] مسجد مین اختلاف ہے سراجیہ مین ہے
مسجد مین نقش کاری [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری سے [illegible] اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض
مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار [illegible] نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا مین [illegible] سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی
نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو سنگ [illegible] پانی سے [illegible] اسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے بخلاف [illegible] اور [illegible] جب مسجد مین ڈالی گئی تو اسکا مسجد مین
لگانا درست ہے [illegible] احکام کی ضرورت [illegible] مسجد مین کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر [illegible] کو درست ہے اور [illegible] کا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے
مین داخل ہو اور [illegible] کرے [illegible] اعتکاف کی نیت ہو تو [illegible] گھڑی یا دو گھڑی کی [illegible] کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے
مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے [illegible] مسجد مین تنگی نہوتی ہو [illegible] مسجد [illegible] طرح ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام
کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ [illegible] مشغول ہون اور اگر [illegible] تو یون کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد
بیٹھنے سے پہلے [illegible] خرید و فروخت نکرے [illegible] تلوار نہ لٹکائے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر
جانے کے واسطے لوگون کی گردنین [illegible] ۹ مکان کے واسطے [illegible] کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھے ۱۰ اسمین تنگی نکرے صف مین نمازی کے آگے سے چلے
۱۲ مسجد مین نہ تھوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکاوے ۱۴ [illegible] اور [illegible] اور دیوانون اور اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد مین بہت کرے
کذا فی الغرائب مترجم کہتا ہے [illegible] مسجد مین جائے تو داہنا پاؤن رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم افتح لی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو وہان بایان
پاؤن [illegible] اور درود پڑھے اور یون دعا کرے اللہم افتح لی ابواب فضلک [illegible] اور قرآن مجید کی دو سری آیتون پر علامت بنانا جائز ہے و نقطہ یعنی اظہار اعرابہ
[illegible] الرشید جدا خصوصا للعجم فیستحسن یعنی قرآن مجید کا نقطہ یعنی اسکے اعراب کو ظاہر کرنا کلمہ کو جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا
عجمیون کو [illegible] اور [illegible] اعراب [illegible] اصل روایت یہ ہے کہ تعشیر اور نقطہ مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ [illegible] تجرید
اور [illegible] ابن مسعود نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور [illegible] دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کے ساتھ غیر قران کو
نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے مین نقطہ اور تعشیر نکرنا کذا فی الحاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہے وعلی ہذا لا باس بکتابۃ اسامی السور
وعدد الآی وعلامات الوقف ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ [illegible] اور اسی [illegible] نظر تسہیل کچھ مضایقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور
[illegible] سجدہ علامت آیات سجدہ کے لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الاریہ والقنیۃ وفیہا لا باس بکو اغذ اخبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ وتکرہ فی کتب نجوم
وادب او قنیہ مین ہے کہ مضایقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہا کا دفتیون مین
لگانا مکروہ ہے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ [illegible] سوال ہوا کو اغذ اخبار او متعلقات کا جنکو ورق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحافت دفتیون مین
لگانا [illegible] تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے نہ کتب ادب اور نجوم مین انتہی لیکن یہ بیان نہین کہ اخبار سے احادیث مراد ہین

یا تو ترجمہ کذا فی الطحطاوی و مکروہ ہے مصحف کو تصغیر کرنا اور ایسی ہی قلم باریک سے لکھنا کذا فی المحیط کیونکہ مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے تفخیم ہی ہو اور فقہ وغیرہ دینی کتابوں کے کاغذوں میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طلبہ کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے ہم کو کتابت قرآن کا جو قصد کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور سطروں کو کشادہ رکھے اور حروف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ و جائز دخول الذمی مسجد الحرام ۔ مسئلہ کافر کو مسجد الحرام میں داخل ہونا جائز ہے اور امام شافعی و امام مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے اور شافعی و مسجد الحرام کے سوا دیگر مساجد میں داخل ہونا جائز رکھتے ہیں اور امام مالک نے مسجد الحرام میں بھی مکروہ کہا ہے امام شافعی کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا ... اور بخاری میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا) یعنی مشرک لوگ نجس ہیں پس مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ قول اللہ تعالیٰ ... امام مالک نے ... انکا جواب دیا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ قول ہمارا اسلئے ہے کہ ... تکوین کی طرف اور تکوین اس میں ... مسجد الحرام کی نزدیکی کو ... تکوینی کی مثال ... متعلق نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متعلق ہوتا ہے کذا فی الکفایہ ... جنابت میں مسجد کے اندر چلنا ... یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد کی دلیل ٹھہرایا ... نزدیک مسجد میں بالتوقف گذرنا درست ہے ... الا ان یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان رواہ الشیخان وغیرہما ...

نہ کریگا اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جبکہ حضرت ... ابوبکر امیر حج ... کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اللہ تعالیٰ ... کہ آیت ہمارے اصحاب کی نزدیک یہ محمول ہے کہ مشرک منع کیے جاویں مسجد الحرام کی تولیت اور کاربرداری سے ... محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالیٰ نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہوئی ... ہے کہ انکو روکیں یا منع کریں اور کفار دونوں کو ... جیسا اس قول سے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی عقلاً متخلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی الطحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکہ ... کہ اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصراً ... فی فصل الجزیۃ اور ... وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کا فر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر ... تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر ہے اسمیں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے و جاز عیادۃ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک ذمی لڑکا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جس نے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت میں دو قول ہیں

جواز اور عدم جواز عیادت فاسق کا وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اسواسطے کہ فاسق بھی گنہگار ہے اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپایوں جانوروں کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم خصی وہ جسکا خصیہ نکال دیا ہے ہندی میں اسکو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجوں سے خدمت لینا اور انکو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ایسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے بنانے میں پانچ امور ہیں اول یہ کہ نسل کے واسطے پیدا نہیں ہوتے دوسرے یہ کہ مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی بادشاہی میں زبردستی اور خود بخود عورتوں کی مجلس میں آزادی سے کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی الخ وخصی الفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا خصی کرنا حرام ہے شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک خصی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کو خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کیا سہ قہستانی اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی والرجل بطاہر لا نجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے اسلئے ہو کہ وہ دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے ابوداود میں ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداوی لا یجوز الا بطاہر لا نجس اور ایسا ہی ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب اسکو خبر دے کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے اگر بیمار نے طبیب سے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا کہ دیکھنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تاتارخانیہ میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسمیں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمیں جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ

قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء ودل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر حرام کیا مطلب یہ ہے کہ نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور ایسے ہی عطش شدید میں شراب پینا بقدر دفع عطش ہلاکت کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالیٰ ہے اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنا لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغ نہیں لیتے اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اُسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اُسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہین
ہی بخلاف ترک سبب قطعی بلکہ کبھی ترک علاج افضل ہوتا ہی اُسکے فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ مین ہی ظہیریہ سے ایک شخص کا
پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اُسنے دوا نہ کی یہان تک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اُسپر گناہ نہین اور اگر بھوکھا رہا اور اُسنے نہ کھایا باوجود
قدرت کے یہان تک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہی یقیناً تو اُسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک
کرنا ہوا اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہی حجامت یعنی خون کا نکالنا سینگیون سے ہر شخص کو مستحب ہوا اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ
بہتر اور نافع ہی اور ستر ہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہی لیکن اگر مردار جانور ہو تو اُسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہی نہ تر سے قنیہ مین ہی کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا درد کے علاج کے واسطے پینا درست ہی لیکن تمام اختلافی مین ہی کہ اجزاء آدمی سے
نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہی کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہی جبکہ اُسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیچنا اُسکی درست ہی اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اُسمین سانپ نہین پڑا ہی
تو اُسکا پینا درست ہی مجتبی مین ہی کہ لڑکون کا ختنہ فرض سے اور حیوانات کا خصی کرنا انسانی کے واسطے درست ہی خزانۃ الفتاوی مین ہی کہ قرآن کے افسون کرنے مین
اختلاف ہی یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہی اور شعبی کے نزدیک
مکروہ ہی خزانۃ المفتین مین ہی کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہی اسواسطے کہ اُسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہی اور
مجوسیون سے مشابہت ہی اکل مین العالمگیریہ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہی قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال اور جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اُسمین سے لینا حلال نہین یعنی ہی واسطے کہ وہ غیر کا مال ہی
اُسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان ونوعیتہ فی الاصح اور مصنف نے لفظ قاضی کو تعبیر رزق سے کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اُسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اُسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اُسکی بیت المال سے مقرر ہی قول اصح
مین ہم اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہی وہذا لو بلا شرط ولو بہ کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین یحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اُس وقت ہی جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو
اور اگر بشرط اسکے ہوا جرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہی اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہی تو اُسکا اجارہ
جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا
کلام یہ ہی کہ طاعت پر مستاجر درست ہی طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہی کہ جسکے نزدیک فی اثنا قرآن اور فقہ مخصوص ہی بجواز اجارہ ہی تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ
جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہی تو اسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم ہذا فی
زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہی تو اسکا سفر کرنا بدون محرم
کے درست ہی یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب اور اسی قول پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن کمال
وجاز شراء مالا بد للصغیر منہ وبیعہ ای بیع مالا بد للصغیر منہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای فی کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اُس چیز کا
جو اُسکے واسطے ضروری ہی جیسا کہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اُسکا جو صغیر کے واسطے ضروری ہی جائز ہی اُسکے بھائی اور چچا اور مان کو اور اُسکو جسنے
لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر انکی پرورش مین نہو تو خرید و فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز
اجارتہ لامہ فقط یعنی فی حجرہا کذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم اره فیہ ویاتی متنا ما ینافیہ فتنبہ اور فقط اُسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

جائز ہو اگر اسکی پرورش میں ہو اور سراج میں لاوارث لڑکا پالنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسی قول کو شرح مجمع کی طرف
نسبت کیا ہے اور میں نے اُسمیں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا کہ تو یہ قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی
روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے وکذا العمہ عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے
چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ انہوں نے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ
شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش میں ہو اور اسکی ماں اُسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ من العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت
ہوگئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرۃ مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہوگیا فصح اجارۃ اب وجد وقاضی ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما العلم من الدرر قبیل الخیار او صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا باپ
اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم
انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہے شیرہ انگور کا بیچنا اُس شخص سے جسکو بائع جانتا ہے کہ
اسکی شراب بناویگا درست ہے اسواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنی شیرہ میں نشہ
نہیں جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حقیقت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ
ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اُڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ
شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ باہم مددگاری نکرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے واحل اللہ البیع یعنی حق تعالے نے بیع کو حلال کیا ہے کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج اور
مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہے اور ایسے ہی جوہرہ اور باقانی وغیرہما
میں ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ
تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو غلام کرتا ہے اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہاں گناہ بعینہ اسی چیز سے
قائم ہوتا ہے بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ
قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع
میں مذکور ہے اور مصنف نے اُسی پر اعتماد کیا ہے یہاں برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں میں باب البغاۃ
کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب البغاۃ میں ذکر کرچکے ہیں نہر الفائق سے کہ جس چیز میں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر
بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم یعنے تو اس تقریر سے خانیہ
اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز
ہے یعنی مرمت کہنہ عبادت خانہ یہود یا نصاری کی فارسی میں اسکو کنشت کہتے ہیں تعمیر سے مرمت مراد ہے نہ اعادہ بعد ہدم الہدم انتفاع ہے کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت میں مزدوری کرے

تو لا باس ہے اسواسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ انکے حامل بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہے شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد
کرے شیخ الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ اور شراب نچوڑنے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص
سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت
الثلاثۃ یعنی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتشخانہ یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے سوا قریات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہوجانے کے سبب اور قریات کوفہ میں یا
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں
نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم
وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں پس وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ
بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ
لا باس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قالا قال ابوحنیفۃ اکرہ اجارۃ
بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم اہ فلیحفظ قلت وبہذا
یظہر الفرق والتوفیق وبہذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیۃ والوہبانیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اسی سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب بھی ندا دیتے تھے ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جائز نہیں تکریم کو ملحوظ رکھ کر اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول ہدیۃ تاجر واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولا سوداگری کرتا ہو

ہو اسکی دعوت قبول کرنا اور اُسکا جانور عاریت لینا درست ہے از روئے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ اُسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن
بطریق استحسان کے درست ہے تاکہ اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کریں اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کا
تحفہ قبول کیا انکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اُسکے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای
قبول ہدیة العبد ثوبا واہداؤہ النقدین لعدم الضرورة اور مکروہ ہے اسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا
اُسکا مکروہ ہے بعدم ضرورت کے سبب لیعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخول الحریم بعد خمسة عشر اور
خصی یعنی خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہیں
بلکہ اُسکا جانا گھر کے اندر عورتوں میں مکروہ ہے اگر اُسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر لخوف ہلکہ لو بقی بیدہ
یشترط لیاخذ متفرقا منه بذلک الشیء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انه یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وهو بقاء ماله اور مکروہ ہے اقراض یعنی روپیہ
یا گیہوں بقال کا جیسا نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اسکے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اُسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور
اگر یہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے کہ وہ اسواسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض ہے جس سے
مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جائیگا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اُس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے
اسواسطے کہ معروف مثل مشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے تو قرضدار کا ہدیہ قبول نکرے اور اُسکی سواری پر سوار نہو مگر اسوقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہے
ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایة فلو اودعه لا یکره لانه لو هلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ
نہیں اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جائے بقال کے پاس تو اُسپر تاوان نہیں ہے جب ودیعت میں ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک
قبل الاقراض ثم اقرضه لم یکره اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ
ہم کہتے ہیں اور قنیہ میں اسکی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے
دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اسمیں نفس عقد میں منفعت شرط نہیں کذا فی
الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہے یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اُسکو نردشیر کہتے ہیں کذا فی القاموس
قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت
نردشیر کی حدیث مرفوع میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اسمیں صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اوله ویهمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اُسکو فتحہ نہیں دیا جاتا مگر نادر ہم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل
اُسکی تحریم یہ ہے کہ وہ لہو و لعب ہے اور ان ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث میں ثابت ہے خارج ہے کذا فی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں فوت نماز کا
سلسلہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور فکر باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہے واباحه الشافعی وابو یوسف فی روایة
ونظمها شارح الوہبانیة فقال ۵ ولا باس بالشطرنج وهی روایة ۵ عن الحبر قاضی الشرق والغرب یؤثر ۵ اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک
روایت میں اور اُسکو نظم کیا ہے شارح وہبانیہ نے سو یوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرق غرب کے قاضی سے ۱۷

یعنی ابو یوسف سے مروی ہے اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اسوقت ہے جبکہ قمار بازی
نکرے اور ہمیشہ نکھیلے اور واجبات میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہو
لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام کل لہو المسلم حرام الا الثلثۃ ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے
تیراندازی کرنا سبقت کے واسطے لہو اور ایسا ہی عبث یعنی واحد ہے کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے
(افحسبتم انما خلقناکم عبثا) یعنی کیا یہ گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں تیرنا بھی
حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے وکرہ جعل الغل طوق له رایۃ فی عنق العبد تعلیم بانہ وفی زماننا لا باس بہ لغلبۃ الاباق خصوصا فی السودان وہو المختار
کما فی شرح المجمع للعینی اور کھیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اُسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ
نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے راہیت وہ علامت ہے جو غلام کے
گلے میں ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں ستارۂ عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من
عرشک وہو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم و قاف پر ہے یہاں دونوں میں مقعد بتقدیم القاف
قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے تو کہ عرش جائے قرار ہے الا نکا قول
مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں ہے حادث ہے تو عزت متعلق عرش کی
حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصاً وعن ابی یوسف رح لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث رح للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں
بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ہم اثر کو بیہقی کی کتاب الدعوات ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثنا سے خدا عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار
سورہ فاتحہ پڑھ اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر دس بار پھر یہ دعا کر اللہم انی اسئلک بمعاقد العز من
عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اٹھا پھر داہنے بائیں سلام کہہ اور احمقوں کو یہ دعا نہ سکھا اسواسطے کہ وہ دعا
کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایۃ طحطاوی نے شرح حموی
نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیں نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث
نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی اھ
اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے
ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ھم یعنی تنزیہ رب العالمین مشابہت حادث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک
احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف رح عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان
یدعو اللہ الا بہ والدعاء المأذون فیہ المأمور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات و صفات اور اسمائے الٰہی کے
اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں سو انہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسی

نہ کہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہی ھم خانیہ مین ہی کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ
اللھم صلے علے فلان مکروہ ہی اور نبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ملاکر یون کہنا اللھم صلے علے محمد وعلے آلہ واصحابہ جائز ہی انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال
صلوٰۃ درست ہی اور سلام بجائے صلوٰۃ کا نی ہی کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق
تعالے اور مکروہ ہی یون کہنا دعا مین بحق رسلک و بحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک
وتعالے پر ھم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالے پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہی یہانتک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت
ہی چنانچہ حصن حصین مین حدیث ثابت ہی اللھم انی اسألک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ
درست ہی قال تعالے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی ھم قہستانی و قال لاخرحق اللہ وباللہ ان الفعل کذا لایلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ در اور
اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اسپر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ولیسا کر دینا بہتر ہی کذا فی الدرر لیکے واجب نہیں مستحب ہی فی المختار اقال
ابن المبارک سال لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختار ابنا مین ہی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے
صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجکو یہ پسند آتا ہی کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اسنے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی
پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو فیہا اقرأ القرآن ولا العمل بہ جنبہ اثاب علی قراءتہ
لکن یصلے و یعطی اور مختارات مین ہی کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے موجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہو اور گناہ کرتا ہی
یعنے اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع سیاتی لبقیہ شارح کا ہی بکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا
قیل لیلم وتمامہ فیمیل جنایات البزازیۃ کہا مکروہ ہی آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہی اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات
کے پہلے مذکور ہی ھم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہی اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے
کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت جیسے انجیر اور انگور
اور بادام اور جانورون کا قوت جیسے بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہی اس شہر مین جہان کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی
یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہی امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور ابویوسف کے نزدیک جس کا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہی اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار
ثابت ہوتا ہی کم دنون یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہی کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہی کذا فی الطحطاوی لحدیث
الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہی اور محتکر ملعون ہی ھم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب رض سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ
اور دارمی اور عبداللہ بن حمید اور ابویعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ
مرزوق یعنے اسکی روزی مین برکت ہی اسلیے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہی دعا مسلمین کے لائق ہی اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہی لہذا اسپر لعنت ہی اصطلاح
شرع مین احتکار یہ ہی کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو
حبس سے یعنے اگر اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو
تو وہ مکروہ نہیں ھم ضرر کی صورت یہ ہی کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اسنے
اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت فیہ کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور ما نند احتکار کے تلقی جلب ہی ھم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر آگے سے بھرتی لانے والون سے غلہ مول لینا اگر
مضر ہو شہر والون کو تو درست نہیں اور نہین تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہی خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے بالاتفاق امام اور
صاحبین رحمہم کے بقول اصح اہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک
اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس بحجر بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وفی الاختیار ساوٰہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو ذخیرہ کرنے والوں سے اناج لیوے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اسکے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کا مال لیکر مضطر ہو اور
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ او ما جلبہ
ومجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اسکے غلہ کے بند کرنے سے جسکو لادلایا ہو دوسرے شہر سے بخلاف
ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے عام کا حق اس سے متعلق نہیں تو مباح میں ... احتکار نہیں
کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے کہ مکروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ ڈالے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لایا ہو شہر کا
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات کا غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی نیز جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو ذکر کیا ہے ابو یوسف کے نزدیک مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری
کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک بھی احتکار نہ ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانیکی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں کا غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ
ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرانے والا قابض اور باسط اور رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا
نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال المالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے کہ جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بنقصان

فی الخبز لا اللحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کرین اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان
بھر لے روٹی مین نہ گوشت مین اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے بر خلاف گوشت کے کہ اسمین شہرت نہین ہوتی مگر لکذا ہے یہ تفصیل
مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونون کا نقصان بھر لے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی

وضمیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیرہ وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال
ابو یوسف فینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان
اور حیوان کی قوت میں ہونہ قوت کے سوا اور چیزون مین اور اسکو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کرین گرانی مین اور لوگون پر
ظلم کرین تو حاکم انپر نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت مین ضرر ہو یا غیر قوت مین چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے یکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس
نظرا او جلبا اور مکروہ ہے کبوترون کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربون مین رہتے ہون بشرطیکہ لوگون کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ضرر نظر کا یہ کہ لوگون کے
مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والا حتیاط ان یتصدق بہا
ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو پہچانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کر لے یا اسکو
ہبہ کر دیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے ہم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہین اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب پانی کی
نیت سے فان کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیۃ تلک الحمامات عزر ومنع
اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگون کے شیشے کبوترون کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوترون کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب
التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتماد علی عادتہم او مر وہبانیہ مین وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترون کی تصریح کی ہے اور قید نہین لگائی اطلاع عورات اور
برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے مین تاکنے جھانکنے اور پتھر یا ان پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یون کہا کہ انکو
پکڑ لے تو وہ اسی کے ہین اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہین ہو جاتے یعنے تا وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا ومر فی الحج اور مختارات مین ہے کہ اپنا جانور
ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج مین یہ مسئلہ گذر گیا

وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور
گدھون سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان
کے ظلم سے ہم یعنے مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہین سوائے خدا تعالی
کے روایت مین وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالے کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہین سوائے اللہ تعالے کے اور ظلم ذمی ظلم
سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب مین شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

والفرس والبغل والحمار كذا في الملتقى والمجمع واقره المصنف خلافا لما ذكره في مسائل شتى فتنبه والابل وعلى الاقدام لانه من اسباب الجهاد فكان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیر اندازی اور گھوڑے اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں سے دوڑنے میں اسواسطے کہ یہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں بیان تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے خلاف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا اور مسائل شتی میں جانت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلاثة لا يجوز في الاقدام اي بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کر کے درست نہیں واما بدونه فيباح في كل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور کھیلوں میں چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام ہمارے اہل مذہب کا کذا في الطحطاوي حل الجعل وطاب لانه يصير تمليكا ذكره البرجندي وغيره وعلله البزازي بانه لا يستحق بالشرط شيئا لعدم العقد والقبض انتهى وفائدته لزومه بالعقد كالقول الثاني فتنبه مسابقت کا مال مشروط حلال ہوتا ہے اور چاہئے کہ وہ مستحب ہو ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی اسلئے کہ عقد اور قبض نہیں انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب چنانچہ شافعی مذہب ہے تو اسکو دیکھو یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا ان شرط المال في المسابقة من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو بایں طور مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کر جائے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں تجھ سے سو درم لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فيهما اي من الجانبين لانه يصير قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہو گیا اسلئے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا في الزيلعي الا اذا ادخلا ثالثا محللا بينهما بفرس كفو لفرسيهما يتوهم ان يسبقهما والا لم يجز ثم اذا سبقهما اخذ منهما وان سبقاه لم يعطهما وفيما بينهما ايهما سبق اخذ من صاحبه مال مشروط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونوں کے گھوڑوں کے اس طرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں کا مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا حموی نے کہا کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے یقینی ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے تجھکو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو ازراہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں یعنی جسنے کہا وجہ اسکی یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعا ویقینا ہر ایک پر ہے اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں احتمال غرامت جانبین میں مساوی ہو کذا في الطحطاوي وكذا الحكم في المتفقهة فاذا شرطا لمن معه الصواب صح وان شرطاه لكل على صاحبه لا درر ومجتبى اور یہی حکم ہے فرقہ فقہا کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر ایک کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا في الدرر والمجتبى ہم صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہو تو یہ قمار کی مشابہ ہے اسلئے کہ احتمال یا دینا نقصان ہر ایک میں موجود ہے بلکہ حلت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مثلا زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے

نقشہ کو وہ نقل کریں اگر اسکا تین صورت کا نقل ہو اور اس تصویر کے واسطے مقرر کریں اگر اسکی حرج کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حرج کوئی ثابت ہو تو تشبیہ میں
کچھ نہیں کذا فی الطحاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ یعنی کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی ہم جواہر فتاویٰ
میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا
والسباق بالاجل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا [illegible] کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل شتی میں آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ
بالاقدام والطیور والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والسفن ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب
بالخاتم وکذا بکل لعب خطر للحاذق انغلب سلامۃ کرمی الرام وصید الحیۃ وکل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب
من کل ما لا یتیقن کذبہ بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ آدمیین او حیوانات
ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہب کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور کشتیاں
اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ سے اٹھانے اور جالیاں کھینچ کر کے پتہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور یہ بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ
میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہے اور جیسے
چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور انہیں موقعوں میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ باتیں نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکا مفید ہے کہ عجائب
وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے انبساط طبع کے واسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہو اسکی بھی سماعت حلال ہے
لیکن ضرب الامثال اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ اور طوطی نامہ میں ایسا ذکر کیا ہے
ابن حجر شافعی نے یہ ذکر کیا الطحاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہاں اسکا ذکر کرنا اس وہم میں [illegible] ظاہر کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہیں [illegible]
نہیں ہو بلکہ قواعد مذہب اسکے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہوں واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح ہے ایک یہ کہ بیان کرنا
عالم کا ہو تو وہ بہتر ہے [illegible] حکایات کا ذکر اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے [illegible] دفع وحشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے [illegible]
تو اسکا مضائقہ نہیں لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کریں تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تاکہ خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ
وغیرہ لوگوں کو پوچھنا قول مختار یہ ہے کہ اسکے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] نہیں اور اگر
کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحاوی [illegible] اظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ
افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں [illegible]
مونچھیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرے تو اس طرح [illegible] مکروہ ہے
اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہوگا اسکا رزق تنگ ہوگا [illegible] ناخن ترشے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر انکو پھینک دے تو
مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیۃ عتابیہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے
ناخن اور بال اور خون اور [illegible] وفی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام [illegible]
کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالیٰ اسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدر [illegible]
[illegible] رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible]

رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خواہ الٹی اور بایاں اوخس ہے اور اسکا بیان اوپر اور کر شروع مسبحہ سے
… کی انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہی تو خاتمہ سے مراد ہی خنصر اور واو سے وسطی اور الف سے ابہام اور با سے بنصر کو …
سبابہ اور بائیں ہاتھ میں علیٰ ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ کیفیت علی مرتضیٰ کی طرف باطل اور موضوع ہی وفی شرح الغزنویۃ وروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم
بدأ بمسبحتہ الیمنی … ثم بالخنصر ثم بابہام الیمنی … ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ووجہ اوجیہا اور شرح غزنویہ میں اور مروی ہی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا … پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا … انگوٹھے
اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسکی وجہ … بیان کی …
کلمہ شہادت کی انگلی … افضل ہی …
کی انگلیوں کو ملا لے تو بائیں ہاتھ کی خنصر … علیٰ ہذا القیاس …
اصابع الرجل نقل … علیہ … اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں …
خنصر یمنی سے اور ختم … خنصر یسری پر قلت وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر … فی کیفیۃ …
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے … ناخن ترشانا …
اور اسکی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور … نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت صحیح ثابت … تقلیم اظفار وغیرہ
جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل
تقلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کی طرف یا ابن حجر کی طرف منسوب ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی
حلق عانتہ وتنظیف بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبیٰ اور مستحب ہی زیر ناف کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے … ہر ہفتہ میں ایک بار اور جمعہ کا دن … افضل اور جائز ہی ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا … چالیس
دن سے زیادہ مکروہ ہی کذا فی المجتبیٰ …
… حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا … بال اکھاڑنا …
قنیہ میں ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں … ادب … کذا فی الطحطاوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ … واخذ اطراف اللحیۃ
والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبیٰ میں ہی کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سنت ہی اور … بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف
لحیہ کے کتر ڈالنے میں اور داڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہی … کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ میں پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر
اسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم … انتہی مجتبیٰ میں ہی کہ اتنا مونچھوں کا کترنا کہ لب بالا کے
کنارہ کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہی بالاتفاق انتہی غرائب میں ہی … دونوں طرف کے بال کا اکھاڑنا بدعت ہی قنیہ میں ہی کہ ناک کے
بال کا اکھاڑنا … مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وفیہ قولہ … شعر راسہا … ولو باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق
ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبیٰ میں ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہو اور اس پر لعنت ہو
بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسواسطے
حرام ہی مرد پر … داڑھی کا قطع کرنا … جائز نہیں انتہی

مافی البزازیۃ قلت والاحلق راسہ وفی الوہبانیۃ قال وقد قیل حلق الراس فی کل جمعۃ یحب وبعض بالجواز لیعبر۔ مین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو توہبانیہ مین
کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہین۔ ندب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس وآخر لیعمل بہ
فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد ہے کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگون کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے
اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیرون کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غیر کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خبر لیتا ہے۔ وروی مذاکرۃ العلم
ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت مین آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت اور عالمگیری مین ہے کہ علم اور
فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اسکا فائدہ
عام تر ہے لیکن اسمین شرط ہے کہ اداے فرائض مین نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ ہے کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا
اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہ بھی صحت نیت مین داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکردری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین — اقسام علم
اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا اسکے فرض نہین پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک
کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع
فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت مین نہین وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اسکے اشتغال مین عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اسمین — مسئلہ
الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصرا وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوانون کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر مین ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی ہے نہ علم کلام
اور مانند اسکے جو ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے۔ تمامہ فی الدرر واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ
لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگون کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہین ہے اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ
وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہے وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ
فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے
تاکہ باپ اور بیٹے مین عداوت نہ پڑجاوے اور پورا اسکا بیان درر مین ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکرہ
علی وجہ الغضب یرید السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہین اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسطرح کا بیان عیوب — مسئلہ
غیبت نہین غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید کلہم بل بعضہم وہو
مجہول خانیۃ وتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گاؤن والون کی غیبت کرے — پانچ شخصون کی غیبت مباح ہے
تو وہ غیبت معتبر نہین ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہے بلکہ بعض لوگون کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہین معین نہین کذا فی
الخانیۃ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصون کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے
سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہبانیۃ ہم مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو کہین نکاح کا ارادہ کیا اور

دوسرے سے مشورہ لیا تو اسکے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور ایسے ہی اگر معاملہ یا اسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور ایسے ہی رواۃ اور شہود میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے ہی مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کے واسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا چنانچہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہے اور غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھنگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے جیسا کہ لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم میں زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ولا تقع الا ان یقول المعرض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز ... اور منجملہ غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اسوقت غیبت ہے جبکہ مخاطب اس میں شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم اوسے ... بیان شرح وہبانیہ کی شرع شرعہ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اسکو برا لگے جبکہ وہ اسکو سنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اسکو برا معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اسمیں وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہے تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمیں نہیں ہے تو البتہ تو نے اسپر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی اسکا استماع بھی حرام ہے حق تعالی اس بلا سے عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والاستغفار ... اور جس کی غیبت کی اور اسکو اسکی خبر نہیں پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اسکو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ میں ... در صورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم ... بیان کرنا چاہیے کہ میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا برائت عامہ کفایت نہ کریگی واللہ اعلم

وصلۃ الرحم [illegible] اور صلہ رحم یعنی عطا و حسن سلوک قرابت والوں سے واجب ہے اگرچہ [illegible] سلام کرنے اور [illegible] اور ہر طرح [illegible] مددگاری [illegible] مہربانی کرنے اور احسان سے ہو وغیرہ وغیرہ

[illegible] ولا یقطع من قطعہا وفی الحدیث صلۃ الرحم [illegible] فی العمر [illegible] دیگر محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے [illegible] یعنی قطع رحم میں وبال ہے حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ [illegible] احسان کرتا ہے [illegible] اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے [illegible] اور مددگاری میں [illegible] درست ہے [illegible] بعضوں نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے [illegible] قرابت والوں [illegible] احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور اُنکے کام میں اعانت [illegible] احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر [illegible] اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور [illegible] خوشنودی حق تعالیٰ کی ہے اور خالہ [illegible] رزق میں برکت ہوتا ہے سرور اموات و محبت زیادہ ہوتا اور زیادہ ہوتا [illegible] احسان یاد کرینگے و دعا خیر کرینگے [illegible] زیادتی حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد [illegible] کذا فی الکفایۃ وفی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے [illegible] جو اُس سے جوڑیگا اور جو مجھسے توڑے [illegible] اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی دوستی کی [illegible] خوش ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے [illegible] صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے [illegible] مسلمان [illegible] محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت والے کو دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی [illegible] ویکرہ للمسلم علی اہل الذمۃ لمن لہ حاجۃ الیہ الا کرہ وہو الصحیح

ویکرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی [illegible] واکثر النسخ [illegible] بلفظ وبسلم [illegible] الحسن [illegible] اور سلام کرے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے [illegible] بلفظ وبسلم [illegible] سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے [illegible] تو اسکو سمجھ لے [illegible] مصافحہ ذمی [illegible] عبدالرحمن [illegible] منقول ہے

اگر مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اسپر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے اور ذمی کو جواب السلام کا دینا اور وعلیکم سے
زیادہ نہ کہے اور اسی سبب سے ابتدا سے سلام نہ کرے اسواسطے کہ اسمیں اسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتدا سے سلام میں مضائقہ نہیں اور اسکے واسطے دعا
مغفرت نہ کرے لیکن دعا ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم
الطعام وتقرء السلام على من عرفت ومن لم تعرف قال وهذا التعميم مخصوص بالمسلمين فلا يسلم ابتداء على كافر لقوله لا تبدؤا اليهود والنصارى
بالسلام فاذا لقيتم احدهم في طريق فاضطروه الى اضيقه رواه البخاري انتهى عینی کی شرح صحیح بخاری میں اور حدیثوں میں کہ کونسا اسلام یعنی کون صفت اسلام کی بہتر ہے
فرمایا کہ کھانا کھلاوے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا [illegible] اور تعمیم سلام مخصوص ہے [illegible] کافر کو ابتدا سے سلام نہ کرے
بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود و نصاریٰ کو ابتدا سے سلام نہ کرو [illegible]
مضطر کرو تم تنگ راہ میں انکو [illegible]
بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے [illegible]
کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے [illegible]
مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]
جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر [illegible]
واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے [illegible]
فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث [illegible]
سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے [illegible]
وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں لیکن علیک سے زیادہ نہ کہے [illegible]
قاضی خان میں ہے یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے [illegible]
السلام علیک بکسر سین یعنی تجھپر پتھر پڑیں تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر لوٹا [illegible]
اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے [illegible] کما فی الاشباہ [illegible]
کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے [illegible]
ذلیلاً فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالیٰ تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید
درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں [illegible] نصاریٰ کے نوکر [illegible]
لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال سے مراد ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے [illegible]
رد سلام السائل لا نہ لیس للتحیۃ ولا یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کذا فی الخانیۃ [illegible]
میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہو اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال [illegible]
دینا واجب نہیں [illegible] قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے [illegible]
آتا ہو وہ اسکو سلام [illegible]

تو سلام سے مقصود دو امر ہین یا محبت حاصل کرنا یا دفع شر یا اندفاع مکروہ تو سوا اسکا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور
صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نووی شافعی رح کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط مین ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بعضون نے کہا جواب دینے والے کا
اور بعضون نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم
اولا اور فتاویٰ مین ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر مین داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت
پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر مین نہو میدان مین ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت مین دخول کی اجازت مانگنے کی
حاجت نہین ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید پر سے
ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لینے تو غیر کے جواب دینے سے جواب
ساقط ہو جاتا ہے ہم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم ویشترط فی الرد وجواب
العاطس اسماعه فلو اصم یریه تحریک شفتیه انتہی اور جواب سلام مین اور چھینک کے جواب مین اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو
تو اسکو اپنے لبون کی حرکت دکھاوے یعنی تاوہ جانے کہ جواب دیا ہے انتہی وفی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانه من اہل اقامۃ الفرض
فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ قیل لا مین کہتا ہون اور مبتغی مین ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگون سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے
اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض مین فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت
جواب ساقط نہین ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی مین ہے کہ جواب
جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب مین دو قول ہین سقوط اور عدم سقوط مین اور تاتارخانیہ کا
ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام مین صیغہ جمع بولنا چاہیے
ہم یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب مین وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تسلیم مسلمان کی عادت ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے
ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہین تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے
اور جواب دینے والا بھی اسیطرح کہے اور علاوہ زیادہ کرے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم
یا السلام علیکم تو مجیب دونون صورتون مین سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید الراد علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے
وبرکاتہ پر ہم ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکاتہ ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور
چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہرا تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب
کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب
کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہین خدا بچاوے کہ جواب سلام کا نہین دیتے تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر مجلس مین دوسری بار سلام کرے
تو جواب دینا واجب نہین ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے
یعنی اگر اسکا سلام نہ پہنچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر مین وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہنچاوے
تو اسپر لازم ہے کہ پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یون کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا
والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل او شرعا کمصل وقارئ ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے کوئی سلام کرتا ہے درحقیقت جو انہیں دیکھتا چنانچہ کہا شارح الاشباہ نے کہ نہیں لکھا ہے اور وہ چھپا رہا ہے یا عاجز ہو گیا
ہے شعر کا چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان لوگوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہ ہوگا انتہی ما فی المنتقی وقد منا فی باب ما یفسد الصلوۃ
کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کی بیس اور چند
مقام میں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کہے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوتا
کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہرا عوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنی ہیں ولو دخل بیتا
یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر
سلام ہو اور حق تعالی کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین ہیں تاتارخانیہ میں ہے
کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے فرع سئل بعض المشایخ کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار
ومتن المواہب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے
مگر جبکہ سائل لوگوں کی گردنوں پر قدم نہ اٹھاکر پھاندتا ہو تو مکروہ نہیں بالقول مختار کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن واسطے کہ علی مرتضی
رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالی نے قرآن میں یوں انکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں اور معلوم
وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہو گئی یا جبکہ نماز میں جو فعل عالی ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولی درست ہو گا معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء
سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ وعبد الرحمن دوست ترین نام حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن
ہے روایت کیا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ
افضل ہے مطلقا حتی کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن حرث سے
روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو جیسا کہ عبد اللہ اور عبد القادر
کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا
اولی لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق
اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالی کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا
اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلئے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء مذکورہ کو تصغیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ مثلا علی حق تعالی کے حق میں بمعنی
عالی رتبہ ہے پر شوکت اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اور رشید حق تعالی کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں بمعنی
حاصل کرنے والا اور جو رشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد لا بأس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی و
لا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جس کا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے
کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی اور سبب کراہت کا
یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا تھا ویکرہ ان یدعو الرجل
اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ہم کہتے ہیں کہ والد کا حق
ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہرا بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کو واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو مدح کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکرۃ فاذا کان عند الغناء الذی یسمونہ وجدا ومحبۃ اور بحر میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اُس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام سماع وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غناء حرام وعظ کے وقت ظاہر ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کی بعد نماز تک کلام نہ کرے اگر امر خیر میں ہو اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمھا او علم غیرہ فھو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے سو وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں احبوا العرب فرمایا ہے حاکم اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بیہقی روایت ہے کہ حفظ لی فی العرب الثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علاحدہ کتاب اسمیں تالیف کی ہے از انجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمرؓ سے روایت مرفوع ہے کہ (حب العرب ایمان وبغضھم نفاق) یعنے محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور انکا فنا ہوجانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی ۞ وفیہا لا تطیین القبور ولا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذھب الاثر ولا یمتھن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کرچکے ہیں فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اُسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کرےگا اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشغال نہ کرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یوں کہے (السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر) اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے فضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور شنبہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور شنبہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرکہ میں چنانچہ عشرۂ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجکو روایت پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہوجاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہے اور اخراج شموع قبروں کیطرف بدعت ہے

بکار شکاء چراغون کا [illegible]

الکل فی العالمگیریۃ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصہ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے لا باس
بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل
صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہما وما فی الجوہرۃ علی قولہ وقال قد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں ہے لڑکے کو پہننے میں موتی کے اور ایسے ہی
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے نزاع کیا ہے کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں کہ مصنف نے
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے مصنف نے
اور البتہ علما نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اسی کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اسکا مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولد
الذکر الخلخال والسوار والصبی اور لڑکے کو پہننا گوجری اور کنگن کا مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گھونگرو لڑکوں کو پہننا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان
کے کذا فی الملتقط ظاہر الطفل سے ذکر مراد ہو علاوہ کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہے لا باس ان یثقب آذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو یہ کان چھیدنا اناث کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الطحاوی وہل یجوز الخزام فی الانف
لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا امام طحاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں
پہنتی ہوں جیسا کہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہی جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی
الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک اسیطرح مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے
چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا بالمناطق واللجام والثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف یعنی سراجیہ
میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک بخلاف ابو یوسف
کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطؤہا اقبول قول بکر ان اکبر رایہ
صدقہ کا مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ الی ذلک اشتری غیرہ فلا باس بشراء منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھکو زید نے
اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کرنے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں
مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ غیر شخص
کی ہے تو اسکے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک
جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے بضرورت عدم
معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی

بامر محتمل فان ثقة او وقع فی قلبه صدقها لا بأس بتزوجها وان بامر مستنکر لا ما لم یستفسرها اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے
مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا میں فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا
پورا بیان خانیہ میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل میں اسکی راستی جم جاوے
تو اسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اسکے نکاح پر جرأت نکرے جب تک کہ اسکا حال دریافت نکرے لوگوں سے
امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نتھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول نلینا
درست نہیں اور نہ اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں
تجھ پر حلال ہو گئی تو اسکے ساتھ نکاح حلال نہیں بدون استفسار کے سو اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح سے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید
اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہے کذا فی الطحطاوی فرع سئل الحنفی شافعی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفۃ
مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا
اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اسکی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ تقلید
مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اسواسطے کہ مقلد کو نجات پانا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے
فروع میں اور اسپر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی بدین مکتوب ولا یصدق قضاء ویقضی القاضی بحنثه اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ
درست ہے یعنی فیما بینه وبین الله اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اسکے حانث
ہونے سے مثلاً ہم شامہ کہ یہ بہ سبیل اولویت کے ہے ولا اقتضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر
اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیه الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیع یعنی
تردید صوت ساتھ لحن خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہو جاویں مصنف منح الغفار میں اس قول کو صحیح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر
مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہیں اسلیے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیوں کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع
مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلاخلاف حرام ہے وان زاد کره لمستمعه اور اگر ترجیع سے حروف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ
سے واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے قوله احسنت الخ لو قیل للقاری عند القراءة احسنت یخشی علیه الکفر اور
مستمع کا یوں کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اسکے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرم کے واسطے
کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة ولاحد ثلثة حرام لقهر
مسلم واظهار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے
مناظرہ حرام ہے مسلمان کو مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور تحصیل دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے الرقی علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنة الانبیاء والمرسلین ولریاسة ومال وقبول عامة من ضلالة الیهود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبروں پر غیروں کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے
انبیا اور مرسلین علیهم الصلوة والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے ہم اسی کی
طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں فخلف من بعدهم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض هذا الادنی الآیة قراءة القرآن بقراءة معروفة وشاذة دفعة واحدة مکروہ
کذا فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی میں ہے قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ اور غیر مشہورہ ہیں

جب شہور ہو اور غیر مشہور کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی کتحب بالحرمل خضاب بنشرہ لحیتہ ولو فی غیر حرب
فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجتبیٰ القنادی واکمل من منح المنیۃ مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور ڈاڑھی مین
اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح مین اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہین کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے
اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ہم ہاتھ پاؤن مین مہندی کا خضاب مکروہ ہے
عورتون کی مشابہت کے سبب سے بالون کا خضاب درست ہے اگرچہ لباس اور خواری کے پسند نہ کرنے کے واسطے کرے ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جیسے مجھکو اچھا معلوم
ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی
الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث مین وارد ہے لیکن کتم مین اختلاف ہے کہ وہ سیاہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ ہوتا ہے
مترجم کہے اساتذہ دہلی سے سُنا کہ سیاہی کے خضاب سے وہ کا خضاب مستحب ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری مین وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر
شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور وسمہ کی سیاہی مکروہ ہو یا وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحیٰ عنہا اسم اللہ
وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا بأس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابین جن سے نفع حاصل نہین ہوتا ہے کہ سبب
ان مین حق تعالیٰ اور اسکے فرشتون اور اسکے رسولون کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جائین اور بہتے پانی مین ایسا ہی ڈالنا بھی درست ہے اور
یا زمین مین دفن کر دی جائین اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہین جیسا کہ انبیا مین ہے الکرۃ وال ولا نتکم
بالیس لہ اصل معروف او یعلم بالاتعاظ بہ او یزید وینقص لیعظہ وفی دعاۃ الشرکین بالعبارات الاطبیۃ الرقیقۃ وا شرح الفوائد ہذا الحسن وغیرہ من
مکروہ قصہ بیان کرنا ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہین اہل روایت کے نزدیک یا اُنکو اس سے نصیحت حاصل نہ ہو یا
جسپر خود عمل نہین کرتا یا اصل قصہ اور مطلب مین کچھ زیادہ کرے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون کا اور دل نرم کرنے والون سے اور شرح
کرنا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ بہتر ہے ہم اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والون کی عادت ہے کہ وہ ایات کا اور روایات موضوعہ
جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہین فرید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہین یا کمی بیشی کر دیتے ہین معلوم ہوا کہ درست نہین مکروہ ہے جاہل
کے وعظ گوئی مین یا عالم کے بیان مین اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہین والافضل مشارکۃ اہل محلۃ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم
فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے مین جسکو حاکم مقرر کر لیتا ہی بہتر ہے لیکن ہمارے
زمانے مین اکثر نوائب ظلم ہین سو جو شخص کہ اُسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہے تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ
سے ملال سے کے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اسوقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری مین قنیہ سے منقول ہے کہ
ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگون پر اُسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع کرے
یعنی دینے مین اہل محلہ کے شریک ہو رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہین کہ سوائے
اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے کہ حنفیہ وغیرہ مین ہم یعنی اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہون
قرض ہین اور اُس سے وصول نہین اور وہ اُسکے جو یا چاول پاوے تو اُسکو لینا درست نہین ہوا اسلئے کہ اُسکی ہم جنس نہین غیر جنس ہین مجتبیٰ مین ہے کہ
دراہم اور دینار ایک جنس ہین تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فاشتری ببعضہا واخذ بعضہا لا ولکن لانہ
تملیک لہ من الآباء معلم نے لڑکون سے فرش کشتی کی چٹائیون کے واسطے طلب کیے سو جمع کیے اور تحصیل کر کے کچھ پیسون سے چٹائیان خرید کین

اور کچھ چیزے آپ لیتے تو اسکو یہ درست ہو اسواسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکون کے باپون کی طرف سے تملیک ہو تعلیم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہو اسلیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہو
خرید مین یعنے وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہو لاباس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس اسکے یعنے لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبے مین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہو اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہو کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہو کذا فی الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہو اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہو لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد بالا قیمۃ لہ لاباس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ
چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اس سے فائدہ لینا درست ہو یعنے بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہو اور پانیوالا
غنی ہو اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کرے لاباس بالجلوس فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہین جلوس کرنے مین اس کوٹھری یا دالان کے
اندر جسمین مصحف رکھا ہو یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ہم مجتبے مین اسی طرح مطلق مذکور ہو اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہو کہ مصحف مستور ہو اور اگر
اور بیت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہوجاتی ہے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ
فلا باس یہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اسوقت ہو جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد
یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکے واسطے ضروری ہو سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث
مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہو کہ لعن اللہ الفروج علی السروج التغنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر یصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی
اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہو تو وہ خوب ہو ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہو جسمین قواعد موسیقی
کی رعایت نہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے حسن صوت طبیعی مستحسن ہو نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات او سکنات مین تغیر ہوجاتا ہو ذکر اللہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہو قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع
والغروب اور مستحب ہو قراءت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہو کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین
نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہو قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے
انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قراءت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہو ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لاباس للامام عقیب الصلوۃ
بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیۃ الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور
چپکے پڑھنا انکا افضل ہو قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد
پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہو ہمارے استاذ یعنے بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہو بسبب عادت سلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار
اور آثار کے ہم فتاوے عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہو یعنے اگر اس نماز کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہو
اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنے اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوا اللہم انت السلام یا اوراد کا ماثورہ کے فصل کرنا چاہیے الرشوۃ لاتملک بالقبض
رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنے راشی کو اسکا پھیر لینا درست ہو ہم اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرے
رشوت ملیکہ و ۱۲ ۱۲ رشوت دینیہ و ۱۲ ۱۲
تو یہ رشوت ہو ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہو اور کاربرآری سے پہلے اسکے طلب
کرلینے سے ہدیہ حرام ہو اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہو اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہو اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہو مشائخ کا
کذا فی الطحطاوی عن المجتبے لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق

حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں جیسے بیرہانی میں ہے ایک مرد ایک گاؤں میں رہتا ہو اور اسمیں ظالم ہے اور یہ مرد اس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المولفۃ من الصدقات دلیلا مثلا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اسکو مال عطا فرماتے تھے اور مولفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے مولفۃ القلوب روساء کفار تھے جنکو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتدائے اسلام میں جمیع اہل المحلۃ للامام ومن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد یا ہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے ہم امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ ومن السحت ما یوخذ علی کل مباح کملح وکلاء وماء ومعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاسکے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانیں ہم اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہیں سب آدمی اسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اسکے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اسکا مالک ہو جاتا ہے تو اب اسکو بیچنا درست ہے وما یاخذہ الغازی والشاعر والمسخرۃ والحکواتی قال تعالی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث اور منجملہ اموال حرام کے وہ مال ہے جسکو غازی یعنی سرود خواں اور شاعر بذریعہ شعرگوئی اور مسخرا اور حکایتی لیتا ہے فرمایا اللہ تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے علم مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیتے ہیں او لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غافل کر دے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث پر نازل ہوئی ہے کہ وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے رستم اسفندیار وغیرہ کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافر اسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کر دیتے تب یہ آیت اتری والحاصل معازف وقراد وکاہن ومقامر ونائحۃ ومغنیہ وغیرہ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قراد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور عورت نائحہ سے بدن کی گودنے والی یعنی اور مال حرام کی قسمیں اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ اجرت واشرہ یعنی اس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کرے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کرا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل الدباغت اور خرچی اور شرط کرکے حجام یعنی پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسیکو کہا یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو بھی کہہ کرنا اس گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اسکا افضل یعنی صبر افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول التطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فانہ نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اسکا یوں کہنا کہ دیکھا چاہیے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہے یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے تا ہم کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی من اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرا دیں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اسکا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الٰہی بجا لاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے بعد پھر انکو ایمان کی وصیت کرے اور انسے کہے کہ نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی مجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اسپر ہوں انکی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسلمان کو

چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلی او تصدق یرائی به الناس لا یعاقب ولا یثاب بالصلوۃ ولا یثاب بها فیحمل هذا
فی الفرائض وعمدۃ الزاہدی للنوافل لقولهم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے
تو اس نماز ریائی کے سبب سے اس پر عذاب نہوگا اور نہ اسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض میں ہے نہ نوافل میں
اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہے شارح کو یہ کہنا تھا خصه الزاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی میں ہے ولکن نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل
ظاہر ہے اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی غزل الرجل علی هیئۃ غزل المرأۃ یکرہ سوت کا تنا مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں آیا ہے اور وہ یکرہ سؤر المرأۃ للرجل وسؤره لها عورت کو مرد کا جھوٹا
اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہے ہم مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت اس صورت میں ہے کہ بہ تلذذ کے ہو والا ظاہر اگر مکروہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی
الطحطاوی وله ضرب زوجته علی ترک الصلاۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور ایسے ہی
اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلاۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبیٰ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے
کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول
صحیح میں ہم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے ویمنع من الوضوء منه وفیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا
منع کیا جاوے وحمله لاهله ان ماذونا به جاز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی
تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون
الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی کنایۃ
تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت
کیے گئے یہ سب مسائل یعنی مسئلہ مکتب غیر منتفعہ سے یہاں تک مجتبی سے منقول ہیں وفی الوہبانیۃ قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم او اهل الترضی
والقتال لیظفر اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا الکذب سے مراد تعریض مراد ہے نہ کذب خالص وکرہ فی الحمام تغمیز
خادم ومن شار تنویر افقال والتبذیر اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور چاہیے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کہتے ہیں چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیا ولت سب ران پر چپی کروانا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی
شرح الوہبانیہ ویفسق معتاد المرور بجامع ومن علم الاطفال فیه ویوزر اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ مسجد میں لڑکے
پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہاں اسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جو
اسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ومن قام اجلالا للشخص فجائز وفی غیر اهل العلم بعض یقرر اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے
اور بعض علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہیں ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں
اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا وعن بعضهم ما فوق میلین یحظر اور بعضوں نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں
دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو
عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہے ولا بأس للزوجة ان تسمن لا فوق الشبع
ومن ذکرها التعويذ للحب [illegible] اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاتی ہو اور زوجہ کا تعویذ
لکھوانا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے ہم نے [illegible] مین ذکر کیا ہے کہ زوجہ بغیر رضا سے زوج جائز ہے خانیہ مین ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھوالی ہے تا اسکا زوج
اسکو چاہے اور اسکی طرف سے نفرت چھوٹے جامع صغیر مین ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان نے توجیہ اسکی یون بیان کی ہے کہ یہ
طرح کا جادو ہے اور سحر حرام ہے ویکره ان تسعی لاسقاط حملها وجاز لعذر حیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے
اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو
عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور بچہ کی ہلاکت کا خوف ہے
تو اس صورت مین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل کے تمام اعضا نہ بنگئے ہون وان اسقطت میتا ففی السقط غرة لوالده او وارثه
الام تعتبر [illegible] اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے یا ماں کی برادری سے غرہ لیا جاویگا [illegible]
غرہ مین عبارت پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جاتا ہے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے لیا جاتا ہے اور اگر عورت زندہ گرا دیا ہو
وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے لیا جاتا ہے کذا فی الطحاوی وفی یوم عاشوراء یکره الکحل
ولا بأس بالمعتاد خلطا ویجبر [illegible] اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور [illegible] مین خلاف [illegible] کی عادت ہے اور ثواب [illegible]
الکحل جائز [illegible] بفعل رسول الله فهو المقرر اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب [illegible]
وجہ کراہت سرمہ یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت
یہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قہستانی مین ہے کہ خلاصہ مین یوم عاشورا کو [illegible] لیکن [illegible] ومن وسع علی عیاله
وسع الله علیه سائر سنته اور لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادة فیروز آبادی مین ہے کہ استحباب یوم عاشورا
ثابت ہوا ہے اور سائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوة وانفاق وخضاب اور ان اکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع ومفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اکتحال سرمہ لگانا بدعت ہے
کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادة کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ورفع ادریس آسمان پر
اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور ٹھیرنا نوح کا کشتی سے اور اترنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے
محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کثرت طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی
مین طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضون کے نزدیک
حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ مین ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز مین بدعات روافض سے مثلاً نوحہ گری
وغیرہ سے اجتناب کرین اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا اور اظہار فرحت اور [illegible]
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چارون اماموں سے اور
نہ کسی کتاب معتبر مین ہے انتہی ما فی صراط المستقیم مختصراً وضرب صبیان الغیر بلا امره وما جاز فی الاحرار والاسباب بامره اور غیر کے غلامون کو مارنا [illegible]

حکم سے جائز ہو وہ جائز نہیں اجارہ کا مارنا اگر چہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا لیکن معلم کا مارنا بطلب پدر جائز ہو معلمات کہ صبیتن سے بیشتر بلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہو جبکہ قاضی عادل اور مجتہد ہو اسکا مشاہدہ ہوگیا اور اس زمانہ میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی واقوے میں ذکر القرآن کا تمام ہوا وقالوا ثواب المعلم الطفل بغیرہ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہو اور علماء نے کہا ہو کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہو ہم استماع قرآن کا ثواب بہ نسبت پڑھنے کے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہو اور پڑھنا مستحب ہو اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہو اور اسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہو در سکب باقی الذکر اوسع من الصلوٰۃ بہ نفلا وتدریس العلم اولے وافضل اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہو نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفروض کا مقدم تر ہو باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم اسواسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہو اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہو اور اشتغال بفرض عین اولے ہو فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہو اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہو وقد کرہ والشد اعلم ونحوہ للاعلام خلم الدرس حین یقرء وراویۃ فقیہوں نے مکروہ کہا ہو واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے چنانچہ درود پڑھنے کو ختم درس کا اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہ ہو کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کہے لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تاکہ لوگ اسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہو اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور لطایف میں جمع ہو سے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب زمین سے کچھ باقی ہو تو لطایف میں نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی انھیں سے وسعت کرتا ہو اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق ورأستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ بردو متقی کا کام میراث اہل بیت یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عادل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہو تفتیش ان اصول کی تاکہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہو اور یہ امور مقدم ہو واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہو احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح و ضم میم بروزن حیات وہ زمین ہو جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہو کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہو لعل مناسبتہ ان فیہ ما یکرہ وما لا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہو کہ اس کتاب میں وہ حکم ہو کہ مکروہ ہو اور وہ حکم بھی ہو جو مکروہ نہیں الحیاۃ نوعان حاسۃ ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہو حاسہ یعنی جس سے حس و حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہو نہ حاسہ وسمیت مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مذکور کو غیر نامیہ کی موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہو کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا پہنچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہوگیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہو یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا اعنی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست مملوکۃ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان

یا ذمی آباد کرے تو اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہو گانوں سے اس طرح کہ اگر چیخے وہ شخص جو منتہائے
آبادی پر ہو لیکن بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سُنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اُسکا مالک
معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اُس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسی کو پھیر دیجاوے اور اُسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ہم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اُسپر عشر واجب ہوگا
اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار و اعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ
قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبرے ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب
من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے جس سے اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور ایسا ہی برجندی میں ہے جو منصوریہ میں قاضی خان سے محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُسنے کیوں بیان کیا اور کہ
یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول وہ ہے جو اس میں ہے کہ اگر قریب تر آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز پہونچے وہ
موات ہے اور جہاں تک آواز پہونچے وہ آبادی کے لوازم سے ہے کیونکہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوا کرتی ہے تو شاید قاضی خان کی اوس کتاب میں یہ کلام
قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واعلم ان اذن الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات کا مالک اُسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اُسکو آباد کرنے کا حکم دیا ہے
اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اُسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اُسوقت ہے جبکہ وہ مسلم
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہے
تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے
اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اُسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے
علے التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی ہم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اُسکو اختیار ہے اور اگر چاروں جانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ
ومن تحجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کردیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اُسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاوے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اُسکا مالک نہیں ہو گیا کیونکہ
آدمی اُسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور
اگر ویران زمین کو جوتا یا اسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمیں بیج ڈالا تو وہ اُسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط والمسناۃ
بفتح المیم وتشدید النون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹاوے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو بند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے سد وغیرہ میں

ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لہم ومطرحا لحصائدہم لتعلق حقہم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان محتطبا اور جائز نہیں آباد کرنا اُس زمین کا جو آبادی کے قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور اُنکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اُس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور ایندھن رکھتے ہوں واعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وہی ما کان جوہرہا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم ہو کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کانوں سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو جیسا نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانیں اور قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا لو وغیرہ جہاز وغیرہ میں لگایا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے ملی جاتی ہے والابار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور جیسا کہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی الاستنباط بالسعی کان الماء انقی والماء الجوی فی الغارات [illegible] وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا جیسا کہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو چشمہ رکھا گیا ہو حق میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں وہی قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یاء جمع قناۃ یعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جاوے التی یستقی منہا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی جیسا کہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مفہوم مکرر ہوگیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرۃ لم یکن لاقطاعہا حکم بل المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر منہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالۃ احکام اجارۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اُس شخص نے جسکو سلطان نے عطا تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی یعنی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کان سے لیگا اُسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جاوے روکنے سے اور پھیرا جاوے مداومت عمل سے یعنے ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اُسکے ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہ ہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک میں باقی رہے داخل ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وہی التی ینزع الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وہی التی ینزع الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہو تو ساٹھ گز ہے بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایہ اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنے اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد وفی الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال یعنی بقولہ الامام وعزاہ للتتمۃ ثم قال وقیل التقدیر فی [illegible] بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایۃ وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یون کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار جو فقہا سابقین کی

اراضی میں نمی کے سبب سخت ہونے اُنکی اراضی کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو حریم پچاس گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہو جائے
اور اسکو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاتارخانیہ میں اور کبرے میں ہے کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول مفتی بہ ہے جو حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا تقدیر کا تو مسئلہ میں خلاف معنوی باقی نہ رہا
كذا في الطحطاوي اذا حفرها في موات باذن الامام کنوئیں کا حریم پچاس گز اسوقت ہے جبکہ کنواں زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو في غير
موات او فيه بلا اذن الامام لم يكن الحكم كذلك كذا ذكره المصنف تو اگر کنواں موات میں نہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدون اذن سلطان
کے تو اسکا حکم ایسا نہوگا یعنی پچاس گز اسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وعبارة القهستاني وفيه رمز الى انه لو حفر في ملك الغير لا حق له
فلو حفر في ملكه فله من الحريم ما شاء والى ان الماء لو غلب على ارض تركها المالك او مات او انقرضوا لم يجز احياؤها فلو تركها الماء بحيث لا يعود اليها ولكن حريما
لعامر لم يجز احياؤها ونحوه في المضمرات اور عبارت قہستانی کی یوں ہے اور اسمیں یعنی اسکے ماتن کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کی
ملک میں یعنی اسکے اذن سے تو وہ حق حریم کا نہیں ہے الا باشتراط حریم كذا في الطحطاوي اور اگر اپنی ملک میں کنواں کھودے تو اسکو حریم رکھنے کا اختیار ہے
جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکوں نے اسکو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہوگئے تو اس زمین کا آباد کرنا
جائز نہیں سو اگر پانی وہ زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہیں ہے تو اسکا آباد کرنا درست ہے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحريم العين خمسمائة ذراع من كل جانب كما في الاختيار اور چشمے کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب
چنانچہ حدیث میں وارد ہے امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز اور بیر عطن کا حریم
چالیس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے كذا في العيني شرح الهداية والذراع هو المكسرة وهو ست قبضات وكان ذراع الملك اي ملك الاكاسرة سبع قبضات
فكسر منه قبضة اور گز سے مکسور چھوٹا گز مراد ہے جو چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا اسمیں سے ایک قبضہ یعنی کم کر ڈالا گیا ويمنع غيره
من الحفر وغيره فيه لانه ملكه فلو حفر فللاول ردمه او تضمينه وتمامه في الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاتا کنواں وغیرہ کھودنے سے حریم میں اسواسطے کہ
حریم تو چشمہ اور کنوئیں والے کی ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنواں کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہے اور اسکا
پورا بیان درر میں ہے ولو حفر الثاني بئرا في منتهى حريم البئر الاولى باذن الامام فذهب ماء البئر الاولى وتحول الى الثانية فلا شيء عليه
لانه غير متعد والماء تحت الارض لا يملك فلا مخاصمة كمن بنى حانوتا بجنب حانوت غيره فكسدت الحانوت الاولى بسببه فانه لا شيء عليه درر وزيلعي اور اگر دوسرے
شخص نے کنواں کھودا انتہاے حریم میں یعنی پچاس گز کے بعد پہلے کنوئیں سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئیں کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئیں میں منتقل ہوگیا
تو حافر ثانی پر کچھ تاوان اور مواخذہ نہیں اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمہ نہیں اس شخص کی مانند
جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو میں سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہوگئی جاری نرہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں كذا في الدرر والزيلعي
وفيه لو هدم جدار غيره فلصاحبه ان يواخذه بقيمته لا ببناء الجدار هو الصحيح اور زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اسکی قیمت کا
مواخذہ پہونچتا ہے نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثاني الحريم من الجوانب الثلاثة دون الجانب الاول لسبق ملك الاول فيه اور انتہا
حریم کے او مرحلے کو دوسرے کنوئیں والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئیں کی جانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اسمیں سبقت کرگئی والقناة هي مجرى الماء تحت
الارض حريمها بقدر ما يصلحها لالقاء الطين ونحوه وعن محمد رحمه الله كالبئر ولو ظهر الماء فكالعين وفي الاختيار مفوض لراي الامام اي لو باذنه والا فلا شيء ذكره البرجندي
اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رح سے روایت ہے کہ

کر کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہو طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رحمہما اللہ کا بھی اور کاریز کا پانی اور کی زمین میں سے پھوٹ کر ظاہر ہو گیا تو وہ
حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اسکا
کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے جندی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب لیس لغیرہ الغرس فیہ اور جو درخت زمین
میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگاوے ویلحق ما اخلق عنہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک
حریما لعامر اور عیاں دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہو بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہ ہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہیں یعنی
اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیاء یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف
فان کان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاءہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا پر حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز
نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہو اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کے
البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مینڈھ کی ملکیت ہے اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی
ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکال کر مینڈھ پر ڈالی جاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف
بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے مینڈھ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل و موافق تر ہے
کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض
علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور
صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا
یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم
بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ بلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ عندہ
لصاحب الارض وعندہما [illegible] اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی مینڈھ خالی ہو درخت وغیرہ سے
اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک مینڈھ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض
کی مملوک ہے ہم اگر مینڈھ فارغ نہ ہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈھ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر
عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈھ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا
الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں تتمہ سے
منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں

اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے انہیں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب

یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں جو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت
ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم
والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لب سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بالفم مصدر ہے یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے رفع تشنگی
کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لیے اور جانوروں اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد رفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ونقل عنہا فی

کنوئیں کا علم یعنی گھیر نہ پایا تو واجب ہے اور ہر جاندار کے واسطے پینے کا حق ثابت ہی ہر پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہم پانی میں حق عام اسقدر ثابت ہو جبکہ
وہ اپنے مقام میں ہو یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا
اور معنی روکنے احراز کہا تو اخذ احراز میں اشارہ ہو کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین کے نزدیک بھرنے والا اسکا مالک
نہ ہوگا اسوجہ سے کہ احراز عبارت ہو ایک شئی کے گرد حیثیت سے مخصوص ہونے سے مضبوط ہونا کذا فی الطحاوی (و) لکل حق فی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوہما لان الماء
بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہو سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند اسکے
جیسا کہ نیل مصر کا اور گنگا اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں ہوا اسلئے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی
کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے (و) لکل (حق شق نہر لسقی ارضہ منہا او لنصب الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس
والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کو یا پنچکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہو بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ ہو یا
اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسی صورت میں مخصوص ہو جبکہ کسی کو ضرر نہ ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے پس اگر عوام
خلق کو ضرر ہو ضرر خلق کی یہ صورت ہو کہ پانی دریا کا ایک جانب کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہوگا اور ایسے ضرر کو دفع
کرنا سب لوگوں پر واجب ہے کذا فی الطحاوی عن خزانۃ المفتین (لا) حق (فی) سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا و) لا فی (ارضہ و شجرہ و زرعہ و نصب دولاب
ونحوہا من نہر غیرہ و قناتہ و بئرہ الا باذنہ لان الحق لغیرہ فیتوقف علی اذنہ اور جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو
جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر
کے اذن سے اسواسطے کہ حق اسی کا ہو تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں تا انکہ اذن دیا
اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اسکو تعزیر دے ضرب یا حبس اگر مصلحت سمجھے کذا فی الطحاوی عن الخانیۃ (و) لہ (سقی شجر
او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح و قیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سبزہ کہ غیر کی نہر یا کنوئیں کا
پانی اٹھا لاکر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہے صحیح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم فائدہ اور جیسے میں قول ثانی کو راجح کہا ہے
دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحاوی (و) المحرز فی کوز و حب لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا
کوزے اور مٹکوں میں تو اس سے فائدہ لینا چاہیے مگر اسکے مالک کے اذن سے بسبب کہ مالک ہو جانیکے بھر رکھنے سے (ولو کانت البئر والحوض والنہر فی
ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اسکو اپنے مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب سے پانی پاسکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی مل سکتا ہو
پیاسے کو منع کرنا اسوجہ سے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحاوی (فان لم یجد یقال لہ اما ان تعطیہ الماء بنفسہ ونحوہ اما ان تخرج الماء
الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار
سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جاویگا کہ یا تو اسکو پانی نکال دے یا اسکو چھوڑ دے تاکہ
تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور کگرہ نہ توڑے اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی نہ پاوے
تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہو بسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ ان ہم سے مراد مباح
اباحت ہو نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ حق ہو اور وہ اسکا مالک ہو دوسرا

مالک نہیں اسکو اسکی کاٹنا حلال ہے ہر چند وبوجہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خودرو ہو تو مباح ہیں اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک
ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں خواہ کوئی دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھ کر تاپنا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سینا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے
تو آگ جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں اپنا غیر کی
ملک سے جائز نہیں بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کی طرف نہیں جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ
انکی ملک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اسنے رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الطحاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک
اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں اسکو
کہ یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اسکا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اس وقت ہے جبکہ قریب اسکے دوسری
زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ
عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے
ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ درر ولو کان
فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی برتن میں بھرا ہوا
برتنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے
جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اس شخص کے
بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے کیونکہ مانع مرتکب ہوا
گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے ادب اور زجر کے واسطے وکری نہر ای حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم
یکن شیء فی بیت المال فعلی ... یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ
مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم کہتے ہیں کہ عوام الناس مصالح ...
اسی واسطے سلطان کو انپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر الآبی منہم
علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو انمیں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے
کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں
یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے خرچ کرنے والے سے پھر لینگے
یا نہیں تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں
حصہ ہے وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض
رجل منہم بری من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور سہا جین پر حصے کا کشتیاں کے پر کھودنے کا خرچ ہو اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب
برابر شریک ہیں یہ حکم بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا فی الاستحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکوں کو
مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یرجع علی اہل الشفۃ اور رجوع نہ کرے اہل شفہ پر جن کو پانی پینے والوں پر یعنی جو اسلئے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط شرب
میں ہے جبکہ پانی موجود ہو و تصح دعوی الشرب بلا ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے از روئے استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے
کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت کا مالک ہو باری کا اسلیے کہ کبھی زمین بک جاتی ہے بدون پانی کی
باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن
ذلک له بل یترک علی حاله اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اسکی زمین میں نہر جاری نہ ہو تو اسکو
اسکے روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑ دے نہر کو اسکے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ہذہ النہر له وانه
قد کان له مجراہ فی ہذا النہر یسوقہ لیسقی اراضیہ اور اگر نہر اسکے قبضہ میں نہ ہو یعنی اسکے کھیتوں میں نہ ہو کذا فی الحموی اور اس زمین میں جاری نہ ہو
اسکا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اسکی ملک ہے یا اسکا پانی اس زمین میں جاری تھا اسکی روانگی تاکہ اپنی
زمین سینچنے کے واسطے قوله وانه قد کان له کا واؤ بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہو یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں تصریح ہے کذا فی الطحطاوی علی ہذا ای
فی نہر او علی سطح او المیزاب والممشی کل فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہا نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت
وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکورہ دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو ان میں اختلاف کا حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے آب ریز سے
مراد پانی ہے کہ وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا ایسے کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کا گھر میں دوسرے
پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہوں تو اسپر گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم
اختصموا فی الشرب فهو بینهم علی قدر اراضیهم لان المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان انکی
اراضی کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق باعتبار اسکی زمین کے
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانهم یستوون فی ملک رقبته بلا اعتبار سعة الدار وضیقها لان المقصود الاستطراق بخلاف راہ کے اختلاف کے کیونکہ راہ کی
ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر
ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکه ولا یضر بنہر ولا بالماء اور نہر کے شریکوں میں کسی کو درست نہیں ہے کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اسپر پن چکی قائم
کرے مگر پن چکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ پن چکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ
ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکی باری ہونے میں
خلل واقع نہو او دالیة کنا عورة او جسرا او قنطرة یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھینکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں ہے
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام والحال انه قد کانت القسمة بالکوی بکسر الکاف جمع کوة و بفتحها النقب لان القدیم یترک علی قدمه لظهور الحق فیه یا ایک شریک
نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز
اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بمعنی نقب اصل اسکی نقب بیت ہے لیکن یہاں
استعارہ ہے گذشتہ زمانے کے منافذ آب کے واسطے کذا فی المغرب او لیسوق نصیبه الی ارض له اخری لیس له منه ای من النہر شرب

پاشریک لیا ہے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اسکے واسطے باری مقرر نہیں ہوئی [illegible] باندھنا اور مکرّرہ
جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکوں کے شارح نے کہا کہ عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر کا نکالنا اور چکی اور
ڈھینکلی وغیرہ یا پل قائم کرنا اور دہانہ کا وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لیجانا درست نہیں
ولهم نقضه بعد الاجازة ولورثتهم من بعدهم اور شریکوں کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکوں کے بعد انکے وارثوں کو
بھی یہی اختیار حاصل ہے [illegible] الا على سد النهر بلا رضاهم [illegible] كذا في الملتقى اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا
بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اسکی زمین سیراب نہ ہوتی ہو بدون نہر باندھنے کے ہاں اگر شریک راضی ہوں یا اسکے واسطے باری مقرر ہو [illegible]
اسکے حصہ کا [illegible] اپنی باری میں نہر باندھنا [illegible] تو جائز ہے لیکن اگر تختوں وغیرہ سے روکے [illegible] پانی [illegible] تو بھی [illegible]
باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی رضا ہو کہ پانی نہ پہنچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے
[illegible] قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہیں اعلیٰ نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی
والطريق الخاص المشترك اراد احدهم ان يفتح فيه بابا لسكنى دار اخرى ساكنها غير ساكن هذه الدار التي مفتحها في هذا الطريق بخلاف
ما اذا كان ساكن الدارين واحدا حيث لا يمنع لان المارة لا تزداد [illegible] میں سے ایک شریک نے چاہا کہ [illegible] میں اس
دوسرے گھر کا دروازہ جسکا رہنے والا غیر ہو اس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ میں ہے بخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا رہنے والا
ایک ہی شخص ہو دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آمد و رفت کرنیوالے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت میں
زیادہ ہو جاتے ہیں اسلیے یہی نا جائز ہوئی اور پہلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به [illegible] اور میراث جاری ہوتی ہے
پانی کی باری میں اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی [illegible] اسکے بیع کی وصیت باطل ہے ولا يباع الشرب ولا يوهب ولا يوجر ولا يتصدق به
لانه ليس بمال متقوم في ظاهر الرواية وعليه الفتوى کما سیجی اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اسکا ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ صدقہ
دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ آگے آویگا ولا يوصي بذلك [illegible] اور وصیت نہیں
کیجاتی اسکی بیع یا ہبہ یا اجارہ کی ولا يصلح ان يكون بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نكاح وان صحت [illegible] بالشروط الفاسدة
[illegible] اور پانی کی باری لیاقت نہیں رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے
[illegible] اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے [illegible] اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط
فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے ہاں پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں [illegible] یہاں تک کہ اگر ایک شخص
مرگیا اور اسپر دین ہو تو اسکے دین میں باری بدون زمین کے نہیں بیچی جاویگی [illegible] الى ان [illegible]
[illegible]
[illegible] اگر [illegible] زمین [illegible] باری کا پانی جمع کیا جاوے [illegible] پانی ہر باری
[illegible] یہاں تک کہ [illegible] اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہیں ہے تو میت کی باری کو اس
زمین کے ساتھ ملا دے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیچ کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے
ساتھ اسکی قیمت کتنی [illegible] کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اسکا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے

سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں والضمین من ملا ارضہ ماء فنزت ارض جارہ او غرقت
لانہ متسبب غیر متعد وہذا اذا سقاہا سقیا معتادا تتحملہ ارضہ عادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بھرا یہانتک کہ
پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوکھ لیا یا اسکی زمین غرق ہو گئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب پر تاوان اسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی
ثابت ہو اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت
سے زیادہ اسنے پانی بھر لیا ہو جس سے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا سقی
فی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ فیضمن علی ما قال اسماعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت
ہے جبکہ اسنے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین کو سینچی ہو اور اگر باری کے سوا سے سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اسپر
تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی والضمین من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ اذ شرط فی روایۃ الاصل
وعلیہ الفتوی کذا فی شرح وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت کو غیر شخص کی باری سے
بدون اسکی اذن کے اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا ایسا
پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بنزلہ حسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا اعتلفت بہ الدم وصار شیئا آخر قہستانی
اور اگر اسکو پیدا ہو جو غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے کیونکہ باقی رہنے حرام پانی کے اسمین ہے بر خلاف غصب چارہ کے کیونکہ
جب جانور موٹا ہو گیا چارہ کھانے سے تو چارہ معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر ذلک
لا ضمان فیہ ادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہوا ایسا
شخص سے تو تاوان نہیں اور تعزیر سے اسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ میں ہے وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ اور
وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب
اور یہ تجویز توڑی گئی ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وفی الناصحی انما
ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال وینفذ الحکم بصحتہ بیعہ ظہیریہ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی
میں اور یہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی میں ناصحی منفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان تو
ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی البدائع
وشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بالغیر ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ہہنا فافہم میں کہتا ہوں اور بدایہ اور اسکی شروح
میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین کو سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے
نقایہ میں یہاں سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت قد مر ما
علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہ ہم مراد جمہور سے کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے
مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ وساق شرب الغیر لیس بضامن + وضمنہ بعض وہو الاظہر + اور وہبانیہ میں ہے اور سینچنے والا غیر کی
باری سے ضامن نہیں اور بعضوں نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے وما جددوا الاخذ الشراب الذی علی + [illegible]

دوران اذن لینے پر + اور فقہا نے اُس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب سے ہو بغیر نہر والوں کی اجازت کے جائز نہیں کہا ہے بدون اذن مالک کے جو تاجت کرنے لینے کو + ولو حفروا نہرا والقوا ترابہ فا وقع فی حریمہ لیس بالنقل بعد + اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہاں سے اٹھانے کا حکم نہ ہوگا ھم حدود ستا اسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر دوسرے شخص کی زمین میں ہے اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اٹھانے کا انسے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وسیط کی دو جگہوں میں مذکور ہیں شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک ہی بیت میں بیان کر دیا کذا فی المحیط وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم و نستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الاشربہ

یہ کتاب ہے مشروبات یعنی شرابوں کے احکام میں اشربہ جمع شراب کے حرام ہونے کی وجہ بیان ظاہر ہے اسلیے کہ خمر ام الخبائث ہے اور عقل اشرف الاشیا ہے جس سے آدمی ممتاز ہے چھپا دیتی ہے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتوں پر مباح تھی اگلی عقول اس قدر واجب تھیں تو یہ سبب اپنی قوت اور ضعف شراب کے متحمل تھے اور انپر مستی غالب نہ ہوتی تھی تو اسکی اباحت ان پر انکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت کم ضعیف البدن ہے تو انپر مستی غالب ہو جاتی ہے شراب قلیل سے بھی اسلیے انکے حق میں یہی مصلحت تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتداے اسلام میں اور امتوں سے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے جو چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی و المحیط وغیرہ نے کہا کہ اسکی اور فقاء سبھوں نے [illegible] میں حرام تھا خمر کا تھوڑا بھی پینا استحلالا ہی حرام ہوا اسکی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر تشریع میں واقع ہوں کیونکہ یہ امت مشہود بالخیر ہے جمع شراب الشراب لغة کل مائع یشرب و اصطلاحا ما یسکر اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جاسکے چنانچہ پانی اور دودھ اور شربت ازرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ہم عرب ہندوستان میں شراب اسکو کہتے ہیں جو دیگ میں ڈالکر بطور عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا و المحرم منہا اربعة انواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک ثمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور منقیٰ یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقی کہتے ہیں یا خرما اور حبوب یعنی گیہوں اور جو اور جوار وغیرہ سے شیرین چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چہارم البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اسکا چند قسم کے ہیں تو یہ کل بارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑ لیا تو اسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیرین ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اسکا نام خمر ہے اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ ثلث سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اسکا نام باذق ہے اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پھر اسکو پکایا تو اسکا نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہیں اسلیے کہ ابو یوسف رح نے ہارون رشید کے واسطے اسکو ترتیب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہیں اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقے کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقے کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہے تر کھجور کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ پانی گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی و قاضی خان ما تقدم الاول الخمر وہی النی من ماء العنب اذا غلی و اشتد و قذف بالزبد ای رمی بالزبد

اول ان میں چار حرام شرابوں میں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھاوے اور اُبلے اور شدت پکڑے اور جھاگ ڈالے

شارح نے کہا نی بکسر نون اور تشدید یائے تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زا و سکون بائے موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھین کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کی یہاں تک کی جس سے
نشہ کرنے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کو عقل اور فہم اور فکر سے روکے اور بعضوں نے کہا
صلاحیت اسکا نشہ کرنے کی لیاقت مراد ہے کذا فی شرح ... فقال ... الکبیر ... کما فی الشرنبلالیہ
عن المواہب ... اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابوحفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے
اور آگے آویگا جو امر ... کا مفید ہے یعنی فتویٰ اس پر ہے ... اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ لذت سکر اور قوت سکر اشتداد سے حاصل
ہو جاتی ہے اور یہی مؤثر ہے ایقاع عداوت اور نماز سے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم رح کی دلیل
یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہوتا ہے ... اور احکام شرعی جو خمر سے
متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل ... اسکے لئے انتہا درجہ احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی و قد یطلق الخمر علی غیر ما ذکرنا اور
کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے جیسے ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے
تغیر سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول جنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے
کہ انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو اوپر مذکور ہے
کہ جس پر اہل لغت کا اتفاق ہوا ہے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذالک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر یہ حدیث مسلم
وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا ای
لذاتہا پھر مصنف رح نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر بالاتفاق حرام ہے بجہت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرنے کے
باعث سے اور بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے کیونکہ قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے
اسلئے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں
یکساں وفی قولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الآیۃ عشر دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبیٰ وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر
مجتبیٰ وغیرہ میں مشرح مذکور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں اول خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا اور اسکو رجس یعنی نجس العین کہا اور اعمال شیطانی سے اسکو
شمار کیا اور اجتناب کا حکم کیا اور اجتناب خمر پر فلاح معلق کی اور شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے اور ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اسکے سبب سے
اور روکتا ہے یاد خدا سے اور روکتا ہے نماز سے اور انتہیٰ بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس ہے نجاست غلیظ ہے
پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا سو اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا
منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم الا المالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اسکی صحیح تر قول میں حتی لا یضمن متلفہا
مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے
اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام
او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشہ کے واسطے

یا دوا میں اسکا ڈالنا یا تیل میں پکانا یا سینہ پر ملنا یا کسی اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا للتعلیل او لخوف العطش بقدر الضرورۃ فلو لا دفع بلیتہ کہ خمر کا
سے کہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیگا تو اسپر حد جاری ہوگی کذا فی المجتبی ولا یجوز سقیہا
لصبی بسلم لان الذی حرم شربہا حرم سقیہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا بھی
حرام کیا ہے صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد شراب کی مشک تحفہ لایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے
اسکو بیچ ڈالنے کا امر کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی سب
جاتی رہی کذا فی العینی و یحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاتی ہے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اسمیں بھی باوجود عدم سکر حد
لازم ہے اسواسطے کہ اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مسند میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد
خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات قبول نہیں ہوتی اور اگر
اسکو ہمیشہ پیا کیا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحاوی عن القہستانی و یحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو
حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور نشہ ہو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہوجاوے
ان شرابوں کو پیکر جو جو اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ اکثر انہیں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں اور لہو ولعب کا
قصد کرتے ہیں اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یوثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا ہے
یعنی پکانے سے اسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کرے بعد حرمت
کے ثابت ہوجانے کے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحاوی الا انہ لا یحد فیہا مالم یسکر منہ
لاختصاص الحد بالنیئ ذکرہ الزیلعی وقواہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد
مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے سے حد ماری نجاویگی جب تک اس سے مست نہو کا بسبب مخصوص ہونے حد کے
کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں اور ضعیف کیا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے یعنی جب خمر
پکائی گئی اور اسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی ہے پھر مصنف رحمہ نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاوے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے
قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جب تک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس قضیہ میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے
خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رحمہ کا یہ ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیوے یا بہت چنانچہ
فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ
اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی اور مست کرنا زائل ہوجاوے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے
اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہوجاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا
جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اسکے نہیں اسلیے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی
الطحاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو احتقانا و اقطارا فی احلیل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا
کہا ہے مصنف رحمہ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاوے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں استعمال

سکا نشہ نہین لیکن نجس العین ہونے سے یہ بھی درست نہین کہ بیچ اسکا سرمہ اور ناسور مین ڈالنا جائز نہین و یجوز تخلیلہا اولو بطرح شیٔ فیہا فلا فا للامام
اور جائز ہو خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز یا نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنا بخلاف شافعی رح امام شافعی رح کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہوجائے تو حلال ہے اور نمک
وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہین پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہان تک سرکہ ہے وہان تک برتن پاک ہوگیا اور اسکی اوپر کی جانب اسکی تبعیت پاک ہوگئی یہی صحیح
فی الجوہرۃ مترجم کہتا ہے کہ نقل کیا کہ یہی قول مفتیٰ بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر یطبخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ و لعبیہ سکر و ہو المسمی
الان بالمثلث اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جل گیا اور وہ نشہ آور ہوگیا
اور مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہ ہے کہ اسکا نام بادہ ہے طلاء ہم نے بیان کیا اسلیے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا وہ بادہ ہے اور
قاضی خان نے فتاویٰ مین دو تہائی کی قید نہین لگائی بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا اور کل
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جل جاوے گا تو جبتک شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور غلیان اور شدت کے بعد جبتک نشہ نہ لاوے
شیخین رح کے نزدیک حلال ہے فافہم واما الطلاء فذکر وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی یذہب ثلثاہ ویبقی ثلثہ وصار مسکرا
وہو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط وغیرہ فی الاشربۃ الی الحکم لان ہذا المثلث یسمی بالطلاء مطلقا والحکم فی ذلک کما العنب
رضی اللہ عنہ کما فی الاشربۃ الیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ شربت ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اسکی دو تہائیان جل جاوین اور ایک
تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہوجاوے اور اسی شربت کو طلاء کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی جانب گئے ہین اور علامہ مقدسی کا حکم یہ ہے
صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلاء کہا ہے اسکو حرام نہین کہا پس اسواسطے کہ حلال ہے اور اس مثلث کا طلاء ہونا صاحب محیط کا مذہب ہے
رضی اللہ عنہم کی حیثیت سے چنانچہ اشربہ مین ہے کہ حاصل یہ کہ طلاء تفسیر اول یعنی بادہ حرام ہے اور طلاء بتفسیر ثانی یعنی مثلث جو مسکر ہو حلال ہے
مثلث حرام نہین الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی و سمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر اور
مثلث کا نام طلاء رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے سبب کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلاء سے یعنی وہ قطران
جو خارشتی اونٹ کو لگایا جاتا ہے اور طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بالفتح وکسرہ وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث بھی
مشابہ تھا طلاء سے لہذا آنحضرت فاروق اعظم رض نے فرمایا و صحیح ہے اور اطلاق الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المقدسی کا کہنا ہے اور آگے صحیح ہے
طلاء کی بنا بتفسیر اول چنانچہ مصنف رح نے کہا ہے کہ خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتویٰ ہے اور طلاء بتفسیر اول یعنی دو تہائی سے کم جلا ہوا بادہ ہے
نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث جو نکہ وہ حلال ہے تو طاہر ہے والثالث السکر بفتحتین وہو النی من ماء الرطب اذا اشتد
وقذف بالزبد اور تیسری قسم اشربہ محرمہ سے سکر ہے دونون زبر سے یعنی سین اور کاف اور وہ کچا رس ہے خرما کا جبکہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی
اور ہمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وہو النی من ماء الزبیب
بشرط ان یشتد ویقذف بالزبد یعنی الغلیان اور چوتھی قسم اشربہ محرمہ سے نقیع زبیب ہے یعنی منقہ دو بیری اور وہ کچا پانی ہے منقہ کا یعنی جس پانی میں انگور
خشک کو چند روز بھگو رکھا پھر نچوڑا یہان تک کہ جھاگ ڈالنے اور جوش کھانے کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون کو
شراب ہین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام ہین جبکہ جوش کھاوین اور تند ہوجاوین الا ان یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور تندی ہو تو بالاتفاق حرام ہین
ہم امام رح کے نزدیک اسواسطے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور تندی اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اس وجہ سے حرام نہین کہ
شرط حرمت کی غلیان اور تندی ہے سو حاصل نہین ہوا ان دونون صورتون مین اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ہم امام رح کے مذہب پر

تو ظاہر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اسلیے حرام ہو کہ جب وہ فقط غلیان اور شدت اور پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگی فا ظاہر کلام کتابۃ
المتون انہ اختار ہما قولہما قالہ المصنف فی المنح قال القہستانی و ذکر الاتقانی انہا ای ان قید علی السابق فتنبہ اور سابق کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کے مانند یہ ہو
کہ انہوں نے اس مقام میں صاحبین رح کا قول پسند کیا ہو کہ فقط غلیان اور شدت اور پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہا ہو برجندی نے ان
قہستانی نے کہا کہ ماتن نے بیان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں
اسکے ذکر کو ضرور نہ جانا و اسی سے ظہر والد ہذا ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی توضیح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہو انتہی کہ اسنے سکر کی حرمت میں جھاگ
ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہو تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی انتہی کہ دونوں میں یکسان غلیان ہو اور دونوں میں حکم نجاستہ السکر والنقیع و مفاد کلامہ
انہا خفیفۃ و ہو مختار السرخسی و اختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر اور نقیع کی نجاست کا بیان نہیں کیا اور اسکے کلام سے ایسا
ظاہر ہوتا ہو کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہو اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہو اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہو کہ نجاست غلیظہ ہو و حرمتہا دون حرمۃ
الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہو خمر کی حرمت سے اور انکا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاویگا
اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہو اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہو ہم کشف میں ہو کہ کفر کو اکفار سے کہنا بہتر ہو تکفیر سے اسواسطے کہ اول
نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہو اور خاص دلالت مراد میں اولی ہو مشترک سے کذا فی الطحطاوی و الحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہو یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا
پانی سے دلیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہو اگرچہ جوش کھا کر تیز ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کا
ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ منح میں ہو عینی نے کہا ہو نقیع التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اسکی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں
تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاے و ہذا اذا شرب منہ بلا لہو و طرب فلو شرب للہو فقلیلہ
وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہو جبکہ وہ پیا جاوے بغیر لہو و طرب کے تو اگر لہو و لعب کے واسطے شرب ہوگا تو اسکا
قلیل اور کثیر سب حرام ہو ہم منح میں ہو کہ طرب خفت ہو جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہو درر میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص
نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو و طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہو و ما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علے ظنہ انہ مسکر فیحرم
اور یہ حلت اسوقت تک ہو جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیےگا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا لان
یعنی قدح اخیر جو نشا کر دیا وہ حرام ہو نہ مشروب تمامہ بحر رائق میں ہو کہ صحیح تو یہ ہو کہ پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسواں پیالہ
پیا اس سے نشا کیا تو حرام دسواں پیالہ ہو نہ اسکے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر سستی ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہو اور وہاں کا بیٹھنا
حرام اور اسکی طرف چلنا حرام ہو کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور دوسرا اشربہ حلال سے
مشروب ثانی خلیطین ہو یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد سمین حاصل ہو حلال ہو
بدون لہو و لعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہو جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہو کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈال لیتے تھے اور پانی اوسپر ڈال لیتے تھے جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو
بھگو رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث خلیطین میں نہی وارد ہو وہ قحط کی حالت پر محمول ہو تا کہ دو نعمتوں کا اجتماع نہو وے اور
حالانکہ پڑوسی محتاج ہو بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو

کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیرۃ والذرۃ تحل سواء طبخ اولا بلا لہو وطرب اور شہد سے حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو
اور جوار کا نبیذ یعنی نبیسانہ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وہو ما طبخ الا العصیر
حتی ذہب ثلثاہ وبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للہو لا یحل اجماعا اور شہد حلال ہے چوتھا شربت مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمین شدت حاصل ہوا ہو مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہان تک کہ اسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہے
یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو و لعب کے واسطے پیتا ہو تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی کا شربت مذکور حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک
حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ کہتے وہ کہ لکھا امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ابو موسی کو لکھا تھا اسمین یہ تھا کہ شام کا قافلہ میرے پاس شربت غلیظ سیاہ لایا طلاء الابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ اور انھون نے پوچھا کہ
کم تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انھون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہیں اسکی دو ثلث خبیث جاتے ہیں ایک ثلث ہلکا اور ایک ثلث تو شدت اور
سکر کا سو اپنے لوگون سے حکم کر کہ اسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے شربت کو پکاؤ یہان تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے
سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابوحفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال ہے
سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو و لعب اور فسق کے واسطے
پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر نشہ کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہان کا بیٹھنا اور اس طرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے روایت ہے
کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور مین اسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی باقی انہی وصح بیع
غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو شربت مذکور ہوچکے انکی بیع صحیح ہے یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے
اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ہل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل ان مرادہ
بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون
اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے
نے شرح مین وتضمن ہذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لمنعنا عن تملیکہ عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائیگا ان شربون کا بسبب ہلاک کرنے
کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت
مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہم وما یدینون زیلعی برخلاف تلاف صلیب کے یعنی
اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیئے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور
ہین انکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمہا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوہا قالہ المصنف مطلقا قلیلہا وکثیرہا وبہ یفتی
ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح مین کہا یعنی جو شراب ہین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح
کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جو سبو اور خلاف
نبیذ یعنی انکا بوزہ شربت مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہو اسپر حد نہین اور اسکی طلاق واقع نہین اور محمد رح کے نزدیک وہ
حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ مین ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہی ہے کہ شہر

مذکورہ سے جو نشا لاوے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور
ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دارقطنی کے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد رح کے
قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس بھی ہے جیسا کہ مذہب
شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہے انتہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا جو اشربہ حلال ہیں انہیں اشربہ مذکورہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور
محمد رح کے حرام ہے کہ جو کہ اسقدر سے نشا ہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً و اختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمد رح
کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین رح اور محمد رح سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ
ابن عابدین(؟) میں یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ امام شیخ ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اور واسطے حبس کے
نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روئے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے
سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونظمہ فقال و فی عصرنا فاختیر حد و اوقعوا طلاقا لمن من سکر الحب یسکر و عن کلہم یروی و افتی محمد بتحریم ما قد قل
وہو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اُس شخص کی جو اناج کی
شراب یعنی بوزہ سے مست ہو اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد رح نے قلیل کی بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے
وفی طلاق البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وہو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد انتہی و فی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع
للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی و تمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ
کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اُس سے کوئی مست ہو تو ہمارے
زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اسپر حد جاری ہو اور ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اُسکے پینے سے تو اُسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے
اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل
اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن
الاتان اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب
جوش کھا کر سختی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اُس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اُسکے مست پر حد واقع ہونا اور اُسکی
طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا البان الرماک ای الافراس اذا اشتد لم یحل و صحح فی الہدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونے کو
صحیح کہا ہے یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سب مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جب تک
نشا نکرے زیلعی میں ہے قول اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہے بموجب ذکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اُسکے گوشت کی کراہت احترام کے
سبب سے ہے اور اسلیے کہ مادہ جہاد منقطع نہوجاوے تو یہ کراہت اُسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی و حل الانتباذ و اتخاذ النبیذ فی الدبا
جمع دباۃ وہی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں و بالتاء تشدید بید و ہو دبا جمع ہے دباۃ کی جو جمعی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر
والنقیر الخشبۃ المنقورۃ و ما ورد من النہی فنسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اُس برتن میں جسپر زفت لیپے
روغن قیر کا ملا ہے اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

کتاب الآثار میں محمد عن ابی حنیفہ رح عن علقمہ بن مرثد رح عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا
کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمد رح کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب کھاؤ جو چاہو اور منع اسی واسطے
کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشادگی کرے اور دبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں
کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنوں میں سے اسیا بنالی جاتی ہے سو اگر انمیں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے
پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد رح کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک
تین بار دھولے اور ہر بار خشک کر لینے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسمیں بار بار پانی بھرے اور گرا دے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے
جسمیں شراب کا مزا رنگ اور بو نہ ہو قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ شرب دُردی الخمر والامتشاط بہ لان فیہ
اجزاء الخمر فقلیلہ ککثیرہ کما مرہ ولکن لا یحد شاربہ عندنا الا اذا سکر شراب کی تلچھٹ کا پینا اور کنگھی میں ملکر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے
کہ اسمیں شراب کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل مثل کثیر کے حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد جاری نہ کی
جاویگی جبتک نشہ نہ ہو اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد جاری ہوگی ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ
وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ یہ سب اشیاء فساد عقل کرتی ہیں اور یاد خدا اور نماز
سے باز رکھتی ہیں اور ... کذا فی الطحطاوی بنج اور حشیشہ میں بعض نے تفسیر کی ہے مگر الاکہ بنج بفتح باء موحدہ و سکون نون خراسانی اجوائن کو
اور حشیشہ ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی است
شبیہ بہ برگ بادنجان ... وبسیار زغب دار ... از آن بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق ... گل آن ... شبیہ بگل ...
آن یکی زرد دیگری ... تخم آن ... سیاہ و سرخ و سفید ... نوع اول ... سوم کہ
... استعمال ... آنرا استعمال نماید اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کنب بنگ و ہندی بھانگ و ... ورق الخیال
و حشیشہ ... آن ... بلند و ساق آن ... و گل آن سفید و تخم آن ... شاہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے
شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اسی بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندر استعمال کرتے ہیں سو
بلغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر حشیش کی ہے اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن بنج ... اور مفتر اور مزیل ہے اور ... میں ...
ائمہ متاخرین کا اسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اسقدر زیادہ
اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی مافی العینی الطحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی
ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اسواسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر
محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن
اور بھنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کھاوے تو اسپر حد نہیں اگرچہ اس سے نشہ ہو جاوے بلکہ اسکو
تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوزۃ الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسی طرح جوزۃ الطیب یعنی جائفل حرام ہے لیکن
اسکی حرمت بھنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے مصنف رح نے شرح میں حرمت جائفل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے یہ قواعد کے موافق
جان کر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوزۃ الطیب ... ابن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاہدی نے کفر و مباح فتاوی اور مصنف رحمہ نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ فتویٰ ہے
کہ کفر ہے اور اسکا قتل مباح ہے ثم مصنف رحمہ نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح قرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ انکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی
کچھ منقول نہین مزنی کے زمانہ تک جو شاگرد ہین امام شافعی رحمہ کے اور اسد بن عمرو شاگرد امام اعظم رحمہ کے عراق اور عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب
اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم مین پھیلا اور مفاسد عقلا پر غالب آگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما ماوراء النہر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور
اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رحمہ اور حنفی رحمہ دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہان تک کہ اسکی حلت کے قائل کو
زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے بدمست ہوا اور حالت مستی مین اسکی طلاق واقع ہوگی زجرا اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الحاوی قلت ونقل شیخنا النجم
الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوز الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ مین
کہتا ہون اور ہمارے استاذ نجم غزی شافعی رحمہ نے اپنی شرح مین جو انکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے
یون کہا ہے کہ اسنے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق
فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لایسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل
مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ
کسائر الصغائر انتہی بحروفہ پھر کہا ہمارے استاذ نجم شافعی رحمہ نے کہ تمباکو جو کہ پیدا ہوئی ہے اور اسکی پیدائش دمشق شام مین ایک ہزار پندرہ سال
ہجری مین ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ نشہ نہین کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنے اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر
حواس کو شکستہ اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنے نشہ کرنے والی اور سستی لانے والی چیز سے اور نجم مذکور نے کہا کہ تمباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے
سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے
انتہی کلام النجم الشافعی رحمہ بلفظہ علامہ ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تمباکو کی حرمت علماء شافعیہ رحمہ سے منقول ہے اس واسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کردینا واجب ہے انتہی اور بعضے ثقات شافعیہ رحمہ سے دریافت کیا سو انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے
کہ تمباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر
اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم ہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے
باختلاف مستعملین کے یعنے ہر کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الحاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ
کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ مین اس قاعدہ کے
اندر کہ اصل اشیاء مین اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز مین جسکا حال معلوم نہین جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین
اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہین ہوتا انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا
جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنے تمباکو ہے تو خبردار رہنا یعنے سو جب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیاء مین اباحت ہے
تمباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیاء مین توقف ہے یعنے نہ اباحت ہو نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام وقف کریں گے

شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقاً بالثوم والبصل بالاولی فتدبر اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہے اسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے لاحق کرکے سو اسکو غور کر لے علامہ مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہاں مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریحاً بے ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رحمہ اللہ دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ اکل دخان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو ناحقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ۞ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ ۞ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ۞ ولبیاعہا التادیب والفسق اثبتوا ۞ وزندقۃ للمستحل وحرروا اور ان علما میں سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اسکو کتاب الحظر میں اور اسکو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتوے دیا ہے بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم [illegible] الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں علامہ قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ ہے جو ممتنع متوحش ہو جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر حیلہ سے تو متوحش کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اسکے پاؤں یا پر ہوں جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد ہے کہ آدمیوں سے بالخلقت نفرت رکھتا ہو اور وحشت اصلی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں جیسے بچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ اصل مناسبت ان کا منہما بورثۃ السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہے کہ دونوں چیزیں موجب سرور ہوتی ہیں اور مباح ہیں بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثناء مسائل میں کہتا ہے مترجم وہ مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمداً نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا اسکا یعنے تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نکھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ۱ یہ کہ اسکی خورش پنجے اور دانت سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ [illegible] نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی اعلام کبیر عن النہایہ یہ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانوروں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالی (واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) یعنے جب تم حلال ہو یعنے محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تونے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تونے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہیں کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے ان تفی المحرم الاالمحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا یون کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینون شکارون کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او لعلمہ فی کلامہ ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو لعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے اور حرفت علے مافی الاشباہ وقال المصنف وانکرہ شیخہ الرملی فی حواشیہ وانا اقول عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من انواع الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علے المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اس مسئلہ عدم اباحت حرفت میں زیادہ کی اشباہ کی متابعت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہوے صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو کہا علاوہ رد نہ کیا الصید یملک بالتعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لایملک بالاتفاق یعنی ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اسمین پھنس گیا بخلاف اسصورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمین تو اول صورت مین دوسرا شخص شکار کو نہیں لیسکتا اور دوسری صورت مین جو شخص اسکو پکڑیگا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لیسکتا وان وجد لقطۃ دراہم و دنانیر ضرب الاسلام الا بیکیلہ وحکم اللقطۃ اور اگر دینار یا کوئی اور چیز انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے یا وسمہ تو اسکا مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی مشہور کرنا واجب ہے کیونکہ وہ اسکو لیکر تلاش کرنا ہے کہ کون تلاش کرتا ہے قاعدہ کلیہ میں جو سکہ زمین میں ہو اسکو گنج کہتے ہیں جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا ہو وہ سکہ فی الطحاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہو اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث ووصیۃ واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لالجفاف علے المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علے حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمفلس ما یجد بالتعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب شرع میں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جاتی ہے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا مالک ہو جاتا ہے چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا ایسی مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابون میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ میں مذکور ہوچکی ویحل الصید بکل ذی ناب و ذی مخلب تقدم فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہوے تعلیم کے اور شرط اسکے نجس العین نہونے کی کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے تم فرع علے ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدہ پر جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمین تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونون غیر کے لیے عمل

نہیں کرتے تو شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خساست کی وجہ سے علم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا و الا الخنزير لنجاسة عينه فلا يجوز بالكلب على القول بنجاسة عينه الا ان يقال ان النص ورد فيه فتنبه اور سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور یہ جب اس قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر اسکا جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے آگاہ رہنا و به يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير ليس بنجس العين عند ابي حنيفة على ما في التجريد وغيره فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کر بشرط علمهما اي تعليم ذي ناب وذي مخلب یعنی دار اور چنگل والے کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترك الاكل اما الشرب من الصيد فلا يضر قهستاني ويأتي ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہ یعنی انکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور تا مذکور ہوگا تم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکو نہ کھاوے اور گیدڑ اور بلی اور [illegible] وغیرہ کچھ نہ کھانے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں اپنی عادت چھوڑ دیں تو تعلیم یافتگی ثابت ہوگی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھاوے تو یہ اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے كذا في الطحاوي وبشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ مقام میں بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ کوئی [illegible] ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ [illegible] وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع او متوحش ان الاستئناس [illegible] بقوائمه او بجناحه متوحش فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استأنس لا تحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال ماكول لان الكلام في صيد الاكل وان حل صيد غيره كما سيجيء او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑتے وقت جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں ممتنع اسواسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسایا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اسمیں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کر لے وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب مجوسي [illegible] اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون [illegible] کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا اسمیں ترک ہوا تو ان سورتوں میں شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار کے پیچھے [illegible]

اور توقف نکیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن واستخفی کالفهد کما یکمن الفهد ثم وثب علیہ للحیلة لا للاستراحة
برخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبکا رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبکا رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے
ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یونہی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبکا رہے نہ بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
عن المحیط مختصرا وللفهد خصال حسنة ینبغی لکل عاقل ان یاخذ بها کذا فی المبسوط قال المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے کہ لیا کرے چنانچہ مصنف نے
شرح میں انکو مفصل بیان کیا ہے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا دبکا رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے فرصت
تاکتا رہے تا بافرصت مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اسکا سیکھانا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح
عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اچھا مال طیب طلب کرتا ہے اسی طرح
عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا تو بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منه البازی اکل لان تعلیمه لیس بترک الاکل پھر اگر شکار پر سے باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب یؤکل مطلقا لانہ نادر اور اگر کتے اور مانند اسکے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کاکله منه ای کما لا یؤکل الصید اذا اکل الکلب منه بعد ترکه الاکل ثلث
مرات لانه علامة الجهل جیسے اسکا کھانا اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اسنے شکار
پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یؤکل ما صاده بعده حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل
ثلثا اور اسی طرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جبتک پھر
شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صاده قبله لو بقی فی ملکه فان ما اتلفه من الصید لا تظهر فیه الحرمة اتفاقا لفوت المحل فیه اشکال ذکره القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی مثلاً کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے
یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے
اگر جنگل میں ہے تو اسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اسکی ملک میں ہے تو اسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہیں خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی وارث کے نزدیک انتہی محصل
اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمة کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ بیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو یہ ہیں اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فر من صاحبه فمکث حینا ثم رجع الیه فارسله فصاد لم یؤکل لترکه ما صار به معلما فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا سو اسنے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اسنے ترک اجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہے
ولو الصیاد الصید من الکلب قطعة منه بسعته والقاها الیه فاکلها او خطف الکلب منه واکله مابقی کما لو شرب الکلب من دمه لانه من غایة علمه

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اُسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈالدیا سو اُسنے اُسکو کھالیا یا کتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لیگیا اور کھا گیا تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسلیے کہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور زور اُستادی کی دلالت کرتی ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز پی کہ جو مالک کے لائق نتھی یعنی خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ ولم یاکل منہ لا یوکل لانہ حالۃ الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اُسمین سے بوٹی کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا جائیگا کیونکہ شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشہ وتبع الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُسمین سے نہ کھایا یہانتک کہ اُس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُسوقت میں یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت میں ضرر نکرتا جیسا کہ پہلے گذر گیا واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیرانداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہے تو اُسکو ذبح کرے بنابر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو ایسا مقتول ہونے سے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدون ذبح کرنے کے اسواسطے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہیں اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رحمہما اللہ کا لیکن امام رحمہ اللہ کے نزدیک حلال نہیں اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط الحل بالرمی التسمیۃ وجرح اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ شرط حلت نہیں وشرط الجرح لیتحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلنے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبہ لو غاب الصید متحاملا السہم فادام فی طلبہ یحل وان قعد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیرانداز بیٹھ نرہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اُسکے تیر کو اُٹھائے ہوئے تو جب تک تیرانداز اُسکی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اُسنے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات میں موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ ان لا یتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضیخان میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نگیا ہو تیرانداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے ہم وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں اور مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اُسکو پایا سو کھا جب تک سڑ کے گندہ نہیں ہوگیا یہ حدیث باوجود غائب ہونے دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اُس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی فان ادرکہ الرامی او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہا حرم وسیجیٔ پھر اگر تیرانداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ہم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا والحیوۃ المعتبرۃ حیا ما یکون فوق ذکوۃ المذبوح بان یعیش یوما وروی اکثرہ مجمع اور جو حیات کہ بیان سے یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارہا وہو ما لا یتوہم بقاؤہ کما فی الملتقی فلا یعتبر اتفاقا حتی لو وقع فی ماء بعد ہم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی بیان معتبر نہیں یہانتک کہ اگر اسقدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اُسکو ذبح نکرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول امام کا ہے

امام محمد اور صاحبین رح کے ہی اور بعضون نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور امام رح کے نزدیک حیات خفیفہ مین بھی ذبح کرنا ضروری ہی متردیہ وغیرہ اسکے مانند کذا فی البحر والمعتبر فی المتردیۃ واخواتہا کالنطیحۃ والموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اشرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردیہ اور اسکے مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ مین جسکو درندہ نے کھایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہی اگرچہ زندگی نہایت کم ہو جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہی اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح مین ہم متردیہ وہ جانور ہی جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ وہ ہی جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہوگیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہین اور اسی طرح شکار مین بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتوی ہے سے یہ حکم ہوا کہ کھانا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہی بدلیل اس آیہ کے وما اکل السبع الا ما ذکیتم اور بدلیل حدیث عدی مذکور کے یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکہا ای الذکاۃ عمدا مع القدرۃ علیہا فمات حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنا اسکو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونے کے اسپر پھر وہ مرگیا تو حرام ہوگیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنہ وفی الوقایۃ اشارۃ الی حلہ والظاہر یا [illegible] انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایہ مین اگر صیاد عاجز ہوگیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ آلہ اسکے پاس ذبح کا تھا یا نہین یا وقت تنگ ہی اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہی کہ درصورت عجز کے حلال ہی اور یہی قول ہی شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا اور بیچ متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکے حلال ہوجانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایہ کو ترجیح دیکا انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہی کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت مین حرام کو حلال نہین کر دیتا ہم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور جھڑکا یا شور کر کے سو وہ تیز ہوگیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہی ہم ہرچند زجر لغت مین یعنی منع اور نہی کے ہی لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور قوت ہی بالانا ہی شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہی جیسا کہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہی معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہی اور بالعکس ہو تو حلال ہی یعنی اگر ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر زجر مسلم سے ہی تو حلال ہی اور اگر مجوسی سے ہی تو حرام ہی او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ ای بہ لا بحدہ [illegible] یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہی اور معراض وہ تیر ہی جسمین پر نہین اور بعض اسکو ایسا کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہی اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے ہم معراض [illegible] تیر ہی جس کا دونون کنارہ سے [illegible] باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہی نہ تیزی کی طرف سے کذا فی الاتقانی [illegible] فاصاب بحدہ حل اور اگر معراض کے کنارہ سے پہونچا اور تیزی سے پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہی او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا ڈھیلا [illegible] تو شکار حرام ہی بسبب قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ [illegible] اور تیزی سے [illegible] بندقہ بضم با [illegible] وسکون نون [illegible] گولی ہی جس سے مارتے ہین اور اسکو غلہ بھی کہتے ہین کذا فی المغرب [illegible] اسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفۃ بہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح ولو لم یجرح لا یؤکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہی اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقا درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہی اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان [illegible]

ملتقی کی شرح میں ہے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ فلیا اور چھرا و معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیئے کہ اشیا مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر اسکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرلے اور اسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیز پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل و گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب ان سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
اگر موت شکار کی زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اس میں کہ زخم سے موت
ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی سے شکار میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو بندوق کی بقوت
کے جلدی قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور دھار کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیدا فوقع فی ماء لاحتمال قتلہ بالماء فحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو
پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں ہے یہ سب اسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جس میں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور معدوم ہے کذا فی العالمگیریۃ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان
الاحتراز عن مثلہ ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہوا ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتوں سے بچنا ممکن ہے ہم لیئے یہ ضرور نہیں کہ صید زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہے درخت یا دیوار یا لکڑی یا سیڑھی
یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر ندائی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن فیحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہم لیئے زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بالمثل او بالا فوق فقط یا مسلمان نے
اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اسکے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اپنے سے اقویٰ یا صحیح سے نہ ضعیف سے
ہم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ ولو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوا اسکے جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہے کہ ہر اس شکار کا پکڑنا ہے
جس پر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر اکبار بسم اللہ کہکر سو اسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سبکا
کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے
جنکو ہم نے ذکر کیا ہے قولہ اکل جزا ہے فان رفع اور اسکے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلافا للشافعی وانما قولہ

علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اسکا کوئی عضو کاٹ رہا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی رحمہ اللہ کے یعنے انکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ھم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یون روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اسمین قائم ہے اور اصطلاح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے جیسی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہ سکے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل الالتیام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اسکا بدن سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اسکا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا واکثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیات المذبوح تبینا والحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اسکی دھڑی اور دم کے ساتھ رہا یعنے ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ رہی ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اسکی سلامتی اور بقا ایسے زخمون کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اسکی ذکاۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ لامکان الحیوۃ المذکور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اسکے سر کے ساتھ رہا تو اسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اسکو خارج کر دیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے اب اسکے دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اسنے اسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اسکی پوری قیمت کا جو اسکی قیمت

اُسکے تلف کر ڈالنے کے وقت سوائے اُس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہے دیتا ہو اور یہی کتاب نہر میں ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کر کے توضیح اسکی یون ہے کہ وہ شکار
دس درہم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درہم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درہم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درہم کا
تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی اطلاق کی دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھنے سے تم فارغ ہو تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیۃ
یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذتہ حرارۃ الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلّی اور کتّے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے انتہیٰ اور جبکہ بلّی موذی ہو تو اسکو دھار دار چھری سے ذبح کر ڈالے [illegible] اور اگر کتّا عقور
یعنی کاٹنے والا ہو تو اسکا قتل جائز ہے اور اُسکا مالک تاوان نہیں دے سکتا کذا فی الطحاوی ویطہر لحم غیر نجس العین [illegible] وجلدہ وقیل یطہر جلدہ
لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب وعرفی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا اُس غیر نجس العین کا جو ذبح شرعی کیا گیا ہو اسواسطے
پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اُسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں مواہب سے
کتاب الصید میں منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ میں افتنا الطیر لا یباح والاول عدم فعلہ یعنی پرندہ کا پکڑنا اگرچہ مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ
ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ ویکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ یعنی مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرندہ سے اسلیے کہ پرندہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد
حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا [illegible] گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر چلایا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہے یہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات میں
اسکو قول مختار قرار دیا ہے [illegible] نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف [illegible] کے کہ شیر یا سور کی آہٹ سنے سو اُسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہاں وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ
لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں
تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اُسکے
سینگ یا کُھر کو سو وہ مر گیا اگر اسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فی حل
الصید وحرمتہ اذا رمی مسلم [illegible] اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو
اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا بت پرستی کی حالت میں حاصل یہ ہے کہ تیر لگانے اور کتّے کے
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکے برعکس حلال نہیں کذا فی [illegible]
الجزاء بحالۃ الرمی [illegible] قبیل کتاب الذبائح اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہونے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام میں [illegible]
محرم ہو جانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الذبائح سے پہلے

فرع سئل ابو القاسم الصفار عن باز یا معلما اخذ صیدا فقتله ولا یدری ارسله انسان ام لا لا یؤکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونه وان کان مرسلا فهو مال الغیر
فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه ملتقی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار کیا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا
درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور بدون ارسال کے شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی
اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الملتقی قلت قد وقع فی عصرنا حادثة الفتوی وهی ان رجلا وجد شاة مذبوحة ببستان هل یحل له اکلها ام لا ومقتضى
ما ذکرناه انه لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوته ام لا وهل سمى الله تعالى علیها ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا
وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ملتقی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس
بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا نہیں ہے اور اگر ہے تو آیا اسنے
ذبح کے وقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصة من اللقطة قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیة ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی
قلبهم ان صاحبه فعل ذلک اباحة للناس لا بأس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالة کالثابت بالصریح انتهى فقد ابیح اکلها بالشرط المذکور فعلم
ان العلم بکون الذابح اهلا للذکوة لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر
وہ پانی کے قریب نہ ہو اور انکے دل میں یہ بات جم جاوے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو انکے لینے اور کھانے میں مضائقہ
نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہى ما فی الخلاصة تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط
مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں اور یہ قول اسکا دال ہے عدم حلت کے
قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈال دیا
اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہ ہووے قلت قد یفرق بین حادثة الفتوى واللقطة بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا
وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں حادثہ مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ
مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بھی تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی
والطحطاوی درایة بحثه انه لو سرق شاة فذبحها بتسمیة فوجد صاحبها هل تؤکل الاصح لا لکفره بتسمیته على الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتهى فاحفظه
اور میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے بمضمون کہ ایک شخص نے بکری چرالی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا
حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور
بلا اذن شرعی کے انتہى قوله لو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ھکم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی
اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ مجرد اسکے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ
على الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا مؤید فقہا کا یہ قول ہے کہ شاة غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا
تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة قال وما مات لا تطعم کلبا فانه خبیث حرام النفع متعذر
اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ھم جیسے مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز
ہے چنانچہ شرنبلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علما نے کہا مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور
کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور پر اجمہ آخرہ اور اجازت دیگی تملیک بخشک کی جسکے پانیوالے کو

ہم یعنی ارسال کے وقت اسکی تملیک یا بروجہ اباحت مراد ہو تحقیق یہ اور مزید یہ ہیں ہو کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اسکو لیا اور اسکی درستی اور خبر گیری کی پھر اسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے یعنی جسکا جی چاہے اسکا کر دیا یا یہ کہ آزاد کیا تو پہلی صورت میں مالک اسکو نہیں لے سکتا سوا اسکے کہ اسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت میں اسکو لینا جائز ہو بعدم اباحت جیسے یہی قول ہمارا ہو کہ کسی کے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصرا و اضافہ لبعض الائمۃ بکر جاو اونکے اعتاق کو یعنی غلام کے چھوڑنے کو بعض علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہیں شارح وہبانیہ نے کہا کہ افادہ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہو کذا فی الطحطاوی وان یافہ بیع غیرہ باز اخذہ اور اگر مالک نے اپنے اس جانور کو غیر واحد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہو ہم اس صورت پر محمول ہو جبکہ مالک نے ارسال کے وقت یعنی واسطے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تحقیق اور مزید یہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی اگر شکار … جیسے لینا جائز ہے … نام … ہو شی … کا نہیں … اسکا مالک … کذا فی شرح الوہبانیہ لیبا ایسر … حلال لا … اور وہبانیہ کی … نہیں … غیر محرم … ہو جسکا … کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا … اسکے … کا نہیں کیا اور … شارح نے … قول … دخل دار رجل … یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا ہو اسنے اسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ … پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اسکا کوئی مالک نہ ہوگا … اگر … شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اسکے پکڑنے پر قادر ہو … شکار کرنے کی … صاحب خانہ اسکا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اسکو معلوم نہیں تو اسکا آخذ اور مالک نہ ہوگا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہوگا اور دوسری صورت میں مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہو قولہ صید … سے مراد حقیقی ہو … اور غیر … سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہو مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہو کہ رہن اور شکار ظاہر ہے کہ تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشیٔ یعنی رہن لغت میں عبارت ہو حبس شی سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعا حبس شیٔ مالی … جعل الشیٔ محبوسا … اور اصطلاح شرع میں رہن عبارت ہو مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہو نہ راہن … شارح نے حبس شی کی تفسیر جعل الشی محبوسا سے … کہ راہن … مرتہن ہو نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کرنے والا ہو … کلام ہو اس میں … مرتہن کا فعل ہو … مثلاً زید نے خالد سے … لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہو اور خالد مرتہن اور باغ مرہون … لکن … استیفاء … کالا مرہون … اصل … رہن عبارت ہو حبس … سے بعوض اس حق کے جسکا حاصل کرنا اس شی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا … چنانچہ … کذا فی الطحطاوی … مرہون سے حق مذکور … اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں … کا بیان

بعد ایک سطر کے اتنا ہی شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے بعض نہیں ہم استیفا دین کا ہوتا ہے جس کا ممکن
نہیں کہ عین میں تو صورت مطلب ہے سو اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شئی سے ممکن نہیں بر خلاف دین کے کہ اسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ
حقیقۃ و ہو دین واجب ظاہرا و باطنا او ظاہرا فقط کثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃ ہو دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں
واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے
ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہے جو مثلا تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن
فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی المحیط او ہی من الاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما یجی خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان
جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہو جانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہ ہو چنانچہ مغصوب سو اسطے کہ اگر غاصب مغصوب پر سے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے
تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء او مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ مضمون
بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مال کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض مہر وغیرہ کے جائز ہے لیکن رہن
بعوض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت و بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور اسیطرح رہن بعین
مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے معین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیہ
مختصرا خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و ینعقد بایجاب و قبول حال کونہ
غیر لازم و حینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو راہن کو تسلیم
مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن
رکھنے میں فاذا سلمہ و قبضہ المرتہن حال کونہ محوزا لا متفرقا کثمر علی شجر فارغا لا مشغولا بحق الراہن کشجر بدون الثمر لا مشاعا ولو حکما بان اتصل المرہون
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر [illegible] لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے
نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ
ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے
شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا فاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ و صحح فی المجتبی
انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور
مجتبی میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض
کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الرہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر اور
تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نے لے

اور وہ ضائع ہو تو تاوان اسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و فیہ ضم تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کا بیچ و رضع میں رکھدے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہو پیر قبض ظاہر روایت
ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون اِنقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہا ایضا قبض بتخلیہ یعنی رہن میں قبض ہو مانند بیع
کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے و ہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ و من الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہو اسکا ضمان ہے
تو اگر دین اقل ہو قیمت مرہون سے تو اسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہو تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح ابن ملک تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن
مرہون کو تعدی سے تلف کرڈالے گا تو تمام مرہون کا تاوان اسپر لازم ہوگا چنانچہ عنقریب آویگا اور اگر راہن مشترط کرے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہوگا تو یہ جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ تبدیل شرع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین پر قسمت کیا جاویگا ہلاک اور موجود پر مثلاً
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا نو سو کی قیمت ہو گئی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا
حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کما فی الاشباہ بخلاف المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا اشباہ میں کہا ہے قبضہ بشرائط شاہ
نے کیونکہ وہ منقول نہیں ہے بخلاف منقول کے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علیٰ سوم الرہن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید اخذہ
من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ و الاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہوا ہو بات چیت کے رہن کے جبکہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو جسکو راہن
طلب کرتا ہو تو اسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض
میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض کی بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک و ساوت قیمتہ
الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہو تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اور جتنا
تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہو تو جسقدر زائد ہے وہ
امانت ہے تو اسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھری تو اسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط
بقدرہ و رجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہو دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے
پھر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں
گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے پھر لیگا و صدق
المرتہن بیمینہ فی دعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رحمہ نے تاوان مخصوص
باموال باطنہ کیا ہے وله طلب دینہ من راہنہ وله حبسہ به ان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المطلہ اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اسکے راہن سے
اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس ورد دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور
راہن کو حبس کرا دینا اسکو اسواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے وله حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ
بل یبقی رہنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی و درر و غیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے
بعد تک یہانتک کہ وہ اپنا دین پا رہے یا دین کو معاف کرے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا فقط فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ

اور رہن ساقط نہین ہوتی باقی رہیگا پھر جب دونون مین سے ایک نے مرہون کو بلا قبضہ کر لیا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما الانتفاع
بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہین منفعت حاصل کرنا مرہون سے
ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہی کہ یہ انتفاع مرتہن سے
یا راہن کیسے کو درست نہین مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہی ہم صیرفیہ مین لکھا ہی کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ مین مذکور ہی لیکن عدم انتفاع راہن صحیح سے ماخوذ ہی اور غایۃ البیان مین اقطع سے یہ منقول ہی کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو
استیفاء منافع رہن جائز نہین مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوٰ اور بعضون نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہین اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہی ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہی یہی تو بیاج ہی
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہین مصنف نے شرح مین اس قول کو دیانت او تقوی پر محمول کیا ہی اور جو کتب معتبرہ
مین حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہی اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والالا اور بعضون نے کہا کہ اگر عقد رہن مین استیفاء
منافع شرط کر لیا ہی تو بیاج ہی اور اگر شرط نہین تو بیاج نہین وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر مین ہی کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہین اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہی پھر اشباہ مین یہ فائدہ
بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہی اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر مین آویگا ہم غالب حال لوگون کا یہی ہی کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہین
اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دین تو یہ بمنزلہ شرط کے ہی اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہی یہ تائید ہی عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شرب فحظ الشاۃ یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین تقسیم کیا جاویگا بکری اور اُس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا پس بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اُسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہی اور اسپر ضمان نہین پھر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قسمت بکری کی
بابت اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے بھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ
راہن کے پینے کے ہی کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہی اُسکی عبارت مین کچھ ساقط ہوگیا ہی فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ
صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اُسکی اس تعدی سے
واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار
مستوفی نہ ٹھہر جاوے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہی تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام اسکے استیفا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہی اس
صورت مین جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہی کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یأتمنہ شرح مجمع مگر اس صورت مین
احضار رہن ضرور نہین جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا
تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُسکا پورا دین
اُسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اُسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق مین برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی حق مرتہن دین مین متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق
مرہون مین متعین ہی یہ علت ہی اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہی کہ رہن محبوس ہی استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع

مرہون کا حاضر ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد امر الراہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب
علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح حضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں
بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرسکے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیام الرہن یجبر علیہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر
مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنے کا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو
ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی درصورت عدم احضار
وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا علم بقاءہ فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا
دعوے کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت
پہونچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما مر
ابن الشحنۃ وقال ط ولا وجہ لما لم یحضر الرہن او یکن بغیر مکان العقد والحمل بغیر چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور
یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جب تک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اگر مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور بلا نہ اسکی بار برداری میں
دشواری ہو یعنی درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو وکذا الحکم اذا ادعی ... ہلاکا وہذا
فی النہایۃ بتیکرہا اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوے ہلاک کراہن کے
اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تفریع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفا سے کل دین کے
واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن
مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہے تا اسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار
رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو معتمد شخص کے
پاس راہن کے امر سے رکھا ہو یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ
ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لا یدلک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہو راہن کے امر سے یہاں تک کہ ثمن پر قبضہ
کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ
مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت
طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ
بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تاوہ اپنا دین
اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ
من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جب تک وہ
قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے
قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جن سے ودیعت کی حفاظت واجب ہے ہم حفظہ عیال ہیں اگرچہ تکن معہ فی نفقتہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ میں دیدے تو اسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت کرادیگا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ ولنا بکل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور پورے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہوجاویگا اتنا اسکے بقدر اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن یہ ہو کذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ لبطن کفہ اولا یہ یقیع مرجندی الیسری کان والیمنی علی ما اختارہ الزیلعی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی چھنگلی میں بنابر اس قول کے جسکو زیلعی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگینہ کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت الان قد منا فی الحظر عن البرجندی ہمنا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فقنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی ما سیأتی الآتیہ فتدبر لیکن ہمنے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیفیہ پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تقریر اور تنقیح کرنا چاہیئے لا یجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امراۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوا سے چھنگلی کے دوسری انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کرکے ہم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ پہلا ضمان لازم نہوگا اسکو اس صورت میں تلف ہوجانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان تتقلد ون فی العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنے اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضے بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمہ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادا ے ضمان اور دین دونوں ملکر برابر ہوجاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم ذرا م اور دنانیر دو جنس مختلف ہیں چنانچہ معادن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضے بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

اُسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین واجرۃ بیت حفظہ وحافظہ وماوی الغنم
علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اُسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن
والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اُسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی حفاظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اُسکا محبوس رہنا اُسکے حق کے واسطے ہے مثل نفس مرہون کے محتاج الیہ جیسا کہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے
والے کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیرہ ذلک من المصلحات واعلم انہ لا یلزم شیء مما یشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے اسمین سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ ہم جیسا کہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ کجعل الآبق اور رد جزء منہ
کمداواۃ تحتاج الی یدہ او الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین او
مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ جیسا کہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اُسکی کسی چیز کے پھیر لانے کی اجرت جیسا کہ معالجہ جرح کا اسکا یہ ہے کہ تقسیم ہو مضمون اور
امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے مین دو درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اُسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر کذا معالجۃ
امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعا الا ان یامرہ
القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیہ بمجرد امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر وہ دوسرا
اُسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اُسکا دعوے نہین کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اُسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اُسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہ ملتقط مین مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا
مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام رح سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اُسکا مالک موجود ہو مطلقاً رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے
یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام رح کے نزدیک مالک حاضر پر قاضی
حجر نہین کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی با امر قاضی کے بھی
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اُسکے پھیر دینے کا
دعوے کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے وان برہنا فالراہن ایضا وبینۃ الراہن
لاثباتہ الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضہ فالقول
للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہو اُسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا

کہتا ہو بلکہ پہلے سے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ذمہ سے ضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فالبینۃ للراہن لاثباتہ الضمان

بزازیہ اور جو اگر دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن اذا کان الطریق

آمنا کما فی الہدایۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق

جائز ہے اگرچہ مرہون کو لیجانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا

العمدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العمدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما افادہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے

دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے اگرچہ مدت تک سفر ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ میں مرہون ہو چنانچہ عمادیہ میں ہے عمدہ سے منقول

برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی لیعنے قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عمدہ میں ہے وہ امام رح کا قول ہے اور جو دونوں فتاوی

میں ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان میں صاحبین رح کا صریحا قول مذکور ہے

کذا فی الطحطاوی **فائدہ** فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما فیہ من الدین

کما ذکرہ المصنف اول الباب **فائدہ** حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہے جسمیں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب

حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی قیمت کتنی

تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا یعنے دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجائے ایسا

ذکر کیا ہے مصنف رح نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت

کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنے

غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طارئا من شریکہ او غیرہ یقسم اولا یقسم مشاع کا رہن مطلقا صحیح

نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح

انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم

ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہے مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن

صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن باطل منعقد نہوگا

اسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ وغیر المدبر فیجوز بیعہا

لا رہنہا اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سواے چار چیزوں کے

مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا

انکا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا جاتا لاکن ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی

صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی

بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ فرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہی کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کرڈالے مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہی شیوع طاری مین ضعیف قول پر ہم برہان مین ابو یوسف رح کا ضعیف قول یون مذکور ہی کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا رافع نہین کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لمالکہ وعلی کل لا یکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر البصائر منتنبہ مین کہتا ہون بلکہ وہ بنابر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہین کہ باقی رہیگا اسکی ملک مین یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال مین مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مفصل بیان کیا ہی اسکو تنویر البصائر مین تو حیدار ہشیا ہ شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہی کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہی کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہرا اسپر بھی متفرع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہی تو بیع بائع کی ملک سے باہر نکلا پھر جب اسکے ملک سے باہر گیا تو شفا ہینے بعض ملک مین رہن کیا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہی کیونکہ انکے نزدیک ملک مشتری مین داخل ہو گیا تو رہن رکھنا مشاع کا اسنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام رح کے قول پر اگر چہ مدت خیار مین ملک مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کی ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل وہبانیۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا یبیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن واعتمدہ المصنف فی زواہر الجواہر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع مین وہ ہی جو وہبانیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے اپنے گھر کا نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو خیار ہو اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن عوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر مین اعتماد کیا ہی اور اسیطرح حموی نے بھی حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکھا مع انتقادہ مین ہی کہ اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگا تو ہلاک ہونا اسکا ثمن کے عوض ہوگا اور اگر عیب دار ہوجاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فیشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر مین ہی کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہی کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہین تو رہن شائع ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رہن ثمرۃ علی النخل دونہ ولا زرع ارض او نخل او بناء بدونہا اور جائز نہین رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہی بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون زمین کے وکذا عکسہا کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہی اسکے عکس مین چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے ہم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرہون وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہی کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا الشجر اور امام رح سے ایک روایت ہی کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہی ولو رہن الشجر بمواضعہا او الدار بما فیہا جاز ملتقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختون کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہی

تو جائز ہے کذا فی المنتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت و مقاربت کے وفی القنیۃ رہن دارا والحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا بغیر اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیواریں مشترک ہیں درمیان راہن اور ہمسائیوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور احاطہ میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلیے کہ وہ تابع ہے اھل قنیہ میں یوں ہی روایت ہے
کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحطاوی ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا
آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ
پھر جبکہ مصنف رحمہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے جیسا کہ ودیعت اور امانت اور مال عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ رہن
موجب ید استیفا ہے مرتہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہے تا کہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا درست ہو سکے اور امانات
کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا ہم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہے گا ضمان اسکا لازم نہ آویگا
درک حاصل ہو یا نہ ہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں ہے وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب
کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالاعیان المضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثل او قیمۃ کالمبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اسمیں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اسکے پاس مال اسکے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا عضو کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون بعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے بسبب تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا ہلک الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فان ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

صحیح نہوا ان نسب صورتون مین تو رہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرًا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے اسواسطے کہ ایفا اور استیفا مسلم مین متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہا ای للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمدًا اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدًا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع مین مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتین دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے مشتری کی وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ہم تفصیل اسکی درر مین یون ہے کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اسکا تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہو یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو اسکے مقابلہ مین کچھ ضمان نہین یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نرہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور مانند اسکے اور فقہا اسکو اعیان مضمونۃ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ رکھتے ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یا اسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور شے مثلی یا قیمتی کی ہلاکت مین اسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمونات فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان نہین لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو پھر اس اعتبار سے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر پر مرہون محبوس ہوگا اور مرتہن کو ایفا لازم نہین اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عقد رہن کے لیے تسلیم مرہون پر جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرًا فان ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرًا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بالقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا کہ دینا کا بڑا دا وصی قدر الدین فان السیمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ

ہلک بغیر شیء علاف بین الامامین مذکور فی البزازیہ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح

یعنے دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اُسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان

لازم ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اُس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اسی شرط پر کہ راہن کو مرتہن

کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہیں اسمین خلاف ہے دونا صون میں جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے

اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمین تاوان نہیں ہے اور یہ قریب میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں

وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے یعلم ہر چند صحت

اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن ہمکو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن

فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما اتفاقا للثلاثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد

تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا ٹھہر گیا حکما بخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا

اور اگر زیادہ تھا تو فاصل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وہلاک بطلا

ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف

باطل ہوگئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو

مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا

للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن براس المال

استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے

راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور

ہلک بما ہو بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے

ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا

لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح

وللاب ان یرہن بدین علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لکونہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا

بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولے درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے

رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوگا اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہو کر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے

دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنے اسکے غلام کے رہن رکھنے کے

ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاتا ہے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دیتے نہ زیادہ کا تاوان

اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصغیر بخلاف الوصی لکن

جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے ۱۵۱

نفع حاصل کرنا درست ہو بخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولو ای للاب رہن مال له
عند ولده الصغیر یہن له ای للصغیر علیه ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے
جو صغیر کا دینا باپ پر ہو جیسے فرزند صغیر کا دین جیسے اسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو وتحبسه ای الرہن لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانه لا یملک ذلک اور جیسے
اور باپ اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے بخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیہ وکذا عکسه فللاب رہن متاع
طفله من نفسه لانه لوفور الشفقة جعل کشخصین وعبارتین کشطر ایصال طفله اور ہبہ کا حکم ہے اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی
ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص کے مانند قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارتوں کے قرار دی گئی
چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانه وکیل محض فلا یتولی
طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامه فی الزیلعی بخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن
میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے حاصل یہ ہے کہ اگر شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ
باپ میں اسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہے اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اسکی شفقت قاصر ہے حقیقۃً عادل نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح رہن
عبد او خل او ذکیة ان ظہر العبد حرا او الخل خمرا والذکیة میتة اور غلام اور سرکہ اور ذبیحہ کو ثمن کے بدلے رہن رکھنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہے اور سرکہ شراب اور ذبیحہ مردار ہے اس فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا
امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیه والاصل ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحة الرہن والکفیل
اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا
ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض میں
کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر
میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن
رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ سے استیفاء دین ممکن ہے کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسه ہلک بقیمته
وہو ظاہر پس اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ
کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسه فہلک بمثله وزنا او کیلا لا قیمته فلا فاضل عن الدین اور اگر
اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہونگے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رح کے
ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن
یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہوگیا
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اسکی قیمت کا ضمان
واجب ہے اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح مسکین ولا عبرة بالجودة عند المقابلة بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمة الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانة درر وصدر الشریعة اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور ردی ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے
یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہو تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر

تلف ہوگیا تو رہن ہوا مسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک
بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ہم اگر متعین رہن نہیں ہو اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط
مذکور سے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تمام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجاوے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن عین مذکور ہے اور قیمت اسکی غیر ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت ولو قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوا مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھ یہانتک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب لفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ یہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے
کہ اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا و قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر بیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگا لبقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وجبن فابطا المشتری وخاف البائع تلفہ
جاز بیعہ فان باعہ ولو باقلہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر بیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا ایسی قسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو جیسا کہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہوجانے سے
تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زیادہ کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا
یعنی مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما لو غیر مشترکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ہم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین واحد میں دو شخص کی ملک کا اثر تصور نہیں ہوسکتی کذا فی الدرر فان تہایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لو مما لا یتجزأ ان مما
یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسا کہ گھوڑا یا غلام
اور اگر قسمت پذیر ہو جیسا کہ نمک یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام رح کے نزدیک اسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم وافع پر ضمان غصب لازم آویگا یعنی یہ ہے کہ جب شئی قابل قسمت
دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہو کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے قبضہ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی
بلا تجزی وان رہنا رجلا رہنا واحدا بدین لہما صح بکل الدین ولہ امساکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین کا حاصل ہونے تک اسواسطے
کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب محبوس
ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سماہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کردیا یعنی مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اسقدر دین [illegible] کے واسطے معین کردیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح تر ہے وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام رح کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہیں ہوتا وہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہوجاویگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملاکر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت صحیح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ
میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ کہ رہن
میں وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشیء کعبد مثلاً عندہ وقبضہ لاستحالۃ کونہ کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذلک فی
آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مقدمہ میں
کہ اس مرد نے ہر ایک کے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا
ایک آن میں محال ہے اور اسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں اور اسوقت میں اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانتہ ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہوتا ہم حق یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا شارح نے

اسی کے موافق ترجمہ کیا اور شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع تھا اذا علم پورخا نان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی
یدا حدہما کان ذوالید احق لتقررہ سبقہ یعنی لہذا ان شہادتین کا اسوقت ہو جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو
اگلی تاریخ والا لائق تر ہو اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ ترحقدار ہے اسکی سبقت کے قرینہ سے یعنی اسکا قابض ہونا قبض پر
دلیل ہو اسکی سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلاً او الحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او لا ای والعبد معہما فان الحکم واحد زیلعی فبرہن کل
کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا الا انقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا
اور حالانکہ مرہون انکے ساتھ ہو یعنی انکے قبضہ میں ہو یا قبضہ میں دونوں کے نہیں دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہو کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح
گواہ لایا جیسا کہ ہمنے اسکو بیان کیا ہو یعنی ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن
کے قبض میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اسکے حق یعنی اسکے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اسلیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا
ہو گیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہو اور قیاس یہ ہو کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہو بطور استیفاء دین کے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا
شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہو کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہو اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہیں کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچ کر اسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہو کذا فی المنح اخذ عما اشتہ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا
واذا ہلکت تہلک ہلاک رہون فقال دعہا لی ہی انفا اذ رضی المطلوب بترکہا عماد یہ ومفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ
وغیرہا کما افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن
لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہو جبکہ مدیون اسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہو کہ اگر مالک اسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہو اور شق ثانی کے استفادہ پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہو چنانچہ مصنف رح نے اسکو شرح میں بیان کیا ہو سراجیہ میں یوں ہو کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہو بلکہ غصب ہو انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہو کہ اگر بدون رضا کے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور
رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہو کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال
امساک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا الیس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی میں ہو کہ مالک مال کو جائز ہو کہ مدیون کے مال کو بدون
اسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہو کہ جب مالک کو یاس ہو تو اسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو
درست ہو اور اسکو مصنف رح نے ثابت رکھا ہو دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن احدہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ
مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دونوں میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے مرہون رکھ عوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو دونوں میں سے
ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایک کے اختیار کر لینے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نہ کریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل متفرقہ
شارح کے غصبہ الرہن کہلاکہ الا اذا غصبہ ای حال انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اسکے تلف ہو جانے کے مانند ہو تاوان لازم ہونے میں
مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا اگر مصحف
رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اسمیں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا
اسلیے کہ رہن کا حکم حبس ہو پھر جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی الاکلیم

قولہ مسلطاً ۱۲
قولہ صحیح ۱۲

عن الوجیز امرہ بدفعہ الی الدلال فدفعہ فہلک ضمن یعنی راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اسنے اسکو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر ضمان لازم ہوگا حمامی وضع المصحف الرہن فی صندوقہ ووضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن لا الزیادۃ یعنی کسی حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپکا اور مصحف پر سو وہ بہیگ کے تلف ہو گیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہوا اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا قنیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی جبتک تعدی نہ کرے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن فاسد یعنی مدت مقرر رہن کی مفسد ہے رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو توقیت اسکی منافی ہے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد مرہون صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی سلطہ علی بیعہ مات الراہن بیعہ بالا حضرۃ وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اسکی بیع کا اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے اور وارث اس بیع کو نہیں کر سکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں ہو سکتا راہن کے مر جانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراہن فیبیعہ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ الی القاضی لیبیعہ ... الی آخرہ ... والعلم بوارث بلغ القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہو گیا اور غیبت منقطعہ کہ مرتہن نے اسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کا بیع دے اسکے دین کے سبب سے تو لائق ہے یہ تو اسکو جائز ہے اور اگر راہن مر گیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اسکا حکم بیع ڈالا تو جائز ہے البیان اسکو یہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لا یبیع المرتہن ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی یعنی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع الی القاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ البیع اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب انکے نائب کا حکم شروع ہوتا ہے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہو گئے اور اسکی بیع پر راضی ہوئے ہیں اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہونگے سمی بہ لعدالتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل ہوا اسواسطے رکھا گیا کہ اسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن علی ید عدل صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہ ہوگا ولو ضمن بدفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعہ فتلف ضمن لتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر

معتمد نے مرہون ایک کو یعنے راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون
کی قیمت لیوین اور اُس قیمت کو رہن رکھدین اُس معتمد کے پاس یا اُسکے سوا اور شخص کے پاس اور مشکو اُس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہین کہ معتمد ادا
کرنیوالا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا ہو جاویگا ہم اسیواسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنے والا
ٹھہر گیا اور حالانکہ دونون مین تنافی ہے کذا فی المنح والعدل الرجوع بمبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جوابکا مفصل ذکر ہی تبیین کیا بون بین ہم
زیلعی مین ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو تو جیسے کہ اُسنے مرہون
راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اسکو لے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھیر لینا جائز ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت دیا یا ودیعۃً تلف ہو گیا
اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھیر لیگا اور ایسا ہی رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دیتے وقت
مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحاوی مختصراً و اذا ہلک بہلاک من ضمان المرتہن او جبکہ مرہون تلف
ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنے مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہوگا فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند
حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل ہے اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے
دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا لکن اہلا لہ
عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل صبیہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے
وقت تو وکالت صحیح نہو گی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع
صحیح نہو گی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت
الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم عقدہ فھی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول
نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو
رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے چند وجہ اُنمین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول
ہوجاتا ہے ہم مفردہ وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کسیکے پاس کوئی چیز رہن رکھے اُس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی
والثانی ان الوکیل ہنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر امتناع کے
نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اُسکو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا
لو شرطت بعد الرہن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ او
اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط ہوگئی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ
قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری مین ہے
کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ وہ
جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے
کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اسکی دیت مین

اختیار رہیگا تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہو والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان له ان یصرفه الی جنسه او باع بخلاف الوکالة المفردۃ فانه ضمنی
یہ ہو کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اسکو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ جس میں مالک نے تعین وا اجناس
اذا کان العبد او قتله عبد خطأ فدفع بالجنایة کان للعدل بیعه بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچوین وجہ یہ ہو کہ جب مرہون غلام ہو اور اسکو دوسرے غلام
ازراہ خطا قتل کرڈالا سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہے
ولا یبیعه فی غیبة ورثته ای ورثة الراهن کما کان له حال حیاته البیع بغیر حضرته ای حضرۃ الراهن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثون کے
غیبت میں جائز نہیں جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے ولا تبطل الوکالة بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل
ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا مستثنیٰ یا غیر انکا اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اسکی
غیر کی رائے پر وہ وسہی الثانی ان وصیه یبیعه لکنه خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہو کہ وکیل کا وصی بجائے وکیل کا خلیفہ ہو اور مذکورہ بالا بہ ینبیدا
ان الوصی الامام محمد کے بیوہ سے جواب مخالف ہو کذا فی الطحاوی ولو اوصی الی آخر یبیعه المبیع الا اذا کان شرط له ذلک فی الوکالة اور وکیل اپنا کوئی وصی
اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں شرط ہوگیا ہو تو درست ہو جیسے اسکی ہو کہ راہن نے اسکو یوں کہا
ہین یون کہا ہو کہ ہین نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جسکو تو تعین کرے تجھکو اسکی اجازت ہے کذا فی الطحاوی ولا یملکه الراهن بعزلہ الوکیل بغیر رضی الا
اور مالک نہیں راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضا راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون
دونون کا حق متعلق ہو تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوکیل علی بیعه کما یجبر فی الوکیل بالخصومة
اذا امتنع کله او ابا ما فانه یجبر علیها بان یحبسه ایاما للبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہونچی اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر
کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہو اور وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اسپر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے
جبر کیا جاویگا اس طرح کہ قاضی اسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے کذا فی الطحاوی نے کہا کہ کیفیت جبار
کی ڈرانا اختیار ہے کہ اکثر نسخون میں مذکور نہیں وان باع العدل فالثمن رهن کالمثمن فیهلک کالملک اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا تو اسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کے کا
تو ثمن تلف ہوگا مبیع کی طرح ہوگا اسلئے کہ انعدام یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہو مبیع مرہون کے فان اوفی
ثمنه بعد بیعه المرتهن فاستحق الرهن وضمن فان کان المبیع هالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراهن ان شاء لانه غاصب پھر اگر معتمد نے مرہون
بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہو چاہے
راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہو جسنے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وصح بیع الراهن وقبض لثمن لتملکه بالضمان اور اسوقت بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتھ سے صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیه بالبیع ثم هو ای العدل یضمن الراهن وصح الاقتضاء یا چاہے
مالک مستحق معتمد سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت بھی بیع مرہون صحیح ہوگی
اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی صحیح ٹھہریگا او ضمن المرتهن ثمنه الذی اداه الیه یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے اسکو ادا کیا یعنی اسواسطے
کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وهو ای الثمن له ای العدل لانه بدل ملکه اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا ملک ہوا اسواسطے کہ اسکی ملک کا
بدلا ہو جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہوگیا اور ثمن اسکا بدلا ہو تو ثمن معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع المرتهن علی
الراهن بدینه ضرورۃ بطلان قبضه اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا

تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرورہ مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لیگا وان کان الرہن قائما فی ید المشتری اخذہ المستحق من المشتری اور اگر
مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اُسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد
اور مشتری نے عدل سے اسکا ثمن پھیر لیا اسواسطے کہ عاقد بیع کا وہی ہو تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراہن بما ای بثمنہ بعینہ
ضمن للمشتری پھر عدل راہن سے اسکا ثمن پھیر لیگا یعنی اسواسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اسکو وکیل کرکے تو راہن پر اسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر
واذا رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اسکو مسلم ٹھہرا او یرجع
العدل ای المرتہن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور عدل اسکا مستحق ہو اسکو ثمن جا کر قبضہ لیا
پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اسکا نقض قبض بالضرورہ واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم یرجع ہو ای المرتہن علی الراہن بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے
اپنا دین پھر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زاد ہہنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن یرجع العدل
علی الراہن فقط سوا اگر قبض ثمنہ اولا ودرر او وقایہ میں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر
رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ہم اسواسطے کہ یہ توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اس سے متعلق نہوا تو اسپر رجوع کی
نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہی کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا
تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگیا اسکو راہن سے پھر لیگا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ
پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا مالک نکلا اور مالک نے راہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے
دین کے بدلے یعنی راہن اور ضمان سے اسکا مالک ہوگیا اور ایفا دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن بقیمتہ یرجع علی الراہن بالقیمۃ
التی ضمنہا للضرر بہ وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھر لیگی
وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھر لی اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھر لے انتقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن نے فریب کھایا
راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہی کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الولوالجیۃ وہبت عاین وابۃ الرہن یسقط ربع الدین وہی ولو ابیض عین ہو کہا اور مرہون کی آنکھ [illegible] رہی مرتہن کے پاس
تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف
بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اسکے مرتہن کی اجازت پر یا اسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہو ہم یعنی جب
راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب تعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہی تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اسکا دین
ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادا سے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور
کامل ہوگئی اور اسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی دو صورت ادا سے دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتہن البیع وفسخہ بعیدہ لا ینفسخ
لفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہو گی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا
فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن کمال او جب کہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ
بیع کو فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ
الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن الاول فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ لان الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے
ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند
اسلیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم
ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باع الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ والرہن او الہبۃ جاز البیع الاول
لحصول النفع بتحول حقہ الی الثمن علی ما تقرر فی محلہ دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع
فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کسی پاس رہن رکھا یا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز کیا تو
بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھرجانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنابر اسکے جو ثابت ہے اور
اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اسکے سوا یہ عقود مذکورہ ہیں اسواسطے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن
حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی ہم کہتا ہے کہ اول میں بیع ثانی اجازت کے سبب جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں اول بیع کے اجارہ وغیرہ میں جائز ہوا
سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنے ثمن سے متعلق ہوگیا بخلاف عقود
مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت باطل
حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور
اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم کہتا ہے گویا استدراک ہے مصنف رحمہ اللہ کے قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ
ہوجاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنے نافذ ہے راہن کا
آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنے اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اسکو مدبر کرے تو یہ
تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا وکان الدین حالا اخذ المرتہن دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن
اپنا دین راہن سے لے وان کان مؤجلا اخذ قیمۃ الرہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین
مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت آپہونچے
تو مرتہن اپنا حق یعنے اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کی ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب
کرے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کی
ادا کرنے میں یعنے اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا
اور جسقدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے پھیر لے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر
وام الولد ملک المولی اور استیلاد میں سعی کرے مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر
اور ام ولد کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الاجنبی الرہن فحکمہ ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو

تلف کر دیا تو اسکا حکم مانند ہی اسی حکم کے ہے جیسا کہ اگر مالک غلام مرہون کو آزاد کرے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن تلف کے مانند ہو تو اگر دین حال ہو
تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اسکی قیمت لیوے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے ختم تک کذا فی الدرر والرہن الخ وانما اتلفہ اجنبی
او غیر الراہن فالمرتہن یضمنہ اوان اتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کاملا اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنیوالے سے اسکی قیمت کا تاوان لے اور قیمت تلف ہونے کے دن جو اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا وانما
یلزم القیمۃ قیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض
کی قیمت معتبر ہوگی اسلیے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ ای المرتہن الراہن یخرج من
ضمانہ فتسمیتہا عارۃ مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے
دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازا استعارہ مراد ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک
منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک
مجانا [illegible] لکن اعطاہ بکفیل لم یلزم الکفیل شیء لو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز فضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر
مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض جو سبب ضمان ہے مرتفع ہوگیا یہاں تک کہ اگر
راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتہن استردادہ منہ الی یدہ ای
مرتہن کو واپس ہی پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے یعنی قبضہ کیطرف سے فلو مات الراہن قبل فکہ او قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ
من سائر الغرماء لبقاء حکم الرہن یعنی اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ ترحق دار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے
بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او اودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ
اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ قبض جو سبب ضمان تھا باقی نرہا
ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ
بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما
باذن الآخر حیث یخرج من الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانہا عقود لازمۃ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ
صادر ہوں راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے
عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ہم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے فسخ نہیں ہوتا مگر بعقد اقالہ رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے کہا
اسکا ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے
اسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے عقد لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے بقی لو مات الراہن قبل ردہ

ثانیاً فالمرتہن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہی باقی قرضخواہوں کے لیے مرہون اجارہ دیا

راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور قبض اجارہ کر کے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالرہن نہیں بلکہ

اور قرضخواہوں کے برابر ہو اسلئے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولو اذن الراہن للمرتہن فی استعمالہ او اعارہ للعمل فہلک

الرہن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا

یا اسکو عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہو گا دین کے عوض

یعنی دین مرتہن کا ساقط ہو گا اسلیے باقی رہنے عقد رہن کے [illegible]

راہن سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دیدے [illegible]

ولا الاتلاف [illegible] عاریت [illegible] اگر مرہون تلف ہو [illegible]

ثابت ہو نہ قبض عاریت کے اسوقت [illegible]

فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن [illegible]

بزازیہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے میں [illegible]

تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہو گا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا [illegible]

راہن کی تصدیق قبض رہن کے [illegible] گواہی کے کذا فی البزازیہ وفیہا اذن المرتہن فی لبس [illegible]

تخرق فی اللبس وذلک الیوم وقال الراہن البستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراہن وان اقر الراہن بالاذن فی اللبس وقال تخرق [illegible]

فالقول للمرتہن فی قدر ما نقص من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا [illegible]

بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا [illegible] اور راہن نے کہا کہ [illegible] راہن کا قول [illegible]

قرض کے پہننے کا اقرار کیا مرتہن نے کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے [illegible]

پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو [illegible] کذا فی الخلاصۃ [illegible]

فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئاً بدین علی نفسہ جاز فان ہلک الرہن ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ

بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ بخلاف الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز لیکر اپنے قرض

جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ قرض دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا

برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے [illegible] اور وصی

ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین [illegible]

رہنہ لنفسہ لانہ مضطر کمعیر الرہن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں [illegible]

مال سے اتنا جو اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے [illegible]

مانند ہم لینے فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہو تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو [illegible]

تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رہن شیئاً ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن [illegible]

کسی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اُس چیز کے پھیر دینے کا
مقرلہ کی طرف امر ہوگا ولو رہن دار غیرہ فاجازہا صاحبہا جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے و بینۃ الراہن
علی قیمۃ الرہن اولی من بینۃ المرتہن اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنے مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اُسکی قیمت میں
راہن کہتا ہو کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہو کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادہ
ضمان کے مثبت ہیں و زوائد الرہن کولدہ و ثمرہ رہن لا غلۃ دارہ و اجرۃ عبدہ فلا یضمن بہلاکہا اور زوائد رہن کی یعنے مرہون کی بڑھوتیاں جیسے مرہون کا
بچہ اور پھل رہن میں داخل ہو جاتے ہیں مگر اُسکے گھر اور زمین اور غلام کا کرایہ رہن میں داخل نہ ہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو
رہن میں داخل نہیں یعنے جو زیادت کہ متولد نہ ہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزا میں سے جیسے کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے
یعنے جو مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل اور دودھ اور اون یا بدلا ہو کسی جزو کا جیسے عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اُنکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو اُنکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہ ہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً والرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اُسکی ضمان میں صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع
رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لیکر اور مرہون کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء
دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح والمصابیح و استعارۃ شیٔ لیرہنہ
فیرہن بما شاء اذا اطلق ولم یقید یعنے اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اُسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ و ضمنہ فان
خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن فتم کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی
یعنے یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو یہاں اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اُسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے مستعیر کی
تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اُسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اُسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہے اور مرتہن غاصب کا غاصب
ہے الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک فلا یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اس طرح پر
کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا اور مستعیر نے اُسکو اُس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہ ہوگا کیونکہ اُسنے بہتری کی مخالفت کی
یعنے اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتہن یرجع بالضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھی لے جسقدر کہ اُسنے تاوان دیا جیسا کہ احقاق میں ہے یعنے جبکہ مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان
دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھی لیگا جیسا کہ مذکور ہو چکا فان وافق و ہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنے
مقدار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی و وجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر و ہو الراہن لقضاء دینہ اور دین
کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنے راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا فبقدر

کلہ مضمونا ضمن قدر المضمون فی الباقی امانۃ وجوب لقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہوا ور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے ولو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ و یجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر در رلکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فانہ لم یرجع علیہ فی شئی مع کمال متابعتہ للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جائیگا پھر معیر جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے بر خلاف اجنبی کے کہ وہ ادا دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی اسقدر رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا سے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تفریع نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر لیا جاوے کہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب اسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ہے تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بجز دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہی ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لیے حموی اور شرح قدوری سے جو اشکال مذکور ہے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف نے بھی اسکی تفریع ذکر نہیں کی سن شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ و بعد فکہ لم یضمن وان استعملہ او رکبہ من قبل الا انہ امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر کچھ تاوان نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اسنے خدمت لی ہو یا اسپر سواری کی ہو اور مانند اسکے اور استعمال کیا ہو اسلئے کہ راہن امین ہے جسنے مالک کی مخالفت کی بعد اسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت کے بعد تلف ہونے سے اسپر ضمان لازم نہوگا بخلاف امام شافعی رحمہ کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ ان المستأجر والمستعیر اذا خالفا ثم عادا الی الوفاق لا یبرأن عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے پھر موافقت کریں تو ہر واحد ان دونوں میں سے بری الذمہ نہوگا بموجب اس قول کے جس پر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ فان اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء بحالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر یعنی راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے اقرار مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما امر بالرہن فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار دین میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ یعنی مقدار دین میں اختلاف ہو معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر قلیل دین کا دعوی کرتا ہے اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیر مفلسا مدیونا فالرہن باق علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا اور بیچ دیا کہ معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مال ہے ولو اراد المعیر بیعہ الی المرتہن البیع بیع بغیر رضاہ ان کان بہ ای بالرہن وفاء
و الا لا باع الا برضاہ اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور مرتہن نا منے تو وہ بیچ ڈالیگا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا
ہو جاتا ہے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہو گی بلا رضامندی مرتہن کے و لو مات المعیر مفلسا و علیہ دین امر الراہن بقضاء دین نفسہ و یرد الرہن
لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرجاے مفلس ہو کر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار معیر کو دیا جائیگا تاکہ ہر حقدار
کو حق پہنچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب تو رہن
باقی اپنی حالت پر جیسا کہ اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا و لورثتہ ای ورثۃ المعیر افتداء ای الرہن بعد قضاء دینہ مکونیا اور معیر کے وارثون کو
مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے بعوض کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فان طلب غرماء المعیر
من ورثتہ بیعہ فان وفا بیع و الا فلا یباع الا برضی المرتہن کما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے مرہون مستعار کی بیع طلب کرین
تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ مفصل بیان گذر گیا لیکن گذشتہ صور میں جو اظہار
ہوا ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہون کو کفایت کرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت نکرے تو بیع جائز ہے باوجود انکی رضامندی
کے بسبب بیع نہ جاننے اسکے حق کے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجاے کذا فی الطحاوی و اعلم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کلا او بعضا مضمونۃ اور معلوم کر
کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہے یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے
تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرا گیا ضمان کے حق میں کجنایۃ المرتہن علیہ
جیسے جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا ای الجنایۃ لانہ
اتلف ملک غیرہ فانہ مرضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین یسقط بقدرہ و لزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہوجاویگا اسواسطے
کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہین ہو تو دین ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر
لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب [illegible] مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی بقدر دین سے زائد ہو وہ امانت ہے
اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا [illegible] اور اسپر ضمان لازم آوے
کذا فی الدرر [illegible] من جنس الضمان [illegible] علی المرتہن [illegible] جبکہ دین و ضمان کی جنس یعنی درہم اور
دینار ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو چنانچہ [illegible] ہو تو دین ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی [illegible] اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا
[illegible] قہستانی [illegible] لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی
القہستانی والبرجندی ہم [illegible] اس صورت میں ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ کی مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے اور اگر
مرہون جانور ہو تو اسکی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو ساقط نصف دین کی وجہ ظاہر نہین ہوتی تو
اس مسئلہ کی تقریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و جنایۃ الرہن علیہما ای الراہن و المرتہن و علی مالہما ہدر ای باطل و جنایت مرہون کی راہن اور مرتہن پر اور ان
دونون کے مال پر ہدر ہے یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے باعث کوئی چیز واجب نہین اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف
اذ لا قود بین طرفی عبد و حر فیجوز جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوا اطراف کے اسواسطے کہ غلام
اور آزاد کے ہاتھ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ہے یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے و ان کان [illegible]

موجبۃ للقصاص فعند التسعۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیہ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی ہو
غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہوجاویگا مترجم کہتا ہے کہ
جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر ہے کہ بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی جنایۃ الرہن علی
ابن الراہن او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بہا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہو اجنبی لتباین الاملاک
زیلعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا
فدیہ دیا جاے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا جیسا کہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہے فرزند
راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رہن عبدا یساوی الفا بالف
موجل فرجعت قیمتہ الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل فالمرتہن یقبضہا ای المائۃ قضاء بحقہ ولا یرجع علی الراہن بشیء کموتہ بلا قتل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتہن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا الکل من الابتداء
اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہو ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہوگئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا
تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب سے یعنی ادا سے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا
جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں بخلاف نقصان
عین کے پس جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتدا سے رہن سے ولو باعہ ای العبد المذکور بامر الراہن
قبض المائۃ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نوسو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب دین
باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نوسو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن دینے کے سبب سے راہن نے مرہون
پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچ ڈالا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراہن وجوبا بکل الدین وہو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما
ودما وقال محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتہن بدینہ وہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب لکن عامۃ المتون والشروح علی الاول اور
اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو
تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہوجانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر
ہیں اور محمد رح نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول مختار کا
تھا ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون کو شروح اول قول پر متفق ہیں فان جنی ای الرہن خطاء او
فداہ المرتہن لانہ ملکہ ولو یرجع علی الراہن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور
مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہے
غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر
اور غلام مرہون کا بالکل اسکے ضمان میں ہے اور اسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور
مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعہ الراہن

مرہون جنایۃ حیاۃ یسقط الدین بکلہا او اقل من قیمۃ الدین او مساویا ولو اکثر یسقط بقدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن سے
والا دفعہ الی البلقی اقرار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اُسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون

کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استہلک مالا یستغرق رقبتہ فداہ المرتہن فان
ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر غلام کل مرہون تلف کرے اُسقدر کو جو اُسکی قیمت سے کمتر ہو تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اُسکو بیچڈالے
یا اُسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اُسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اُسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہو اُسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اُسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہو ولو قتل ولد الرہن انسانا او استہلک مالا دفعہ الراہن
وخرج من الرہن او فداہ وبقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اُسکو دیڈالے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اُسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ وانا جنایۃ الدابۃ فہدر وبہیمۃ کانہ ہلک بآفۃ سماویۃ کما فی الخانیۃ اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہی یعنے اگر جانور جانور کو مارڈالے یا مال کو تلف کرے تو اُسکا ضمان نہیں اور اُسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت سماوی سے
وہ تلف ہوگیا اور اُسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہو مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو
اُسکا وصی اُسکے مرہون کو بیع کرے اُسکے مرتہن کے اذن سے اور اُسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی
نصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اُسکو بیع مرہون اور ادائے دین کا
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہو یعنی قاضی منصوب ہوا اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وہذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اُسوقت ہو جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ
میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اُنپر چھڑانا مرہون کا لازم ہو کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شتی کے رہن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم
من غرمائہ لم تنفذ علی رضی البقیۃ ولم یردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو لم یکن للمیت غریم آخر جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اُس دین
کے لیے جو میت پر ہو ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور اُنکو رہن پھیرڈالنا درست ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہوجاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا اُسکے دین کے واسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن ولا بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور مصنف
کی کتاب معین المفتی میں ہو کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہو وارثوں کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہو کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وہو یساوی العشرۃ

فہو رہن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہو رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہو تو وہ دس
درم پر مرہون ہو جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لائق یہ تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہوجانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خریدا کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اسمیں
یعنے اُس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اُسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہو نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اُسکو بیان کیا ہو ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

حاشیہ: فوائد ... قاضی ... نصب ...

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدار مین یکسان ہین کیونکہ دونون کیلی ہین یا وزنی اور کیلی وزنی مین قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہے

عن الزیلعی وعلیہ الفتوی فان انتقص شیئ من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنابر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہو گا تو دین بقدر اسکے ساقط ہو

اور اگر کم نہو گا تو دین بھی ساقط نہو گا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ قید بہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ

بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ وبطل الرہن قولان ہو الی الجلد یساوی درہما

فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درہم ہو دس درہم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مر گئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا

آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درہم کی ہو تو وہ ایک درہم پر رہن ٹھہر گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درہم ہونا ضرور ہے اسواسطے

کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہو گی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہر گی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درہم ہو اور

قیمت بکری کی ۲۰ درہم ہو اور کھال ایک درہم کی ہو تو کھال نصف درہم پر رہن ہو گی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہو گی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ

ہو جاویگی اسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہو اور اس صورت میں رہن باطل ہو گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہو اور بعضوں کے نزدیک

صحیح ہے بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مر گئی تو بالکل مضمون ہو گی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت شاۃ المبیع قبل القبض فدبغ جلدہا

حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ کسی بکری کو قبضہ مشتری سے پہلے مر گئی

پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہو گا بقدر کھال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوتا ہے ہلاک مرہون سے اور

بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے مبیع کے تلف ہو جانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون

غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہو گیا بر خلاف زفر کے ونماء الرہن کالولد

والثمر واللبن والصوف والوبر والارباح ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا کہ بچہ

اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور منافع اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن مع الاصل

تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ

فی الرہن وتکون للراہن الاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا قہستانی بر خلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا

بدلا ہے جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات

تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا فاذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد

مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو رائگان تلف ہو گی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہو گا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں

بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا اتلف النماء الراہن ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصتہ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد

الاکل فانہ یقسم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکما باقی رہے جس طرح پر کہ کھا یا جاوے

راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو پھیر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جاوے

کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جاویگا دونون یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ

میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھا یا تو اسپر ضمان نہیں

اور اسکا دین کچھ ساقط نہو گا اور اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہو گا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہو گا

وادا الاول فیخیر تو جیہ کیا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادہ کا جو مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو لیا اور کہا

کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد ہلاک الاصل فک بحصتہ من الدین لانہا صارت مقصودا بالفکاک والتبع یقابلہ شئ اذا کان مقصودا یعنے جبکہ زیادت متولدہ

باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکورہ خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کے

سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہو جاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہو جاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط

من الدین حصۃ الاصل ویفک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل

فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت یعنی دین تقسیم کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر

قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ سے جیسا کہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی

قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط

ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فکاک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی

اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل یخصص حقیقۃ الاکل

فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے

مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنے درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے

اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنے خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے

مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کر دے تو اسکا اتباع کیا جاوے یعنے تو درست

وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے

ہم یعنے جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول علق کہ جو چیز

مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنے پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شئ من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین میں سے کچھ اباحت اکل سے قال

فی الجواہر رجل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شئ من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعہ

کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کر دیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچھ مکان

ویران ہو گیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہان تک کہ اگر راہن مرتہن

کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم اہین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو

مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین

کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی

ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم

من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتأملہ اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے

کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا

راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہی جو محمد بن اسلم سے منقول ہی کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ ربا ہے
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہی کہ مقرر کراہت تحریمی ہی سو اسمین تامل کر وان لم یفتکہ الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علے ما ہو حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علے قیمة النماء ای الزیادة التی اکلها المرتہن وعلی قیمة الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادة اخذه المرتہن
من الراہن کما فی الہدایة والکافی والخانیة وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑایا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہان تک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اس زیادتی کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہنچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادتی کو پہونچیگا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی اھ اقول مرتہن کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن کا صرف کرنا
راہن کی اذن سے راہن کے صرف کے برابر ہی تو جیسے راہن کے استعمال سے ساقط دین نہین ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہوا کذا فی الخانیہ
وفی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کالاتلاف الراہن بنفسه لتسلیطه اور جواہر مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی
تلف کرنے کے برابر ہی بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیها اباح المرتہن نفع الرہن ان یوجره قال لا فیقبل فاوجره ومضت المدة فالاجرة لمن الراہن قال لم
ان اجره بلا اذن وان باذنه فللمالک وبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہی
یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہی پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہی یا راہن
کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہی اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہی اور اس صورت مین رہن
باطل ہوگا وفیها رہن کرما وسلمه الی المرتہن ثم دفعه للراہن لیسقیه ویقوم بمصالحه لا یبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمره ثم باع الکرم فقبض المرتہن الثمن ان
ثمره حصل بعد البیع فللمشتری وان قبله فللراہن ان قضی دین المرتہن والا یکون رہنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحة فانها تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا
اور اسکا پھل مباح کردیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچ ڈالا سو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہی اور
اگر بیع سے پہلے ہی تو راہن کا ہی بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن رہیگا یعنی ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحة ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہی رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا اھ برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا ہوتا
کہ اسنے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کھا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیها زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح له الانتفاع لا یجب
شیء وان لم یبح لزمه نقصان الارض وضمان الماء لو من قناة مملوکة فلیحفظ اور اسی کتاب مین ہی کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اسکے لیے
انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعها الراہن او غرسها باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن فتنبه زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہی کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا اھ رہن باطل نہین مگر وہ حکم ضمان
باطل ہی یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح المواہب ای استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیره
مکانه مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضه ان شائعا
یبطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فی الباقی ویحبس بکل الدین لکن ہلک بحصته بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہی تو باقی
مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہی تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اسکا تلف ہونا بالقدر

اجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور
اجارہ باطل ہوگا ولو اجرہ المرتہن ثم اجرہ من الراہن باذنہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرہن سقط الدین
کلہ فان عاد سقط بحساب نقصہ ان الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد
اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمیں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ
القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ
کر دینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بلا رہن ثابت ہے دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین
لیست منہا اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ مثلاً
مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین جبکہ تھا
عقد رہن سے پہلے واجب تھا لہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا تفریع للاولے فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین
الف فالاول رہن حتے یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتے یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حال آنکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام
رہن ہے جب تک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیرے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے ضمین نہیں یہاں تک کہ دوسرے کو بجاے
اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
مصدر بفا ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہے مسئلہ اولی پر
متفرع نہیں سو آگاہ ہو وابرأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روے
استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن کو
تمام قیمت لازم آویگی ہم درصورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ متطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علے آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض راہن سے یا اسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنیوالے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شے پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ فرق ابرا اور استیفا میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہی اور استیفا سے نفس دین ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قضاء دیون بامثالہا ہوا لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا
یعنے استیفا بالقبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفا ثانی یعنے استیفا حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدر مختصرا ورد ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفا
راہن او متطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اُسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت مین یا خریدیا صلح کی صورت مین
یعنے اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید اور صلح مین پھیر دینا واجب ہی تاکہ استیفا مکرر نہوجاے
وبطلت الحوالۃ وہلک الرہن بالدین لانہ فی معنے الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنے مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہین کرسکتا اور باوجود
بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہی کذا فی الہدایۃ ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ
مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے
ہی تو لائق یون تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہ ہی کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہی لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے
گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا یبطل الحوالۃ
فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہی اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہین ہی اور اگر دین
مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہی کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار مین کذا فی القہستانی وکذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک
ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون الجہۃ باقیۃ بخلاف الابراء لانہ یسقط
الدین اصلا اور اسی طرح یعنے جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہی استیفا کی صورت مذکورہ مین اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہی بمقابلہ دین اُس صورت مین بھی
کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہین ہی پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور خیال کے
سبب بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنے بعد اتفاق نفی دین جائز ہی کہ دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہی یعنے اسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہین رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت مین توہم وجوب ثابت ہی
اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہی برخلاف ابرا کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہین کذا فی الہدایۃ وشرحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح
فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور معلوم ہی سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہی کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اُس سے تاوان متعلق ہی
ہم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ تاوان اُس سے اصلا متعلق نہین واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا
والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد
من البیوع اور یہ بھی عمادیہ مین ہی کہ ہر جس مکان مین مرہون مال ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط الجواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے
مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم
یکن الرہن کذلک یکن مالا او لم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنے مال نہو جیسا کہ خون یا مردار
یا آزاد ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہو گا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شئ بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت مین یعنے جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن
کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد مین جبکہ مرہون تلف ہوگا

...مال پر ثبت ہے اور دین سے تلف ہوگا یعنے قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر بقیہ کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے تو دین لازم ہوگا من امانتہ ولہ غرمائہ فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن انہ صحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مر گیا اور راہن کے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے فرع مسئلہ ملحقہ شائع کا رہن الرہن باطل کما عرفناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا بلا اذن راہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ مصنف نے کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کر کے ہم رہن کا راہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن نے رہن کو راہن کی اجازت سے رکھا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتنا قال واے رہین لا یرام انفکاکہ بحیلہ لو مات بالموت یا شیطر اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مر جاوے موت سے اسکی دیت نصف ہو جاتی ہے سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون نفس ہیں الا انفکاک نفس ہر حق تعالے نے فرمایا (کل نفس بما کسبت رہینۃ) یعنے ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کا ختنہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنے قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہے اور جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علے النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عبد کی طرف منسوب ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہو جاوے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہے کذا فی الزیلعی والتمسی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنے قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ہے یعنے حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا اور جاری مجرائے خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بالۃ تفرق الاجزاء اوسلاح ومثقل من حدید جو ہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولنا عطف علے محدد لانہا تشق الجلد وتقتل اکل الرکوۃ ہے لو غمست فی الماء فاحرقت العروق اکل یعنے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاوے کسی مقام میں اسکے بدن

بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار
یا دھار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل مین کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیر چلایا یا قصد قتل ہو آگ سے
اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنے اگر آگ کے
جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہین کذا فی الکفایہ ہم خلاصہ تقریر یہ قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے
ہو یا جاری مجرا سلاح سے تفریق اجزاء مین کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار
سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمین حدت ہو کر پھاڑ دے یا حدت نہو ولیکن پھاڑ ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل تیر سے یا سوئی سے
کو جگر پر بشرطیکہ لوہے کا نام اُسپر قائم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ احادیث مین منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود
الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ بلاشبہ معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا
خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ بوجھل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو نہین چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور
اسی طرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو پھاڑ دے یا بدن مین گھس جاوے چنانچہ لوہا
لکڑی تو یہ چیزین تلوار کے مانند عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضیخان مین ہے کہ لوہے مین وجہ یہ ہے کہ مشابہ ہو ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہوگا زخم ہو یا نہو
نہین اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو موجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے مین بلاشک قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول مین ایک یہ ہے کہ
قصاص کا جو بیان سے مذکور ہوچکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہین اسلیے کہ عادۃً اُس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا
فی الطحطاوی مختصراً فتاوی قاضیخان مین اسمین عدم قصاص کو بیہی و اللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود و الا فلا انتہی مین کہتا ہون اور شرح
وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرہان وفی حدیدۃ غیر محددۃ کالسنجۃ
روایتان اظہرہما انہا عمد اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی
(احماء التنور) یلقی فیہ القود و ان لم یکن فیہ منام) اور مجتبی مین ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اُسمین آگ موجود نہو وہم منح الغفار مین ہے کہ ایک شخص نے
تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اُسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خواہ نہین ہے خواہ وہ شخص اُسی وقت مرجاوے
یا صاحب فراش رہ کے مرجاوے ہمیشہ تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود و الا فلا
فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجاوے تو اُسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
(و) قالا و الثلاثۃ ضربہ قصداً بما لا تطیقہ البنیۃ کخشبۃ عظیمۃ عمد اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب
اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے ہم امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا (و موجبہ الاثم فان حرمتہ
اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ للمکرہ بخلاف القتل) اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے
کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین ہم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن
یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الایہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل نا حق کی حرمت کے واسطے
کافی ہے اور احادیث تو اُسمین بہت ثابت ہین انکا مجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل آگ میں ڈالدے اور نسائی میں بریدہؓ سے مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بالا لزوم مال ہم امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیہ) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنے موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں ہے لیکن حدیث مشہور سے اسکی تخصیص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہو گئی ولا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق تو جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ سوا کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ رجل قتل عبدہ او ولدہ او مملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمداً قتل کریگا تو اسپر کفارہ واجب ہے

والثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ مثلا فالتفسیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاوے سوا اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنے اس چیز سے جو تفریق اجزا نہ کرے اگرچہ پتھر اور بڑا لکڑا ہو امام رح کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے پس شبہ عمد وہ ہے کہ جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو جیسا کہ سنگ عظیم اور عصا کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاکت غالباً نہو جیسا کہ عصا صغیر اسکو شبہ عمد اسلیے کہا کہ یہ فعلاً مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہو گئی کذا فی العینی وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجی تفسیرہا کما اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمیں ۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود لشبہہا بالخطا نعم لو اعتادہ ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف میں عمد ہی قصاص کا موجب تو جان کے سوا کہیں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنے اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور رہا اور اسکے نفس تو ان میں تو بیشک
عصا کبیر قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص
واجب ہے یعنے فاعل کا بھی ہاتھ پاؤں توڑا جاویگا و الثالث خطأ و ہو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایکشخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عمدا فقتلا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع
السہم فاصاب الرجل فہو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ المحل کذا وہو سبب آخر والحکم یضاف الی آخر اسبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل
میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا کسی مرد کو جا لگا یا
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کا ہاتھ مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقینا یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف
اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق
الخطأ فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہوجاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے درحالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقا قصد نہیں ہے تو صدر الشریعہ کے کلام
میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہے صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہوجاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلام اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں مطلقا قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجرے خطا کی صورت ہے
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ ۔ وقاصد شخص ان اصاب خلافہ ۔ فذا خطأ والقتل فیہ معذر ۔ اور وہبانیہ میں ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از رو قصاص کے متعذر ہے
وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت ۔ فیقتص ان ابقی دمانہ ینہر ۔ اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنے اگر مقتول خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جرے
مجراہ مجری الخطأ کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرے خطا کے ہے یعنے خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے
سونے والا منقلب ہووے یعنی پلٹ پڑے کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر اور صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند جگہ پر یا بلند
تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کیونکہ نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے
طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرے خطا چنانچہ ایکشخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایکشخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہے اسواسطے
کہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ اسے مقصود کا تخلف ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی فی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صحیح خطا ہے وجہ یہ ہے کہ موجب ہذا النوع من القتل فی ہو خطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ تؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ
کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ
کہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا کے جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی
لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب
کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن
سلطان کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درر میں ہے تو اگر اپنی ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی
ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحاوی وکذا اذا وضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسی طرح
قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ
چلا کھدنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب
دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور رکھو دینے والا متعدی ہے اسمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی
صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے
اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے
موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا
تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوا اس
قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہے اسواسطے کہ مباشرت
عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ بخلاف اصل اسکو اسواسطے
ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں واللہ اعلم

(حاشیہ: دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنے ایسا ہوا کہ دوسرے کو دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا ۱۲)

فصل

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص
بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیصرح عندہ قولہ او قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدا قتل سے
شارح نے کہا محقون الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں آتا ہے اس قول کے پاس او قتل القاتل اجنبی واضح
ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر لقاتل وانما محقون الدم ہو یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے
نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے
ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مقتول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے
وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محقون الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمدا قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض ہے تو قواعد کے تحت میں

داخل ہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ الموت شبہہ ہے قصاص کی ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد مین
قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الظہیریۃ ودی لا المستامن والحربی نہ مستامن اور حربی یعنے انکے قتل عمد سے قصاص
واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے وشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول اگر کو
کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہین ہے فی البزازیۃ حکم علیہ بالقود
فجن قتل وقبلہ لو سلمہ انقلب دیۃ بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنے پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل
من یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فان جن بعدہ
ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنے دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے
مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا سواہ حیث قال ابو جعفر قتل غلام نے اپنے میان کو
قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے
وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنے بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے
قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے
کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر غایۃ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت
واجب ہوگی کذا فی الطحاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد وملک او اعم کقولہ اقتلنی فقتلہ بہا کما سیجئی اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور
مقتول مین قصاص ٹلجانے کا شبہہ نہو جیسا کہ ولادت یا مالک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام تر جیسا کہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجھکو
قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد
بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سواے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت
دینا قاتل پر واجب ہے بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنے آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے
اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور
حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الآیۃ
کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنے جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور
غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس نقل کیا ہے ومن جملہ
دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے مقتولین مین تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام اور اسی طرح قولہ تعالی
(ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ کے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر
ماسواے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنے اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکہ ہو حالانکہ اگر تخصیص ما عدا کی نفی پر دلالت

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا جاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگون کا رد ہے جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر جو
فضیلت رکھتا تو بدعوی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی ہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ مارین حق تعالی نے
انکے رد مین یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا واجب ہونا
قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد اور
غلام دونون برابر مین قیل ولا الحر بالعبد ورد بقولہ بالاطلاق الخ کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکو داخل ہونیسے بطریق اولی کے ہم شارح کی اس عبارت مین کچھ تقریر اور تحقیق نہین شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم سبقت سے چل گیا یون کہنا تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ معطوف ہے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی
مختصر العینی یہ ہے بعض شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا
بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسواسطے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد اسکے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور یہ تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے وفی الفتح البیتیۃ للطماسی ۵ خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ + رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ + ولم ار حرا قط یقتل بالعبد + اور مناسب مقام ابوالفتح بستی شافعی مذہب نے یہ شعر نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونون گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ مین اسکا غلام ہون اور مین نے
کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جاسے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہو سکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہین فاجابہ بعض الحنفیۃ رادا علیہ ۵ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظۃ + ولم یخش
بطش اللہ فی قاتل العمد + وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ + لیعلم ان الحر یقتل بالعبد + سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص نڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت
ہے قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ مین اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاسے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم
مین خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین و المسلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ خلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی مین عبدالرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی مین عہد کے پورا کرنے والون مین زیادہ تر کریم ہون ہر چند دارقطنی نے ابن
بیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہون اور انکے مال ہمارے مال کے برابر لا بما
بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ و مجتبی و درر وغیرہ یا نہ قتل کیا جاے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا ہم اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اسواسطے کہ مستامن بعزم دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف

غلام بدلے مارا گیا او بدلے آزاد کے اسکا ۱۲ و نقصان الخ فان قلت ورد الی قولہ تعالی الحر بالحر والعبد بالعبد ای عن تخصیص المقابلۃ یوجب ان لا یقتل العبد بالحر قلت لانہ یجب بان ہذا تفاوت الی نقصان فلا یمنع ما ذکرہ المصنف اصل من ان مفہوم التخصیص بالذکر ان تقرر المنطوق الامکان السکوت عنہ اولی من المنطوق لانہ لما کان العبد یقتل بالعبد فبان یقتل بالحر اولی بعض الشارحین ان لا یقتل الحر بالعبد بالعبد کذا فی

وینبغی ان یعول علی الاستحسان لتصریحہم بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتنبہ المصنف رحمہ اللہ
علی عادتہ قلت ولیعضدہ عامۃ المتون ففی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یون ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے
استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر کا یقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہے تو اگر تندرست مرد ایسے مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور ذکر یعنی نازہ اور فوطے مقطوع ہیں اور آنکھیں اندھی ہوئی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور ہو سکے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں متساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو
قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی علی الفرع باصلہ وان علا الا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا او شق بطنہ اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ
جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصدا قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تادیبا چھری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص نہیں
اور ظاہر مالک میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اسلئے کہ حدیث میں ثابت ہوا انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے
کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں مقید نہیں والا کتب مالکیہ میں عدم قصاص علی العموم مذکور ہوتی واللہ اعلم والمراد بالاصول ہم وان
علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام فی النفس والاطراف بفرعہم وان سفلوا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نلیا جاویگا بدلے انکی فروع کے
نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع نیچے ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہم یعنی دادہیالی نانہیالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنے
بیٹے کو یا نانی اپنے نواسی کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمدا کریگا
تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر فاروق رض سے مروی ہے وہو وصف معلل بالجزئیۃ فیتعدی الی من علا لانہم اسباب
فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جسمیں جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول
عالیہ کو بھی متعدی ہے اسلئے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے فنا کا سبب نہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف
کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ تجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی
تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی جوہرہ ومسکین فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ
وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما قررنا من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العامد
عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں یا شریک ہوا قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور موسلے اور مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلایل ثابت ہو چکی ہی تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا

ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان و لا بسید بعبدہ ای بعبد نفسہ و مدبرہ و مکاتبہ و عبد ولدہ ہذا داخل تحت قولہم و من ملک قصاصا

علی ابیہ سقط لکنہ سیجی اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہی

فقیہون کے اس قول کے تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہی چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ہم مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اسکا مال ہی اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن خانیہ مین ہی کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ مین ہی کہ اسکو الی پر کفارہ

واجب ہی غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی و لا بعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد

مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہین ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا

شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے و لا بالعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین

قصاص نہین ہم یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونون موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا

مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہی تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جاے

وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرۃ و علیہ یحمل ما فی الدرر سفر یا لا کما فی کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن

دونون موجود ہون کذا فی الجوہرۃ اور محمد رح کے قول پر محمول ہی وہ روایت جو درر مین کافی سے منقول ہی کذا فی المنح ہم یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہی کہ باوجود

اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہی نہ شیخین کا تو مجیب ابن نجیم ہی کہ جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی

کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہی کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہی یعنی لو اختلفا فلما الفقیہ تکون رہنا

مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص و قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کے واسطے قیمت دلائی جاویگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون مقتول

رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہی نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل القبض

فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود و قیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاے قبل قبض مشتری بیع کو جائز کر دے تو

قصاص لینا مشتری کا حق ہی اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہی اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہی کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ

و لا بمکاتب وکذا ابنہ و عبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عینی وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا للاختلاف الصحابۃ فی موتہ

حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہین بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا بدل کتابت کے اور وارث اور موسلے کو چھوڑ کر

اگرچہ وارث اور موسلے ساتھ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت مین آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اسکے ولی مین اس اختلاف کے

سبب سے شبہہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ

شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہی ہم علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد

مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہی اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہی پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا

ولی مین تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء او لا او ترک وارثا و لا وفاء اقادہ سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول

کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سواے اپنے موسلے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگرچہ وفاء بدل کتابت موجود نہین تو اسکا موسلے

قصاص لیگا بسبب متعین ہونے موسلے کے ولی ہونے مین وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتون مین سے پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہی کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث سوائے مولی کے نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت
یہ ہے کہ سوائے مولے کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں چلپی نے کہا شارح کو یون
کہنا مناسب تھا (وفی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمد رح) یعنی صور اربعہ میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمد رح کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جب مولے کے سوا کوئی
وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد رح کے نزدیک اسمین قصاص نہیں ہے (ویسقط القود بتملکہ علیہ او بعضہ او بارثہ لان الفرع لا یستوجب العقوبۃ علی
اصلہ) اور ساقط ہوتا ہے وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر یا باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث
فرع اصول ہو تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتا ہے [illegible] حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث
اسپر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جب حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے [illegible] جیسا کہ اپنے غلام کو قتل کرے [illegible] اعتبار [illegible] مانع
قصاص کا کافی ہے (وفی صورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب [illegible] امراتہ مثلاً ولہا وارث [illegible] المراۃ فان [illegible] القود الواجب [illegible] فیسقط لما
ذکرنا [illegible] صدر الشریعۃ [illegible] الابن ابتداء الارث [illegible] ابی حنیفۃ [illegible] اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ [illegible]
اپنی جورو کو باپ نے قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے [illegible] قاتل کا [illegible] وارث [illegible] مذکورہ
بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہوا [illegible] تو قصاص ساقط ہو جاویگا [illegible] بیان کیا اور
وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے [illegible] قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے [illegible]
میراث کے امام اعظم رح کے نزدیک [illegible] صورتون میں سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے [illegible] قاتل کو
مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال باقی ہے (وفی الجوہرۃ [illegible] احوالہ قبل موتہ صح استحسانا لا القیاس [illegible] اگر شخص زخمی یا اسکا
وارث معاف کرے [illegible] زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے [illegible] استحسان [illegible] زخمی اور اسکے وارث دونون [illegible]
[illegible] صحیح نہوتا [illegible] قصاص [illegible] ثابت ہے [illegible] اگر [illegible] ثبوت [illegible]
تو مجروح [illegible] معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اسلئے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے [illegible]
[illegible] (ولا قود بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین لما ان ہذا [illegible] بل الواجب علیہ الکفارۃ والدیۃ) اور
نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے [illegible] مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسلئے قصاص نہیں [illegible] بلکہ دیت
قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسکا سبب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے
مددگار وارثون پر دیت ہے (قال [illegible] اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا یجب [illegible] قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم [illegible] فاذا کان
[illegible] الزاہدی قال [illegible]
[illegible] علما نے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اس وقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار [illegible]
[illegible] ہوں تو اگر مسلمان مشرکون کی صف میں ہو تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت [illegible]
[illegible] سبب سے یعنی اسکا خون معصوم نرہا مباح ہوگیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کوئی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس
قوم میں داخل ہے [illegible] جماعت کفار کا بڑھانے والا کافرون میں داخل ہوا اگرچہ انکا ہم شکل اور ہم لباس نہو [illegible] مسلمان کا
جو کافرون کا سا لباس اختیار کرے [illegible] شرح میں کہا تو اگر [illegible] جانے [illegible] قتل کرنا مباح [illegible]

سانپ تو اُسکے قتل پر شیقتدی الانت ہو پھر جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعًا قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں الا ظلم ولا القاود الا بالسیف
وان قتلہ بغیرہ خلافًا للشافعی اور قصاص نہ لیا جائیگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے یعنی
انکے نزدیک جس طرح قتل کرنا قاتل کا ظاہر ہو جس طرح اُسنے مقتول کو مارا ہم یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہو قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں لیا مگر تلوار سے اور دار قطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہو لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں
قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی تاج المصادر حیث قال التخصیص بالسیف والا مع الحاق
غیرہ بہ لا اثری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا قود الا بالسیف وفی السراجیۃ من لہ قود وقاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بغیر
آخر عزر وکان مستوفیا یعنی اس سے ان مراد وہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہو کہ تلوار سے او ہے کا ہتھیار مراد ہو میں کہتا ہوں
اسی کی تصریح کی ہو مفصرات کی کتاب اُن میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہو کہ جو قصاص
لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جائیگا
اور وہ شخص اُس قتل نا مشروع سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیۃ تو یہ محمول ہو سپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہو واللہ اعلم ولاب
المعتوہ القود وتتغیا الصدر ولذا ملکہ تلک الصلح بالاولی لا العفو مجانا والقطع بدواعی المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یا مکہ اور فرزند نا قص العقل کا ہو
سر قطع ہو اور اُسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہو تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جبکہ اُسکا باپ
قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اعلیٰ مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہو کہ مفت معاف
کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہو اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہو جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو دیوانگی کے حبکو اہل ہند
بھولا اور بیچنہ بو بولتے ہیں اُسکے قرابت دار سے مراد اُسکا اخیافی بھائی اور اُسکی ماں اور بیٹا ہو باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ جب حق تو مدہوش ہو لہذا
اُسکا باپ اُسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ شفقت کے سبب اُسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقید بصلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان
وقع بالاقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعتوہ اور مشروط ہو باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہوگی
تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہو مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فیملک قتلہ ولا ولی لہ والحاکم
قتلہ والصلح لا العفو لانہ نظر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہو جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اُسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہو نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث اور خلق کا ضرر ہو والوصی
کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولا القود فی الاطراف استحسانا لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اُسکے بھائی کے
برابر ہو کہ فقط صلح کر سکتا ہو اُسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہو اسواسطے کہ اطراف
انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہو والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہو جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اُسکے
قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہو معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں لے
سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہو مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہو وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملا ثبت
لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہو صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے
یعنی انکے نزدیک قصاص نہوگا جبتک صغیر وارث جوان نہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اُسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک

چنانچہ صاحب مغیرات نے کہا ہو اور فارسی کی ...ذکر ... انام کا دوسری چیزوں کو اُسکے ساتھ ملحق کا ناغ نہیں کیا تو میں دیکھتا کہ ... نیزہ ... اور خنجر کو تلوار میں لا دیا ہو حدیث ... میں سو اسنا ترجمہ ہیں ... مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اسلیے اسکو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہو جیسے نکاح کر دینے اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہر شی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص و نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاتا جیسے
قرابت سبب کامل ہو قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہو کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا و لہذا ابن ملجم بعوض علی رضی اللہ عنہ کے مارا گیا
اور حضرت علی کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا
تو اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فائدہ مفاد مگر جبکہ مقتول کا
ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر بالاتفاق ائمہ اور صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہو طحطاوی نے کہا لیکن ظاہر قول یہ ہو کہ وہ کبیر مراد ہو یہاں جو وارث ہو مقتول کا
تو تمثیل اسکی یوں بہتر ہو کہ مقتول کی اولاد صغار ہو زوجہ اولے سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ
محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہو مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہو تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص
واجب ہو اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہو بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ یہ فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہو مقتول کے وارثوں کو لیکن
باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والاتیہ علی ما قلتہ امر القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے
مددگاروں پر واجب ہو قتل خطا میں ولو قال ولی المقتول للقاتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ والابینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق فی قتل الاجنبی قصاصا اور
اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی
تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ہم پر ظاہر یہ ہو کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کروانا جائز ہو تو استیفاء قصاص
بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوی کیا
اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف اس امر کے جو حفر بیر کی فی دار رجل فوقع فیہا
انسان فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ فیملک تصدیقہ بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ بخلاف
آدمی کے جسنے کنواں کھودا اور کسی مرد کے گھر میں سو آدمی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو
صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ ابتداء اور استیناف حفر کا فی الحال مالک ہو یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہو
وجود محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بخلاف صورت اول کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل ممکن نہیں
متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہو تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہو کہ جو شخص کسی چیز کی حکایت کرے مثلا یوں
اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہو تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہو اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہو تو اسکی تصدیق بلا شہادت کے کی جائیگی
اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط
راسا کما لو مات القاتل حتف انفہ وظاہر قول بالتعلیل بفوت المحل اسپر دلالت کرتا ہو کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں قطعا ساقط ہو جبکہ قاتل اپنے
فرش پر اپنی موت مر جاوے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم
نہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین عفا احدہما وقتلہ الآخر ان علم
ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتلہ ولی القتیل عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر
اور مجتبی میں ہو کہ خون کسی کے دو وارث ہوں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہو کہ بعض وارثوں کا

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کردیتا ہو تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت واجب ہوگی بر خلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا سمجھنا لوگوں پر مشکل ہو ہم بر خلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل فیصلہ ہے لہذا اسمین دو صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہین تو دیت ہے اور یہاں کی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا و مات المجروح فاقام اولیاء المقتول بینة انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انہ برئ من الجراحة و مات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیا للعمادی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہوگیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن العمادی اقام اولیاء المقتول البینة علی انہ جرحہ زید وقتلہ واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لجمع الفتاوی ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور مجھکو مارا تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن جمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بہذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی والناس قبلت بینة مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اسکے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہونچتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القنیة وفی الدرر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا اور درر مین مسعودیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کردیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس فصل مین مکرر ہوگیا وفی الوہبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ مین ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جھوٹا کر گیا ہو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنہ علی ان آخر جرحہ خطاء قبلت لنفیہا التہمة فی حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات لا قصاص ولا دیة لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اسنے اسکی طرف کردیا یہانتک کہ اسنے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرہ السم ایجارا تجب الدیة علی عاقلتہ اور اگر زہر اسکے حلق مین زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری مددگاروں پر وان دفعہ لہ فی شربة فشربہ فمات منہ فکالاول لانہ شرب باختیارہ الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیہ اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملاکر دیا سو اسنے پیا اور مرگیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنے نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیة وان قتلہ بمر بفتح المیم بالعمل بہ فی الطین لیقتص ان جرحہ بحدیدہ او ظہرہ وجرحہ اجماعا کما لو قتلہ بصنجة عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاوڑے سے اور تیشہ سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کردیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا جیساکہ سنداں سے قتل کیا ہو شارح نے کہا کہ مر بفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ہم اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہو نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہو صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہو امام رح کے نزدیک کذا فی الملتقط وغیرہ

عن الاتقانی والا یعنی وان لم یجرح لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس ورصاص وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدرر

لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر بھاوڑہ بارڈھ کی طرف سے

اسکے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ

امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے اور ہے اور تانبے اور سونے اور رانگے اور مانند انکے جو لوہے کا ہم جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی

طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور ابن

ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب بطنہ بسکین فخرق الامعاء ووجد فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے جو اس تلوار سے مارا اور پیٹ کی انتڑیاں

سوتلوار سے پیٹ کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہوگی اور ایسا ہی نقل کیا کہ قصاص

اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافاً لہما والشافعی جیسے گلا دبا کر یا ڈبو کر مارنے میں قصاص نہیں

بخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبوئے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہو پھر تیر کر نکلے نہ غالباً

اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن نہ ہو پس اگر اسکے ہاتھ پاؤں بندھے نہیں تھے اور وہ خوب تیر سکتا ہو تو یہ بھی خطا

عمد ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام رح کے قول پر قتل خطا عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین رح کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے

کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو دفنہ حیاً فمات فیہ جو عالمگیریہ میں محیط سے ہے قال المجتبی الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں گرسنگی سے مر گیا تو قاتل پر

کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیئے ولو دفنہ حیاً فان محمداً قال یجب

بخلاف قتلہ بموالاۃ ضرب السوط کما سیجئ اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیئے برخلاف قتل کرنے کے متوالی

کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے جیسا کہ آگے آویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ قاتل کے برادروں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل

سیاسۃ والقتل بہ بمنزلۃ الساحر اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیئے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور

اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے

درست ہے کیونکہ انکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت

زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈال دیا سو اس نے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص

اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیئے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے

ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا

خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہو گا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیاً والقاہ

فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادروں پر دیت ہے ہم

اور بیمار مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح

ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین

ہو گیا اور ڈوب گیا پھر ڈالنے کے وہ پانی میں ڈوبا اور مر گیا تو ڈالنے والے کے برادروں پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیر کر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت مین اُسکے پانی مین گرا دینے سے مرا وقطع عنقہ وبقی من الحلقوم قلیلا وفیہ الروح فقتلہ آخر
فعلا قود وفیہ علیہ لانہ فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے مین سے کچھ باقی رہگیا اور اسمین روح ہی سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا
تو اس صورت مین قاتل ثانی پر قصاص نہین اسواسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہی ہم تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا یا باپ کی اس حالت نیم جانی مین مرگیا تو مقتول کا
بیٹا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ ولو قتلہ وہو فی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش
کذا فی الخانیہ اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع مین تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا
اسوقت النزع سے قصاص نہین قاتل پر کذا فی الخانیہ ہم خلاصہ یہ ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع مین ہی تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا
کذا فی الہندیہ تو معلوم ہوا کہ یہان دو قول مختلف مین طحطاوی نے کہا کہ مین نے خانیہ کو دیکھا تو قول مصنف کے موافق پایا یعنی وہ عدم توقع زندگی کے بھی
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ مین دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب یہ کہ اختلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفی البزازیہ شق بطنہ بحدیدۃ
وقطع آخر عنقہ ان توہم بقائہ حیا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ مین ہی کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا
اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اُسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہی پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اُسکی زندگی خیال مین نہ ہو تو
تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہی اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی صورت عمد کی ہی اور خطا مین
دیت واجب ہی کما فی عالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات یقتص الا اذا وجد ما یقطعہ کحز الرقبۃ والبرء منہ اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہوکر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہوجانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انہ لو عفا المجروح او الاولیاء قبل موتہ صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح یا اولیاء مجروح نہونگے اسوقت
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہو وان مات شخص بفعل نفسہ وزید واسد وحیۃ ضمن زید ثلث الدیۃ فی مالہ ان کان القتل
عمدا والا فعلی عاقلتہ اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال مین اگر زید کا
قتل عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادروں پر دیت ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے سر مین زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر مین زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہی کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانہ ہدر فی الدارین وفعل زید معتبر فی الدارین وفعل نفسہ ہدر فی الدنیا
لا العقبی حتی یاثم بالاجماع فصارت ثلثۃ اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہی اسواسطے کہ وہ باطل ہی اُسپر کوئی چیز
واجب نہین دنیا اور آخرت مین اور زید کا فعل دونون جہان مین معتبر ہی اور اُسکی ذات کا فعل باطل ہی دنیا مین نہ آخرت مین یہان تک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
خباثت تین جنس ہوگئی یعنی بسبب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف
لیصیر فعلہ جنسا آخر غیر فعل الاسد والحیۃ وان لا یزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الکل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی
کہ مقتول مین تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی
فعل باطل ٹھہریگا دارین مین شیر اور سانپ کی مانند تو اس صورت مین زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
۱۴ مذکور کے قاتل چند آدمی ہون اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہی یعنی باطل نہین دارین مین معتبر ہی کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین

یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال دیجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو قتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی تا وجدتہ اور جنے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اسکا قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ انہنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اس شخص کا جنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اسکا انکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کیا ہے اس قید کی کفایہ میں ہے یعنی ہو واسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنے حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا ہے ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں ہے واسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی والا شئ بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اسکے قاتل پر نہ قصاص ہے نہ دیت بخلاف جمل الصائل کہ قتل ہے یعنی اگر اونٹ کسی پر حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو ضمان اسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا والا القتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ او غیرہ اسکے مار ڈالنے سے ہے جنے ہتھیار نکالا اور اٹھایا کسی مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل میں یا ہتھیار لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر سے جنگل وغیرہ میں ہو اسکو مار ڈالا جسپر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہو پس مار ڈالنا اسکا واسطے کہ ہو اسکو ہتھیار ... یا غیر شہر اسواسطے کہ لاٹھی یا بدن پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے قاتل مارا جاویگا کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملخصا او قتل المجنون الذی شہر علی غیرہ سلاحا فقتلہ المشہور علیہ عمدا یجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی انہیں ... ومثلہ الصبی والدابۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور چارپایہ ہے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتون میں یعنی مجنون الخ شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان حامل کے قتل میں اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ہم اور ہمارے دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہیں تو ... ثابت ہوئی تو اسکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونے کے سبب سے لہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہ آویگا یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو اسپر تاوان نہیں پھر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص اسواسطے واجب نہوا وجود مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے انکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف فکف عنہ علی وجہ لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الاخر ای المشہور علیہ او غیرہ کذا اطلقہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ مادام شاہرا السیف ضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور دور ہٹ کے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اسنے مار ڈالا یا اسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب سے میں کہتا ہون تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اسکو مار ڈالنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں ہے اسواسطے کہ کبھی انسان برہنہ شمشیر لیکر بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنے تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شیء علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اسکے گھر سے نکالے

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ کفارہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ فرمایا قتال کرو اپنے مال کے آس پاس
حرم نسائی میں بخاری سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھیننا چاہے فرمایا
کہ تم خدا اسکی تذکیر کرو یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈراؤ اسنے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے
ہو یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی التیسیر وکذا لو قتله بعد الاخذ لا خذ ما اخذه ولم یکن من دونه الا بالقتل مجمد الشرنبلالیة اور یہی حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال لینے
پہلے جبکہ وہ اسکا مال لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی الصدر الشہید وفی الصغری ان اراد ان ... اکثر ... ان
افتی قاتله ولا التفات اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اسکو قتل نہ کرے
لیکن اسکو قتل نہ کرے اسلیے اھ لیکن ظاہر الفاظ میں آخر باب قطع طریق یہی ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال اقل از نصاب ہو اور اسکو قتل کرے
بدلیل حدیث کے کہ من قتل دون ماله فهو شهید یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو ادعی القاتل انه کابره فان اثبته
نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقة والشر لم یقتص استحسانا وتجب الدیة فی ماله لورثة المقتول بزازیة اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اسنے اس سے مکابرہ کیا تھا یعنی
پھر کر چوری سے وہ باز نہ رہا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان
قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیة هذا اذا لم یعلم انه لو صاح علیه طرح ماله وان علم ذلك فقتله
مع ذلك حیث یجب علیه القصاص لقتله بغیر حق یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہوتا اسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہو کہ اگر وہ شور کریگا اور للکاریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانتا ہے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بھاگیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسلیے کہ ناحق قتل کرنے
سے بنا کالمغصوب منه اذا قتل الغاصب فانه یجب القود لقدرته علی دفعه بالاستغاثة بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ
غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے اھ اور اگر مسلمان اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں
چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر ہے قتل غاصب جائز ہے جیسا کہ حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی ملتجی الی الحرم التجأ الی الحرم لم یقتل فیه ولم
یخرج منه للقتل لکن یمنع عنه الطعام والشراب حتی یخرج فیقتل خارج الحرم ... یعنی جب ... یا ... الی ...
مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جاویگا اور نہ وہاں سے گرفتار کر کے نکالا جاویگا قتل کے واسطے لیکن بند کیا جاویگا کھانا پینا یہانتک
کہ وہ گھبرا جاوے مجبور ہو کر پیاس کے مارے نکل آوے پس جب حرم سے باہر نکلے تو قتل کیا جاوے بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے
واما فیما دون النفس فیقتص منه فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جاویگا حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے
ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیه اجماعا اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیة وقتل فی البیت لا یقتل فیه
ذکره المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتله بسیف
فلا قصاص وتجب الدیة فی الصحیح لان الاباحة لا تجری فی النفس وسقط القود لشبهة الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار
سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے
ہم ہر چند حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص ساقط ہوا بحکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتله فالدیة استحسانا کما فی البزازیة
عن الکفایة اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیما عن الواقعات لو ابنہ صغیر اقتص اور بزازیہ میں ہی واقعات سے ہے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہی برادر صغیر میں منح الغفار میں ہی کہ یہ محمول ہی قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہی کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اُسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہی تو یہ قول اقتلنی کے قول
کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہی قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
وفی اقطع یدہ فقطعہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لا شیء علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہی
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہی کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہی چنانچہ عمادیہ میں ہی اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہی لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہی ہم شرح وہبانیہ میں ہی کہ لائق یہ ہی کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت صحیح ہو اسواسطے کہ
عصمت دم موجود ہی اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہی شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں وفی اقتل عبدی او اقطع یدہ فقتل فلا ضمان
علیہ چاہئے چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اُسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکو قتل کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام مال میں
داخل ہی اور مال میں ابتذال جاری ہی لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری النفس ومات لان الاطراف
کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انمیں صحیح ہوگا مگر سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہی منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو مثل اقتلنی کے اسمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یہ کپڑا [illegible] درہم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطائے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا
فی البزازیۃ فروع مسائل شتّٰی [illegible] ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اسمیں تملیک جاری نہیں ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہی مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہی قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہی دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہی عفو مجروح کا یعنی عفو
جراحت پہنچنے سے ۱۲
بہتر ہی صلح سے اور صلح بہتر ہی بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نہ کرے کذا فی [illegible]
ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہی کہ مقتول کے وارثوں کو
خبر کر دے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین
شرط استیفاء قصاص ہی یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہی علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہی کذا فی [illegible]
یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیلیے امام شرط ہی قصاص [illegible] محیط میں ہی کہ ایک شخص مقتول ہوا عمدا اور اُسکا ایک وارث ہی تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہی
قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل [illegible] کریگا تو تعزیر دیجاویگی

اسپر تاوان نہین اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص
دون الحدود اور اشباہ مین الحدود تدرأ بالشبہات کے قاعدہ مین یہ ہو کہ حدود کی مانند قصاص ہو مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر
قصاص مین درست ہو نہ حدود مین ہم یہ قول اسپر مبنی ہو کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سواے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہو کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر
یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا قصاص مین میراث جاری ہو اور حد مین نہین ہم دوسرا قول آ
ہو کہ قصاص بھی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد قصاص کا عفو کرنا صحیح ہو نہ حد کا مگر بعد مرافعہ کے محمول ہو اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا
عفو کرنا جائز ہو کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے
حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد اور قصاص ثابت ہوتا ہو گونگے کے اشارہ سے اور اُسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ہم صورت
اسکی یہ ہو کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اُسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی مین نے اُسکو تلوار سے مارا ہو تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی تجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہو نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی
بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتوین صورت یہ ہو کہ قصاص مین دعوی ضرور ہو نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہو انتہی ما فی الاشباہ
وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہو کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر
مین جھانکا دروازہ کے اندر سے سو اُس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر
بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اُسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونون صورتون مین تاوان
نہین ہم ابو ہریرہ کی حدیث دلیل ہو امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اُسکی آنکھ پھوڑ دے ڈھیلہ سے
مار کر تو کچھ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ آنکھ مین نصف دیت ہو اور یہ عام ہو ناظر خانہ او غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین گھس
کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع عین نہین اور حدیث ابو ہریرہ مبالغۃ فی الزجر پر محمول ہو اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیا جاے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ
پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہو کہ وہ مطلق ہو اسمین کچھ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا (فی الطحطاوی) وفی مختصر او لو ادخل رأسہ
فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارج اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اُسکو پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑ
دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر عن کنز الروس باتفاق حنفی و شافعی کے اختلاف حنفی و شافعی تو فقط اسصورت مین ہو جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہو ماسواے جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہو کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص
حدیث مین ثابت ہو کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ
اور وہ یعنی قصاص ما دون النفس ہر ایک ایسے مقام مین جاری ہو جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہو یعنی جہان برابری عضو ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہان بدلا لینا جاری
اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہو یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جبکہ رعایت مماثلت کی بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے بدلے کاٹا
جاویگا اور نہ بایان بعوض داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجھے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے
ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین نصف قیمت واجب ہو اور قیمت غلامون
کی مختلف ہوتی ہو اور قصاص نہین بالون مین اور سر کی کھال مین اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا

قصاص نہ ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھے کے بدلے انگوٹھا قطع ہوگا اور سبابہ کے بدلے سبابہ کی اور وسطی کے بدلے وسطی کی اور خنصر کے بدلے خنصر کے اور بنصر کے بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری کا حکم ہے جب ہی تو منقش کوڑا
باسے بامنقش کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ
فیقاد قاطع الید من المفصل اور جسکا رعایت مماثلت ضرور رہی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمداً جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا کہنی
کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة انف لم یقتص لتناع حفظ المماثلة وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری
تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں [illegible] یہ ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑکے ہو تو اسمیں ہمارے
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ کاٹی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجانے یا اسمیں زیادہ خلل ہوجاوے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری
سے وان کان ید ہ اکبر منہا لاتحاد المنفعة قصاص میں جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص
میں چھوٹے بڑے ہونیکا اعتبار نہیں جیسا کہ سر میں کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن
اور اسیطرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں مارن نرم عضو ہے ناک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہے کہ ناک کی پھنگی کے قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمة غیر منخسفة یجعل علیہا وجہہ قطن رطب وتقابل عینہ بمرآة محماة اور اسیطرح قصاص لیا جا
اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ جناب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور
اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے یہ حکم خلافت ثانی ابن علی قرشی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف میں حکم بن عیینہ سے
روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالی عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالی جاوے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقار الیمنی وشیر
الفاقی ذاہبة فقص [illegible] اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی الحول اور ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں حول
مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو الیمانی فی کل شجة یراعی او تحقیق فیہا المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہے ہر ایک اس زخم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہوکر ہڈی کھلجاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا [illegible] اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سوا دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال

ہڈی میں قصاص نہیں ۱۲ حکومت عدل کے معنے صفحہ ۲۲۳ میں مذکور ہیں ۱۲ یعنی جیسی ہڈی کا نشانہ ہو ۱۲ مماثلت سے نہیں ۱۲ [illegible] خالی جیسا کہ صراح وغیرہ میں ہے تو اسکا ترجمہ [illegible] کو کہتے ہیں [illegible]

قال المصنف وفی المجتبیٰ وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اُکھاڑا جاے اگر مظلوم کا دانت اُکھاڑا گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاے سو ہان سے گوشت تک
یعنے دانت کی جڑکی مقام تک اور ماورا ے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اُسکا قصاص ساقط ہی بعذر مماثلت کے سبب اسلیے کہ دانت کا اکھاڑنا
بعض کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہی اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہی مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہی اور مجتبیٰ مین ہی کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہی ثم الطحاوی
نے کہا کہ بخط زیلعی اسیطرح لفظ لہاتہ ہی اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور صحیح یہ ہی کہ لفظ لثاث ہی یعنی بجاے ہا مہ کے ثاء مثلثہ ہی اور لثاث جمع لثہ کا بکسر لام
یعنے مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑہون میں اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہی کما نبہ علیہ الزیلعی کہا بعض کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہی یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر کسو کا دانت توڑ گیا
ہو ہم ریتنا اسوقت ہی جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو و الا قصاص نہین تو مہا ہی کذا فی الطحاوی عن الظہیریہ وفی المجتبیٰ و یؤجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل
الصبی لا البالغ اور مجتبیٰ مین ہی کہ قصاص کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہی کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہی نہ بالغ کیواسطے ہم ملتقی مین ہی جب دانت سے کچھ ٹوٹ گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ جما
تو اسپر قصاص ہی سوہان سے ریتا کرا اور ظہیریہ مین ہی کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے تک انتظار چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین مگر
پھر کی روایت مین اور صحیح قول اول ہی اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اُگنا نادر ہی کذا فی الطحاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہی وکذا الخلاف اذا اجل فی تحرکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع و الطبیب انتہی و تحقیقہ اوسیطرح دانت اُکھاڑنے کے مانند خلاف ہی جبکہ مدت مقرر کیجاے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہی اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
ہم محیط مین ہی کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدًا تھی تو قصاص واجب ہی اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہی کذا فی الطحاوی اور اسمین قول ابو یوسف کا وہ قول ہی جو
شارح نے مذکور کیا ولا توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبیٰ والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہی سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبیٰ اور خلاصہ مقام یہ ہی کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل اور دانت سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و امرأۃ و طرفی حر و عبد و طرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین
اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے اُنکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی
بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہی لہذا قصاص متعذر ہ

ثم اقلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر و عبد ولا بین عبدین قہ
القہستانی و البرجندی مین کہتا ہون یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا مشہور مذہب ہی لیکن واقعات مین ہی
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہی اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہی جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاے تو اسطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنے جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا ادنی عبد
ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہی ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور ہی

نہ یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے
نہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اسکا عضو
بھی قطع کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے
عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کہ ہڈی کے
احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ برئت اور قصاص نہیں ہے جائفہ میں جو چنگا ہو گیا ہو جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ یا سینہ
ہو جاتا ہے یعنی کہ طرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحاوی عن
شرح القدوری فان لم تبرأ فان سرایۃ النفس والا ینتظر البرء او السرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہ ہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مر گیا تو
جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلہا یعنی شرح وہبانیہ واقرہ المصنف لا
یتقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وعزاہ فی المحیط لقول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد
معلوم واقرہ فی الشرنبلالیۃ وغیرہ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہو گئے ہوں اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ
اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص کا
قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص
لیا جاوے اسواسطے کہ قاطع کی حد معلوم او متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے
قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں انتہی اور ہدایہ و ذخیرہ میں تصریح ہے کہ قطع اصل ذکر میں قصاص نہ
ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ ذکر کے قطع میں قصاص نہیں
اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ یہی
الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم ان قطع کل الحشفۃ یقتص و لو بعضہا لا کہ یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی
تو قصاص نہیں ہم بالکل حشفہ کی حد معلوم ہے بعض کی نہیں یا او قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا و یجب القصاص
فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان المماثلۃ والا یستقصہا لا یقتص مجتبیٰ وجوہرۃ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے
لب کو بنہایت تک پہونچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا او قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا
کذا فی المجتبیٰ والجوہرۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں
حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو بمقدار دونوں قیمتوں میں تفاوت ہے
وہ دیت سے بحکومت عدل ہے ولو کان لقاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین العفو واخذ
الارش وعلی ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد واذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر
قاطع گنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے
لینے میں وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی ان اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور
مقطوع عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلا میں عضو عیبدار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں اپنا پورا حق لینے سے معذور ہے مگر قہستانی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ قاطع کا ہاتھ قطع کے وقت شل ہوا اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے شل ہو گیا ہو تو مقطوع قصاص سے دیت پا دیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر رہا اگر ہو جاوے محل سے کذافی الجوہرہ قال برہان الدین ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیتہ کاملۃ بلا اختیار وعلیہ الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یا اختیار اس شرط سے ہے کہ شل ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو اور اگر اس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذافی المجتبی وفیہ لا القطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ شل ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ویسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے وبصلحہم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کر لینے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے انمین عوض کی کچھ تعیین نہیں کذافی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت میں وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ یعنی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے یہی قول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادری والوں پر دیت ہے کذافی الملتقی امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ علی الف فصالح المامور الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الامرین نصفان لانہ مقابل بالقود وہو علیہما سویۃ فیبدل لہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولے پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدل بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجزی بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیا جائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہو گا شرکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنے تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذافی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے اور دلیل نقلی قتل جماعت کی سواکی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضہ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذافی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لگ ساتھی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا دیگا اسواسطیکہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور یہ مقصود نہیں مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذافی الطحطاوی والالاکانی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے ہر خواہ کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذافی الطحطاوی وفی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ انپر خونبہا ہے کذافی الطحطاوی ۔ الا ولیاء ان یعرف الجمیع

بلام العہد فانہ لو قتل فرداً جمیع احدہم الولد او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معروف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص
کو جماعت قتل کرے کہ انمین سے ایک باپ ہو مقتول کا یا کوئی انمین دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ہم یعنے اگر لام عہد خارجی ہوتا تو
غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء به للباقین خلافاً للشافعی ان حضر ولیہم اور قتل کیا جاتا ہی ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے کہ امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے
نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہی اسواسطے کہ وارثان قاتل کا قاتل ہی بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے
صالح ہی اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل له وسقط حق البقیۃ کموت القاتل
حتف انفه لفوات المحل کما مر یعنی اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط
ہوجاتا ہی قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان ید رجل او رجل او قطعا شیئاً مما
ذلک مما دون النفس جوہرہ دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پانون کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت قتل
نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکیناً فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منہما وقیم لانعدام المماثلۃ
اسطرح پر کاٹا کہ دونون شخصون نے چھری کو پکڑا سو اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پانون پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص
نہین کسی پر ان دونون سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہی بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد
سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہی تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف
قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہی خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الہدایہ و شرحہا لان
الشرط فی الاطراف المساواۃ فی المنفعۃ والقیمۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواۃ فی العصمۃ فقط در رکسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب اسواسطے
کہ اطراف کے قصاص مین [illegible] شرط ہی منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات
مشروط ہی کذا فی الدرر یعنی نفس [illegible] واحدہ اور النفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہی وضمنا الدیۃ علی
عددہم بالسویۃ اور دونون قاطع یا بہت قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلہما قطع یمینہ
ودیۃ ید بینہما ان حضرا معاً اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہی اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدھون آدھ
بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدہما وقطع له فللاخر علیه ای علی القاطع نصف الدیۃ لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس
اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ
اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہین ہی م دیت سے جان کی دیت مراد ہی یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچ سو دینار ہی کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص
بینہما ثم عفا احدہما قبل استیفاء الدیۃ فللاخر القود وعند محمد له الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے
قصاص معاف کردیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہی اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار
ہی ولو اقر عبد بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار غلام سے قصاص
نہین تم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہی کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہی اسواسطے کہ اسمین اسکا ضرر ہی ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقرارہ علی مولاہ بل یکون سے

رقبتہ الی ان یعتق کما اقالہ المصنف عن الجوہرہ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اسکی گردن پر رہیگا
آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا یہ جو مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے اور قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ
بالخطاء اصلا حتی لا یؤاخذ بہ بعد العتق و نحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بانہ موجب الدفع او الفداء اشتراط المصنف کہا اور
زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اسکے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند
اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی اقول المصنف
سوا اسمیں قال کہکر شارح نے بلفظ قال اشارہ کیا کہ یہ قول زیلعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور
نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام قتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور
صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علله القہستانی بانہ اقرار
بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتی لو
اقر الحر بالقتل خطا ولم یرفعوا اقرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا قررہ القہستانی فی المعاقل لیکن قہستانی شارح نقایہ نے
اسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سواس کلام میں تدبیر اور غور کرکے منظور فیہ ہے اسلیے کہ علماء نے اجماع کیا ہے
اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عاقلہ دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ عمد اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہاں تک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی
مددگاروں پر نہوگا یعنی اس صورت میں مددگاروں پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار
رہیو ہم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جسکو تمسکے دریافت کا شوق ہووے عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے
رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی آخر فماتا اقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطا ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اسکے بدن سے پار ہوکر
دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمدا ہے اور دوسرے کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل
کے برادروں پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند فعل واحد ہے لیکن اثر دونوں سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر
فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ ہکذا سئل ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان
الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا اما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثتہ
الہالک والا فلا فحینئذ لا یضمن دافعہا علیہ ایضا فاستحسنوہ جمیعا وہذہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ تنویر فیہ و مجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر
سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر دوسرے شخص پر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو
اسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے
فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگر تین آدمیوں سے
زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اسکا حال یہ ہے کہ اگر اسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے
وارثوں کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے تھوڑی دیر کیا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر کچھ ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا
اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی تنویر شرح مجمع الفتاوی ہم کہتے ہیں کہ ... سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت
کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

واللہ اعلم بمنصفہ سے شرح مین کہا کہ موجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اُس صورت مین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سنگ گزندہ ایک شخص پر گھر پڑا
سو اُسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اُسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کے اُسنے کاٹا
تو اُسپر بھی دیت نہین فروع مسائل ملتقط شارح کے القی حیة او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغته ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین
ڈالا سو اُسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہو پھر اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھ ضمان لازم ہوگا مصنف
نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا سے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وضع سیفا فی الطریق
فعثر به انسان ومات وکسر السیف فدیته علی رب السیف وقیمته علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اُسکے گرنے سے تو اُسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ثور نطوح سیب للمرعی فقتل ثور غیره فمات ان اشهد
علیه ضمن والا لا وقال صاحب البدائع لا ضمان لان الاشهاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیہ مار بیل چھوڑا چراگاہ مین سو اُسنے دوسرے کے
بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اُسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اُسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤ قاتل کے مالک پر ضمان
لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل مین نہ جانور مین کذا فی السراجیه
واعلم انه اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیه القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنه وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجته وله منها
ولد وکعامد مع مخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیة وسبع کما فی الجانیة فلا قود علی احد منهما ای لا قصاص علی واحد منهما فاذکر او سیعلم
کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اُس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اُسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے
بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اُسکی اُس زوجہ کے قتل مین جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل
مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین
کسی پر قصاص نہین اسم پہلی صورت مین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُسکے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے
قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا پسر اُس زوج کا فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اُسپر واجب نہوا تو اسیطرح اُسکے شریک پر بھی واجب نہوا
طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مال مین اسلئے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی
کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت
ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیته فرای رجلا مع امراته او جاریته
فقتله حل له ذلک ولا قصاص علیه هذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیا للشرح الوهبانیة وقد حققناه فی باب التعزیر ایک مرد داخل ہوا اپنے گھر
مین سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اُسکو اُسنے مار ڈالا تو اُسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اُسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخون
سے ساقط ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم ملت قتل مین ظاہرا احصان
شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسیطرح بزازی نے مطلق
رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اُسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہوا
اسواسطے کہ زنا سو جب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین ہندی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُسکو قتل کرنا حلال
ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اُسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا اس بات مین کہ اُسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار مین جامع سے منقول ہے کہ حلت قتل اُسوقت ہے جبکہ

شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملتقطہ شرح کے یعنی مجموعہ قال لرجل شد فرسی فاراد شدہ فرفسہ فمات فدیتہ
علی عاقلۃ الآمر صغیرا باذن ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو جسنے اسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اسکو لاتون سے کچلا سو وہ مرگیا
تو اسکا خونبہا امر کرنے والے کے برادرون پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شیء او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح
اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت
واجب ہوگی ہم یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا منہ کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چوٹ پڑا
اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ
والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل اسکہ فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب
ہم قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا ضمان ولو قال
قع فوقع ضمن ہم یعنی قیل لا ضمان مطلقا تاجیہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار
نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہین کذا فی التاتارخانیہ

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ
بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطاین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والآخر خطأ تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا
ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل
الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ
مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل مین
داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہو لی تو دونون متداخل نہونگے جیسا کہ
تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذلک صارا اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صار ثمانیۃ وقد علم حکم کلہا تو خلاصہ
یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ
قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا
پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ
قطع تو جزاء قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب
ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل
خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو
یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایۃ کمن ضرب مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ
ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے
اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

فصل فی الفعلین

معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہا حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وہدایہ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد رح سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیوں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر و صدر الشریعۃ و ہدایہ وغیرہا میں ہے ویجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش باعتبار الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنھوں نے زخمی کر دیا اور انکا نشان باقی رہگیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی نوے کوڑے کا زخم اچھا ہوگیا لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت ما دون النفس کی واجب ہوتی ہے عیبناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہوگیا تو زخم لگانے والے پر اسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب فمداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ تعالی وقدمنا عن المجتبی عن ابی یوسف نحوہ وسنحققہ فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد ظالم کے سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا اپنے کسب اور کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتہی یعنی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے بسند مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ہم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطاء بدلیل ما یاتی وبہ صرح فی البرہان کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء وفی مالہ عند القاطع فی الخطاء فقط خطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا اسنے اس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اسکی دیت کا ضامن ہے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اسنے مقرر خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اسکا سر کھولا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع قتل کا مغایر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کرے یا جنایت سے یا قطع سے اور اس امر سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی نفس سے ہے تو فاعل کچھ ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وینفذ فی الخطاء معتبر من ثلث مالہ وان خرج من الثلث فیہا والا فعلی العاقلۃ ثلثا الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہو تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اسکے تہائی مال میں دیت کی گنجائش نہو گی تو

عاقلہ یعنی قاتل کے برادروں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہونگی کذافی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اُسنے جنایت عفو کر دی ہو تو دیت کی معافی اُسکے
تو مقتول کے تہائی مال سے اُسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا تہائی مال سے صحیح ہوگی بر خلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اُسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اُس سے وارثون کا حق متعلق نہین ہے تو عفو
عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذافی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطا قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفادہ ان عفوا لمصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار تہائی مال سے مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا تہائی سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ تہائی مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اُسکا از راہ خطا قطع ہو گیا اور وہ
پہ بیا یہ پھر صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اُسکے صدمہ سے تو قطعاً یہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ تہائی مین کذافی الطحطاوی و تصرف
من کان کذلک لا یتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا یالعفو ولانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے ہم اوشجہ بمثلہ ای بمثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم مین اور امام ہم اور صاحبین کے خلاف مین
قطعت امراۃ ید رجل عمداً ای او خطأ المایاتی فاطلق کما سبق و کالملتقی و مجبرہ کان اولی فقال ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا پس اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکھا تھا اور
جس طرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اُسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذافی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات
فلولم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے بسبب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال مین واجب ہے اگر اُسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف بر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مر گیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اُسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین قاتل پر ضمان ہوتا ہے نہ اُسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا وان ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر برابر ہو جاوینگے اگر دونون مقدار مین برابر ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دین ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اُسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر
اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہو گیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اُسکا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اُسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاص لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطا بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگارون پر واجب ہوتی ہے خطا مین بر خلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون
باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطا ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعلہ اطلقہ لا حالتہ لمحلہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوین
اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارون پر بموجب اُس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے
گروہ مین منحصر ہے یعنے اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارون پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اُسکے محل پر
ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

ہوا کیا ہو یعنے اختلاف باعتبار حکم کے ہر نوع کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد
مہر المثل والشئ علیہا لرضاہ بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت پر
بدلے پھر وہ مر گیا اسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہوجانے مرد کے سقوط قصاص
سے یعنے جب اسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہوگیا ولو خطاء رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی
وصیۃ لہم اسکے لا قاتلۃ اور اگر قطع ید اور خطا سے کیا تھا تو عورت کے مددگاروں سے اسکا مہر مثل مرتفع ہوگیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے ثم جنایۃ خطاء
دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوا دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں
کیونکہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اس واسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہوگئی اور اگر
مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط
والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہوگیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنے جو مہر مثل سے زیادہ ہے
تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہوگیا کیونکہ وہ وصیت ہے انکے حق میں تو وصیت
صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں
کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص له فمات المقطوع الاول
قتل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأہ عما وراءہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف
قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اسکے بدلے
بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف رحمہ سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ
کردیا ماوراء قطع سے ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مع خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قاطع ید کو
مقطوع عفو کردے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے اسوجہ سے کہ صورت عفو کی قود قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہاں اسکی برأت معتبر کی اور یہاں
معتبر نہ کی الطحاوی نے کہا کہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنے روایت نہیں ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص له
خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ کالاجیر وتمامہ فی الدرر اور اگر
وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت اسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رحمہ کے کہ انکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں
یعنی دیت کا واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفا قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور
فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اسکا پورا بیان درر میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف
السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ
مقید ہوتا ہے ہم یعنے چونکہ حاکم پہ قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل
مباح کے کہ اسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا والام والوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے
یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب
اور قسم اول سے یعنے منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر وہ مر گیا تو ضمان نہیں اور تادیب کیواسطے مارنا سلامت

رہنے کے ساتھ مشروط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا شرط السلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہی
ونحوہ فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب معتاد عادت کے موافق اور عادت کے سوا مارنا تو ضمان کا
موجب ہی سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی یعنے اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہو باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سوا میں ضمان
نہیں تو اگر منجر بہ آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا در صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہی سب کے نزدیک بلا اختلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا تھوڑی مار ہی
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن شیخہ الحموی ولو قطع ولی القتیل ید القاتل ثم بعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن
لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا
دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کیا یعنے اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہ کے سبب سے اور صاحبین
نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای لاتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب
یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے
تادیب کیواسطے انہیں دونوں پر ہی یعنے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان
نہیں ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ
لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں بیٹا اور غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر در صورت
عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر مرتب ہی والا فالضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا
قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہو تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یعنے
امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف امام تمرتاشی اور کفایۃ المجیب میں مذکور ہی کہ اصح یہ ہی کہ امام
نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہی لیکن اشباہ میں یہ ہی کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہی اور یہ سب ان کا ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب
ہی مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امرأۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی
قلت وعزاہ فی الاشباہ وغیرہا الی قاضیخان اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مر گئی اسواسطے کہ اسکا تادیب ولی کا حق ہی مصنف
نے یہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہی قاضیخان اسکا مستند ہی ذکر کیا ہی وفی دیات المجتبی الزوج
والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فتجب الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ فیہ اور مجتبی کے باب الدیات میں ہی کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہی تفصیل
اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضوں نے کہا کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کی
طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہی فروع مسائل تحفہ شارح کے ضرب امرأۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے
ایک عورت کو مارا سو اسکے صدمہ سے مسلک اسکے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور پاخانہ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو تہائی
دیت ہو اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو پوری دیت ہی ولو افضاہا بالزنا فان کانت مطاوعۃ حدا ولا غرم وان کرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء ولا العقر
حاوی القدسی اور اگر کسی مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور پاخانہ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے
حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جاوے اور مہر یا جرمانہ نہیں ہی اور اگر عورت سے بزبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہی اور خونبہا
پیشاب کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی

کر سکتی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ جسکی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ راسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ ثم ماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی فلیتامل انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرط الضمان علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا کہ ایک لڑکی کا چھت پر سے گر پڑی سو اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اسکے سر کو چیرو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اسکو اچھا کر دونگا ۔ سو اسنے اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین کو کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر یہ صبیہ مر جاوے تو میں ضامن ہوں یعنی مجھ پر اسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہوگا انتہی سوال و جواب قنیہ میں لکھا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہ ہوئی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام مصنف فی شرحہ کذا فی الحاشیہ

باب الشہادۃ فی القتل

و اعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود للتشفی الصدر ودرک الثار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہے شروع سے بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے واسطے کہ قصاص کا شروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کی حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں ہے ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کیواسطے ابتدا ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اسکے مال کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو توقع یہ تھا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن جب مقتول اسکو قاتل سے قتل کرنے سے عاجز ہو تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر مالک سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا استیفاء قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت وقولہ تعالی فقد جعلنا لولیہ سلطانا ما النص فیہ ای حقتعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اس میں یعنی ورثہ کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر کیا ہے ہم نے اسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط اظہر ادیا وقالا بطریق الارث ای ابو القاسم اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا واسطے وارثوں کے بطریق ارث کے ہے جیسے اسصورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاوے یعنی قتل خطا میں ثمرۃ الخلاف فافادہ بقولہ فلا یصیر احدہم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام و صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے اس قول یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں بخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدہم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے ترکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدعی کو
حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقبل اجماعا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہما ہر مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت مین قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص دے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ہم امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب یعید ہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسرے بار تا دونون بھائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک وراثۃ بطریق میراث
کے ہو نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا احتیاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور دین مین اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہر بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہر اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہر تو ایک وارث باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور
قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعا حکم ہوگیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مر گئے ہون تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدا او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہر
تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہر یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کر دیا ہر تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر والیا قود لعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما علی زعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثون نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہر انھین دونون کی طرف سے انکے گمان پیدا کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلا شئی ای للشریک اعملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہ ہر کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونون مخبر
وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونون مخبر بھائیون کے واسطے دیت کی دو تہائیان
ہین ہم اسواسطے کہ دونون کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شئی للمخبرین وللاخیہما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہر کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونون کی تکذیب کی تو دونون مخبر بھائیون کا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہر والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہر کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینون بھائیون کے واسطے تہائی دیت ہر و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہر کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہر اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہر کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر تمام معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیون اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہر کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر لہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبرون کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کے واسطے اس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا تھا یہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین قصاص ساقط ہو گیا مخبرین کے دعوے عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین ہین بلکہ محمود کے ہین تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا و ان

شہدا انہ ضربہ فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہد ان یقول انہ مات من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے کہ مقتول مر گیا اسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الآلۃ او قال احدہما قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بما ذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبار نہین ہو سکتا ہے قد ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگارون پر نہین ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم المعارض اور اگر ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگی نہ دوسرے فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف اور ایکطرف دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدون کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بقتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین لحملہ استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہون نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب اور موجبات قتل مین کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے اور قیاس یہان یہ تھا کہ شہادت مقبول نہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے لیکن بدلیل استحسان ادنی موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونون کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے

ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجاے اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار الیہما صدقتما لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بالانفراد کل لقبلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوے

القتل بلا التصدیق فیقتلہا باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون صادق ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونون مقرون مین سے ایک
مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہین کیا یعنی تو درحقیقت دونون کی تکذیب ٹھہرا
برخلاف اس مسئلہ کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو اس صورت مین وارث دونون کو قتل کریگا
انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی آخر انہ قتلہ وقال الولی قتلہ کلاہما کان لہ ای للولی قتل المقر دون
المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجب کلامہ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو
قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونون نے اسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی
تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا اسمین موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہو کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل یا شرکت کا
قائل ہی تو تکذیب شاہدون کی ہوئی انفراد مین اور تکذیب تفسیق ہی شاہدون کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی للاول المقر انت قتلتہ
وحدک کان لہ قتلہ لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والون مین سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو نے ہی تنہا
اسکو تنہا قتل کیا ہی تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونون نے اتفاق کیا ہی باہم تصادق
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیب شہود علیہ وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو مین سے ایک مشہود علیہ
سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ اس نے مشہود علیہ کے گواہون کی تکذیب نہین کی اس نے تو اور گواہون کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطا
فی کل ما ذکر ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہی ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوتا تھا اور
خطا مین دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل انہ قتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی للقیمۃ الدیۃ بلا رجوعا والشہود
ورجعوا ای الشہود علیہ علی الولی لتکلمہم المضمون الذی شہد بہ الولی دو گواہون نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے
مددگارون پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین یا سوا
کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے پھیر لین اسواسطے کہ گواہ مال کے ضامن ہوگئے دیت دیکر اس مال کے مضمون کے جو وارث کے ہاتھ
مین ہی والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطا فاذا جاء حیا خیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی
الولی لانہم ادوا القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطا اور اس حکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض
زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہین یہ کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا
برابر نہین تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہون کو دیت کا پھیر لینا جائز نہین اسلیے کہ گواہون نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور قصاص
قصاص مال نہین اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطا او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی
شہادۃ غیرہما فی الخطا وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقلۃ
اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہون نے اور شاہدون
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارون پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد مین کذا فی الطحاوی پھر وہ شخص
زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون صورتون مین قاتل کے مددگارون کو دیت دیگا

ضمان ہے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارث نے مددگاروں سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول
اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا
ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھہریگا تیراندازی کی حالت فقط کذا فی الطحطاوی و
فتجب الدیۃ فی الردۃ لسقوط القود للشبھۃ بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شیء علیہ اور جبکہ تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی
تیرانداز کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص
کچھ لازم نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک
زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا
اس محل میں جو اس حالت میں [illegible] کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی جسکے مسلمان ہو جانے سے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں ہے اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار
ہے اور اس حالت میں اسکا خون مباح تھا [illegible] وتجب القیمۃ لسیدہ بالرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے کے قبل الوصول
وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت
تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا وتجب الجزاء علی محرم رمی صیدا فحل فوصل لا علی حلال رماہ فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جسنے
حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اپنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اس محرم پر بدلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اپنے احرام باندھا پھر
شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی مقضیا علیہ برجم فرجع شاہد فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنیکا
قاضی کا حکم ہوگیا تھا اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے
ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو باطل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا عکسہ لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تفریع مسائل ختم ہوئے [illegible]
[illegible] فقل دیۃ الید والعاش فالدیۃ فقل ختان قطع الحشفۃ باذن ابیہ کون جنایت کرہی اگر جنایت کردہ مرجائے تو
اسپر نصف دیت ہی اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے ختنہ کی ساری قطع کرڈالی اسکے باپ کی اجازت سے
یعنی باپ نے ختنہ کرنیکی اجازت دی سو اسنے خطا سے ساری قطع کر ڈالی [illegible] الانسان یقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ ولو قطع راسہ نصف
عشر [illegible] فقل ففیہ الغرۃ کون آدمی ہی جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے
تو جواب دے کہ پیٹ کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا ہو اسکو قطع کیا تو اسمیں غرہ ہے یعنی پانسو درہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار
ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی [illegible] لا غرۃ
وثلثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ وہ دانتوں کی دیت
ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الحکیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ہم لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن و تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہے شارح نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعًا من بنت مخاض و بنت لبون و حقۃ الی جذعۃ یا دہاں الی الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لا غیر اور یہی دیت مغلظہ ہے سوا اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیط کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ فی الخطا اخماسًا منہا و من ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں یعنی سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں

وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہے وقالا منہا و من البقر مائتا بقرۃ و من الغنم الفا شاۃ و من الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار و رداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور ازار اور رداء یعنی پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے انداز سے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے وکفارتہما ای الخطاء و شبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس مجتہد کو مطلقًا دخل نہیں وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعًا لا الجنین اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفًا و مرفوعًا اور عورت کی دیت نصفا نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایۃ موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ للمستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر ذمی اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آ کے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن کی دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے فی النفس خبر المبتدا وہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان میں یعنے جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی

یعنی دیت کی و الالف ومارنہ وارنبتہ وقیل یجب ارنبہ حکومۃ عدل عینی انتہی اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں بھی پوری
دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سرینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر ولو حشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے
میں پوری دیت واجب ہے ہم قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا حکم انہیں پر قیاس ہے جیسا مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان
کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو
چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں جیسا کہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سبکے قطع میں پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق فادان فی لسان الاخرس
حکومۃ عدل جوہرہ وہذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور زائل عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے
کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرہ اور یہ
عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا میں سے منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جاوے یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہے اسی کی ہر منفعت اور جمال میں کمال کی قید ہے … فوت ہونے میں جیسا کہ گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت
واجب نہیں اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں
اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے نہ دیت … بلکہ ان میں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی ہے کہ ایک مرد نے دوسرے
مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں اور اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا اور وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والاقتصار … الحروف … الشرنبلالی … حروف اللسان …
تصحیحان فما اصاب … شرح الوہبانیہ … قطع زبان میں پوری دیت … ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع
اور اگر حروف ادا ہوتے … تو دیت کی قسمت ہوگی … حروف کے شمار پر … حروف پر دیت تقسیم ہوگی
اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہوئی … اسیقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا … شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے
ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول صحیح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی تھوڑی زبان کاٹ ڈالی تھی سو اسکے … حروف … جسقدر حروف
نہ نکال سکے اسیقدر دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ للبرجندی … ان کے خاص … وفی شعر اللحیۃ ان … کذا فی الطحطاوی …
حلقت فلم تنبت اور سر اور داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے اسلیے کہ داڑھی سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت
کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے … اور دیت … پھر اگر … سال
بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا … ولو نصفہا فنصف الدیۃ … اور آدھی داڑھی مونڈنے
میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے … اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں … الا شی فی لحیۃ کوسج
علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا ففیہ کل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں کوسج کی داڑھی مونڈنے میں کہ
ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں لیکن متصل نہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ اور ٹھڈی کے بال متصل ہوں تو پوری
دیت واجب ہے وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ … الشافعی … عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ

سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمین تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعیؒ کے
نزدیک اسمین حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولو مات قبل تمام السنة ولم ینبت فلا شیء علیہ الشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالون
مین مطلقا قصاص نہین اگرچہ جنایت عمداً ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوا اسے تعزیر کے
کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وفی العینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین ای
الخصیتین وثدیی المرأة وحلمتیہا والالیتین اذا استاصلہما والا ففیہ عدل اور دونون آنکھون اور دونون ہونٹون اور دونون بھوؤن اور دونون پاؤن اور
دونون کانون اور دونون فوطون اور عورتون کی دونون چھاتیون اور چھاتیون کی دونون گھنڈیون مین اور دونون چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑون
کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأة من الجانبین الدیة وفی ثدی الرجل حکومة عدل اور اسی طرح عورت
کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے ہم قطع شرمگاہ عورت مین بشرط استیصال شرمگاہ
کہ ہڈی تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجة نصف الدیة اور ان دوہری
چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھوؤن یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان
یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے وفی اشفار العینین الاربعة جمع شفرة بضم الشین وقد تفتح الجفن او الہدب الدیة اذا
قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین کہ بالون مین پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑ ڈالے اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع
ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالون پر مجاز ہے اور
دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور انکے بالون مین پوری دیت ہے کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی
احدہا ربعہا اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلک ہین ولو قطع الجفون
باشفارہا فدیة واحدة لانہا کشیء واحد اور اگر قطع ہون پلکین انکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہین ہم
شارح کو یون کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومة عدل لکن المعتمد ان فی کل دیة کاملة جفنا او شعرا اور جس پلک مین
جسپر بال نہین حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایة البیان مین یون ہے کہ جس
پلک مین بال نہین اسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سوا اسے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجاے شعرہ کے شفرة بالفاء ہے
وفی کل صبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان
حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابوداؤد اور نسائی مین ابوموسی اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ انگلیان برابر ہین ہر انگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیة الاصبع ونصفہا ای نصف دیة الاصبع
لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف
دیت ہے اگر انگلی مین دو جوڑ ہین چنانچہ انگوٹھے مین وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیة سن المرأة نصف دیة الرجل جوہرہ خمس من الابل
او خمسون دینارا او خمسمائة درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد
ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوة والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیة
لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہو تو اسکی دیت کے بیسوین حصے کا

نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہی تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہم دیت اسوقت ہی جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمداً ہی تو اسمین قصاص ہی اور دیت
مین سب دانت برابر ہین بدلیل اس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہی کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت تزید
حینئذ دیة الاسنان کلها علی دیة النفس ثلاثة اخماسها قلت نعم ولا باس فیه لانه ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایة وغیرها وفی الجنایة
ولیس فی البدن ما یجب فیه دیة اکثر من دیة الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتون کی دیت
زیادہ ہوتی ہی جان کی دیت سے تین خمس حصے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی ہی اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہی نص حدیث
سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایة البیان وغیرہ مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین وہ عضو نہین ہی جسکے توڑ ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ
ہو سوا اسے دانتون کے کیونکہ آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑھین اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار
ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہین پھر جب ایک دانت مین دیت کا نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری
دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعة فتکون الاسنان ستا وثلثین
ذکرہ القہستانی فلوقلعت جمیعها فالواجب دیة وثلاثة اخماس دیة وبقیة الاضراس او ثلثة اخماس ... اور کبھی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان عقل
یعنی اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہین اور اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت مین کہ سب دانتون مین
ایک دیت واجب ہی اور دو خمس دیت کے اور کہتے ہیں کہ سوا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین ہم مفسر ہین ہہ کوسچ
یعنی کوسا مرد جسکے ذقن پر بال ہون نہ رخسار ون پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابوحنیفہ سے قہستانی مین ہی کہ کوسج
کے دانت ۲۸ ہوتے ہین اور یہی شناخت ہی اسکی تو کوسج کے دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہی قہستانی مین ہی کہ اگر ۲۰ دانت اکھاڑ
ڈالے جاوین خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاوین تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۲۸ دانت
اکھاڑے جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المراة علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا ہی کہ عورت
کی دیت مرد کے نصف پر ہی تو خبر دار رہیو وتجب دیة کاملة فی کل عضو ذهب نفعه بضرب ضارب کید شلت وعین ذهب ضوءها وصلب انقطع
ماؤه اور دیت کامل واجب ہی ہر ایک اس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی ارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور
آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمے سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو صلب فولد او احدب ولو زالت الحدوبة فلا شئی علیه ولو بقی اثر الضربة فحکومة
عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہی اگر ضرب سے پیشاب اسکا جاری ہو گیا یعنی نہین ہوتا یا اسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر
کچھ نہین اور کوبڑ جاتا رہا لیکن ضرب کا نشان باقی رہا تو اسمین حکومت عدل ہی وتجب حکومة عدل باتلاف عضو ذهب نفعه ان لم یکن فیه
جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اس عضو کے تلف کر ڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اس
عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اسمین منفعت ہی نہ خوشنمائی تو اسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی وان فیه جمال کالاذن
جمال کالاذن الشاخصة ہو الطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہو اگر عضو مفقود النفع کے ہو فیه مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع
یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخص ہی شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے تخصص یعنی طرش مذکور نہین کیا انتہی
مین کہتا ہون وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یون کہا ہو گا وہو الاطرش یعنی درحالیکہ وہ بہرا کان والا بہرا ہی سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن افعل یعنی
گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہ گیا ہو وہ الا ہو الاطرش کا محصل مفہوم نہین ہی تاکہ معنے طرش یعنی گرانی گوش منسوب ہو

[illegible]

یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم ویحیی بالو لفعقہ فاتم فی اواخر ہذا الفصل اور راس فصل اپنی فصل شجاج کے اخیر میں یہ مسئلہ ہوگا کہ اگر عضو کو پکایا یا پھر گوشت ناجم گیا۔

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہی شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہو شجہ کی وتختص الشجۃ بالوجہ والرأس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہو اس جراحت کیساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہو ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہماسے نزدیک چہرہ میں داخل ہو کذا فی العالمگیریہ جوہری نے کہا کہ حکم خاص شجہ پر مرتب ہوا اور جرح بمعنی مطلق جراحت ہو ما سوا شجہ نہیں ہوتا کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہو وما یکون بغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہو وہ مسمی بجراحت ہو اور اسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہو کذا فی المجتبی والمسکین وہی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہو بحا مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہو جسمین کھال مخدوش ہو جائے یعنی چھل جائے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہو بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہو جسمین آنسو کے مانند خون نمودار ہو جائے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہو جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہو جو کھال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہو جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہو جو سمحاق تک پہونچ جائے سمحاق وہ باریک کھال ہو جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہو والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہو جو ہڈی کو ظاہر کرے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجائے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہو جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہو جو ہڈی کو منتقل کر دے یعنی توڑنے کے بعد ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہو جو ام الدماغ تک پہونچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہو جسکے اندر دماغ ہو یعنی بھیجا ویعدہا الدامغۃ بالغین المعجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد لموتہ بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فتحصل بالاستقراء حسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھوین جراحت دامغہ ہو بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہو جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہی باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع والا فیہا حکومۃ عدل لان جلدۃ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہو بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہو اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہی آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہو یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہو ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہو بعضے کہتے ہیں کہ جائفہ وہ زخم ہو جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ جائفہ نہیں مگر تا حلق کے اور انتہی المجلح و ملحج میں ہو کہ جائفہ وہ زخم ہو جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچ جاتا تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہو وہ جائفہ نہیں ہوا اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہو کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہا اذا نفذت

۱۲ اور ایک نسخہ میں شجاج کی تعداد گیارہ لکھی ہے ایک اور خاصہ وہ جو دماغ کو نکال دے ۱۲

صارت جائفتین فیجب فی کل ثلثا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہو گی وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور اکارت بیکار چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ثم مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جائے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہو گا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ثم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً نقل ثابت ہو چکی ہے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا یعنی اگر مقدار کی توضیح ہو کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہو گی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہو گی وہو الاقیس وتصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قال الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین یکون فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص العشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جائے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے وہو ای ہذا القول وہی ای حکومۃ العدل یعنی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی حکومت عدل ہے اور اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ثم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور سائر اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجماع سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو کانت الجنایۃ فی الوجہ والراس فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقاً لانہ الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول توخاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتویٰ ہو گا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک امام طحاوی نے کہا کہ قول الفتی ہے کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں ثم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہو گا وانما یستوی العمد والخطاء فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنے تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے کہ جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر وصححہ ابن الکمال وغیرہ لامکان المساواۃ بان یسبر غورہا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین یہ ذکر کیا ہی محمد بن حسن نے اصل یعنے مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح تر ہی کذا فی الدرر والمجتبیٰ وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ مین برابری کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ زخمونکا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جاے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جاے ہم کافی مین ہی کہ یہی قول صحیح ہی بدلیل ظاہر قرآن و الجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہی اور اعتبار مساوات کا ممکن ہی کذا فی المجتبیٰ والمستصفی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد اجماعا کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع ذکرہ الجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہی تو اسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قود فی جلد راس و بدن ولحم خد وبطن وظہر بھر ظاہری مجتبیٰ مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین ہم شاید کہ چہرہ مغیر ظاہر الروایۃ ہی یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہی کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین انمین حکومت عدل ہی جبکہ ہڈی کھلجاے یا ٹوٹ جاے بشرطیکہ اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اسمین کچھ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مضمار کی لازم ہو کذا فی الطحاوی واما فی اللطمۃ والوکزۃ والوجاۃ اور نہ قصاص ہی طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضربہ مین ہم عدم قصاص کی عدم تعزیر لازم نہین وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اُکھاڑنے مین پوری دیت ہی وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیون کے قطع مین نصف دیت ہی اگرچہ پانچون انگلیان ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیون کے تابع ہی ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہی ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہی ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہی نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہی پنڈلی کا یعنے اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہی اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہی وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع مین جسمین ایک انگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہی شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہی یعنی ایک انگلی مین دسوان حصہ ہی اور دو انگلیون مین پانچوان حصہ ولا شی فی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شی فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہین قطع کف مین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین تین انگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی ہم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسی طرح تین انگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہین ہی اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہی اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اُسکا ہاتھ گردن کے نیچے نہین پہونچتا تو بقدر نقصان حصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہین کیا ہی ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل

الكف لزم دية المقطوع فقط وسقط القصاص فافهم وان خالف الدرر كذا ذكره الشرنبلالية وبحثى متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ قول درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہو شرنبلالی نے اور آگے متن مین آویگا ہم نہایہ مین شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہی کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی دیت واجب ہو اگر وہ انگلی ہی تو انگلی کی دیت ہو اور اگر کف ہو تو کف کی دیت ہو اور ظاہر یہ ہو کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہو اور اگر لائق انتفاع ہو تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہو اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدة وعين الصبي وذكره ولسانه ان لم يعلم صحته بنظر في العين وحركة في الذكر وكلام في اللسان حكومة عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی مین اور صغیر کی آنکھ اور آلۂ تناسل اور اسکی زبان مین حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ مین نظر کرنے سے اور آلۂ تناسل مین جنبش کرنے سے اور زبان مین گفتگو سے ہم زائد انگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پھر جب وجود منافع معلوم نہین تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فكالبالغ في خطأ او عمد اذا ثبت ببينة او باقرار الجاني وان انكر وقال لا اعرف صحته فحكومة العدل جوہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہی خطا یا عمد مین جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو کہا مین اسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحة اذهبت عقله او شعر راسه في الدية لدخول الجزء في الكل كمن قطع اصبعا فشلت اليد اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل جاتی رہی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل مین مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی ہو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت مین داخل ہو جاویگی ہم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہو اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها كاعضاء مختلفة بخلاف العقل لعود نفعه للكل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہین برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہو ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے مین داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذهبت عيناه بل الدية فيهما خلافا لهما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونون آنکھین جاتی رہین بلکہ دونون مین یعنی موضحہ اور آنکھون مین دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکھون مین دیت ہو ولا القطع اصبع شل جارة خلافا لهما اور قصاص نہین اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول مین قصاص ہو اور دوسری مین دیت ہو کذا فی الطحطاوی ولا الاصبع قطع مفصلها الاعلى فشل ما بقي من الاصابع بل دية المفصل وفي الحكومة فيما بقي اور قصاص واجب نہین اس انگلی مین جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئین بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہی ہم یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن مین آویگا ولا قود بكسر نصف سن اسود واصفر او احمر باقيها بعد كسر بل كل دية السن اذا فات منفعة المضغ والا فلو ما بري حالة التكلم فالدية ايضا والا فالحكومة عدل زيلعي فقول الدرر والا فلا شيء فيه فيه ما فيه ور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاسے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہو اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہو کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہو تو اسمین کچھ واجب نہین اعتراض اور خلل ہی ہم خلل یہ ہو کہ اسمین نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہین ہی

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی بد نمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہو گا صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب جنایت واقع ہو دو مکانوں میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانوں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہی اور جب ایک جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہی ہم زیلعی میں ہی کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہی اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثم نبتت لتبین انہ ظلما جنایۃ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہی اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گزرنے کے بعد پھر لیوے اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہی بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں کیونکہ وقت قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہو شبہ کے سبب سے یعنے شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی ولیتانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ للبرء لا سنۃ لان نباتہ نادر ولملتقی میں ہی کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہلگیا لیکن خلاصہ میں ہی کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہی اور کہتا ہے کہ توفیق بین القولین کی جاتی ہی اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہی نہ تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہی ہم وجہ توفیق یہ ہی کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہی اور جو تاجیل کا قائل ہی تو مراد اس سے تاجیل الی البرء ہی لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہی کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہی عالمگیریہ میں ہی کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نکرنا چاہیے کہ محمد کی روایت میں اور صحیح یہ قول ہی انتہی اور ندرت نابت کی تعلیل اسکی مفید ہی کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہی کذا فی الطحطاوی ولو قلعہا فردہا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا اس دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھدیا اور اسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہی اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لاشی علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنے ٹانکے دیکر سو گوشت سے جگیا دیت واجب ہی اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما اگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہی جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہی برخلاف صاحبین ہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہی اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور یہ دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہی ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اسمیں حکومت عدل ہی ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہی ولاشی فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اسمیں حکومت عدل ہی اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ والتحم جرح حاصل ذلک لو ضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لاشی فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اُسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بد نمائی اور زوال نفع ہی سو چنگا ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب با درد ناک غیر فاحش ہین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین

ان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا

کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لا خلاف بینہما قال المصنف وغیرہ قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبیٰ اذا کرہنا عندہ روایتین قنیہ اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنے خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور دوا واقع ہوتی ہی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ اسکے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبیٰ سے صاحب مجتبیٰ نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین ذکر کی ہین سو ظاہر دار یہ ہم دو روایتون ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے لفظ قنیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی ہی کذا فی الطحاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہین لیاجاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہوجانے کے بعد برخلاف شافعی کے کہ مسند احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام انکا معتبر ہی شاید کہ زخم کی تعدی سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطا بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غشی والے کے کہ انکا عمد خطا نہین فتجب علی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اُسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہی ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم تنبت تجب علی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اُسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اُسکے مال مین دیت ہی اور یہ مجنون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین عہمتہ فایدہ ضروریہ حکومۃ العدل الاتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتاتارخانیۃ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جماعت کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنابر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہی منسوب لفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

یہ فصل ہی بچہ شکم کے مسائل مین جنین اُس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی مان کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امراۃ حرۃ حامل خرج الامۃ والبہیمۃ وسیجی حکمہا قلت بل للشرط حریۃ الجنین دون امہ کا مۃ علقت من سیدہا او من المغرور ہبۃ الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالعجب

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونون کا حکم
آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ بھی کا آزاد ہونا شرط ہی نہ اُسکی مان کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ مرجانے میں غرہ
یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہی کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا
ہی یہان اُسکے مخالفت بیان کیون کیا مصنف نے ضرب کا ذکر بطور مثال ہی نہ قید تو یہی حکم ہی ضرب پشت کا شیخ تنویر مین ہی کہ ضرب جنین کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او
مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ عزۃ الشہر اقول ہذہ اولی مفادہ الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی
یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہ
دیت جسکا غرہ نام ہی اول مقادیر دیات سے ہی ہم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید را عبارت ہی عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کا
کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہی کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہی اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی اوپر
مذکور ہی کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل او الجنین ذکرا او عشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہی دیت کے بیسوین حصہ سے یعنی مرد کی
دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دس ہزار درم ہی تو اسکا بیسوان حصہ
پانسو درم ہی اور عورت کی دیت پانچ ہزار درم ہی تو اسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ لنا فعلہ
صلے اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہین اور
امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہی اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی معجم طبرانی مین حدیث طویل سے مروی ہی غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ او
صحیحین مین ابی بکرہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمین ۵۰ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن
روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر
وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما قررنا ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر مان اُسکی مرگئی تو مان مین دیت
واجب ہی اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ فعل متعدد ہوجاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اسنے اُس سے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا
تو تیر انداز پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون قتل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہی تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ تتعدد الغرۃ لو جنینین
فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تتعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہی کہ اگر دو بچے مردہ ہوکر ساقط ہون یا زیادہ انتہی مافی الذخیرہ مین
کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اسکو صریح نہین دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ہم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین
گرادے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر مان مرگئی پھر دونے بچے مردہ ہوئے تو فقط مان
کی دیت واجب ہی اور اگر مان کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی
غرۃ ودیۃ اور اگر مان مرگئی اور اسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہی اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت مان کی واجب ہی ہم امام اعظم کی دلیل یہ ہی
کہ ظاہر ان کا مرنا موت جنین کا سبب ہی کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہی اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اُسکی مان کی موت سے ثابت ہوتی ہی اور
یہ احتمال بھی ہی کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ماماتت یجب علیہ دیتان کما لو القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت
نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اُس صورت مین دو دیتین واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون ۴۶

(... جنین ... دیت ... پانسو درم) ۱۲

مر گئی تو ماں یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ و یرث منہا امہا اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث ہو یعنی جنین کے وارث اسکو بطور
میراث کے پاوینگے اور اسکی ماں اسکی میراث پاویگی و لا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ و لا یرث
منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی
عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنے قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں ہے
و فی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا و عشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ
واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اسکی قیمت ہے ثم تعیین قیمۃ الجنین کان الاولی
یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی اتنی قیمت ہوتی اسکا بیسواں یا دسواں حصہ واجب
ہوگا کذا فی البرجندی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ وہم اکثر ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں
دیا ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت
زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یعلم الوقوف الی کونہ ذکرا او انثی فلا شیء علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے طرف
کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہے محمد الافندی نے کہا کہ ابن شارح تابع ہو گیا ہے قہستانی کا اور قہستانی میں یوں مذکور ہے
کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثی مشکل کی مانند انتہی یعنی ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو
تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسیطرح یہاں الخ یعنی امر متیقن پر عمل کرنا چاہیے انتہی کلام الافندی بلا رأس
لا بہ انما یجب القیمۃ اذا نفخ فیہ الروح و لا تنفخ من غیر رأس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ
قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب حالا لا
جنین مملوک میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر
مملوک کی واجب جنین اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا و قد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو القیمۃ
وفا ربہ و الا فعلیہ اتمام ذلک تبیین اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی
کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہوسکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اسکا پورا کردینا واجب ہوگا کذا فی الزیلعی
ہم مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر
جنین کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے
جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر
الشریعۃ و لا یخفی انہا الاولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اسکی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ انتہی یعنی تعیین ہے کہ قیمت
مالکہ جاریہ کی ہے فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیتہ و ان مات بعد العتق لانہ قتلہ بالضرب السابق
حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے
واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنے قتل اسکا ضرب سابق سے ہے اور وہ وقت ضرب حالت رقیت میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلاثۃ تجب قیمتہ وہو روایۃ عنا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا یعنی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی مع نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کامل میں تو اسکے غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشروحہا وان خرج حیا فمات فینبغی الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ ما لا یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر مر گیا تو ایسی صورت میں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کی صورت میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اسکے مر جانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اس میں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں ہے فما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا جیسے ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولم تاثم ما لم یستبن بعض خلقہ در مختار نظرا اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمداً بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارا ہے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہو گی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہوا ہو اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں بطلم مذکور ہو چکا ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہو گی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہے زیلعی اور صاحب کافی نے دو صورت اذن شوہر و عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرا دیا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا ای اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالۃ ان یجب علی مملوکہا لمالکہا الا المستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق لک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے مال میں تصرف کیا اپنے ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ام ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو گویا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرا دے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اسکے وہ مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہو گی وتجب

فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص لا شیء یعنی جانور کے بچہ پیٹ میں ہو اور مار کر گرا دیا جاوے تو اس میں جس قدر اس کی ماں کا نقصان ہو وہ واجب ہے اگر ماں کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو کچھ نہیں بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیہ فرع مسئلۃ غریبۃ کما فی البزازیۃ ضرب بطن امرأۃ فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والاخر میتا وجب الدیۃ وتثبت ایضا الغرۃ لاجل الزوجۃ لانہ عمد فعلی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وغرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطاء بزازیہ یعنی ہر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار سے اس کا پیٹ کٹ گیا اور اس کے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تو اس سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پیٹ والی کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے قصاص لیا جاوے گا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مر گیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ نہ جانتا تھا کہ پیٹ میں دو بچے ہیں تو یہ ضرب ان دونوں کے حق میں خطا ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے بزازیہ

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے الخ اس باب کو قتل بالسبب سے کہا اور قتل بطریق مباشرۃ کو ذکر کیا پس اس باب کو شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبیب کے ہو سو اسی لئے پہلا قول کہا صرف قتل بالطریق یا بالتسبب کے ہے کہ قاتل مقتول پر باواسطہ القتل کا احتمال رکھے اور قتل بالسبب ہے یہ ظاہر ہے ان دونوں کو ایک سبب کرکے لوگ مر گیا اخرج الی طریق العامۃ کنیفا او میزابا او جرصنا وہو جذع یخرجہ الانسان من الحائط لیبنی علیہ او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضر لم یحل کما فی شارع عام میں پاخانہ اور پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا یعنی پہلو نکالا یا شہتیر لگا کر یا چبوترہ یا دکان باہر نکالی تو اختیار رکھو رستہ پر عوام کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اختیار مذکور کا بنانا حلال نہیں جرصن بضم جیم وصاد وسکون را مہملہ اور نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ برج ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاخانہ وغیرہ اور شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کر دیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی ولکل احد من اہل الخصومۃ ولو ذمیا منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ ای بعد البناء سواء کان فیہ ضرر اولا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا لا یکون تعنتا اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اس کا روک دینا ابتداء اور اس کے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور بعض کا قول یہ ہے کہ خصومت سے توڑا بن چکنے کے بعد اس وقت ہو جبکہ اس نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہو گا کذا فی الطحطاوی زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہ ہو تا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی کو ضرر نہ ہو وے اور شرط یہ ہے کہ بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتداء میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہو تا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں ان کو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت فقض کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کے واسطے بنایا ہو اور بدون حکم سلطان کے ہو سو اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور بادی واسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین اور شمنی میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم یکن للطالب مثلہ اور صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے اور یہی قول ضعیف ہے چونکہ اوپر ہو چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی

وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ اوفی باذن الامام لا ینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا اور فقہا کے کلام سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسی کو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نرکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہے یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادۃ بن الصامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ سے بیہقی و دارقطنی میں مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے اور ضرار کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اس میں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار ایک معنی میں ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ نہایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر یعنی ابتداءً اور لا ضرار یعنی بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجھکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم

والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذۃ وفی غیر النافذۃ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضر بہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العامۃ وقدیما لو فی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی شیاء مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنے سبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہلاکت کا ہے فان تلفت بہ ای باحد من المذکورات بہیمۃ ضمن فی مالہ لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام سے ہے اول کلام تک یعنے فان مات احد کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات بما وقع فی نہر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

مطلقا یعنی خواہ ضرر کرے یا نہ کرے ... مترجم ... ١٢

یعنی خلافاً لمحمد پھر اگر سلطان نے اسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص گیا یا راہ کے کنوین کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو تاوان نہین اسی قول پر فتویٰ ہی یہ برخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہی اور غم سے بیان مراد وہم کا ہی کہ کنوین کی ہولت ان اشیا مین ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوین کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مر گیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے ہلاک ہو کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخل تو صاحب خانہ کے ملک مین ہی تو مالک خانہ کی تعدی نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه بزازیة فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہی اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہی کہ راہ کی ہوا مین اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لیکن پرنالہ لگانے مین ضرورت بھی نہین اسواسطے کہ دیوار مین قصبی پرنالہ ہو سکتا ہی کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہی جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہی اور ضمان واجب ہی واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آیندہ مین انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا فضمان واضع ہی اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوتا اسی مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہی بخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہی خلاصہ زیلعی یہ ہی کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہی کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہوگیا انکی ملک زائل ہونے سے بخلاف دیوار مائل جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مر گیا تو نہ بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہی اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منها اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخل اور خارج پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور وہ یعنی دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہی اور نصف دیت باطل اور رائگان ہی اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرفون سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہی کذا فی الزیلعی اور قیاس یہ تھا کہ صورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارج سے موت ہوئی تو ضمان ہی اور اگر داخل سے ہی تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہی کہ ایک حال مین پورا ضمان ہو سکتا ہی اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه اخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنارے پر کرنے والا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول ولو حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی اخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصی او بواری ابن کمال او جلس فیه لا للصلوة ولو بقران او تعلیم فعطب به احد کاعمی ضمن خلافا لهما اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اسمین سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنی مسجد مین پتھریون یا چٹائیون کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کے واسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہوگا اس شخص پر جسپر سے وہ ردا گر گئی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ہم حامل اور لابس مین فرق یہ ہی کہ حامل شئ کو اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہی تو تقیید بالسلامۃ مین اسپر کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامۃ مین اسپر حرج ہی کذا فی الطحطاوی ولو دخل هذه الاشیاء المذکورة ا

فی مسجد غیرہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ میں سے چٹائی یا قندیل یا پتھر سے بریان اپنے محلہ کی مسجد میں
لگایا اور کوئی شخص اسکے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ انکے سوا اوروں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی
ہوگا اھ قلت ہذا الکلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی فتدبر وان جلس فیہ للصلوۃ والحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن وبغیر الصلوۃ
یضمن مطلقا خلافا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا الی الزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہ ہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کرکے اور اسکی تحقیق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں مترجم زیلعی میں حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی غرض
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فتدبر ولو استاجرہ لیبنی
او لیحفر لہ فی فنائہ حانوتا او دارہ فتلف بسببہ ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ
کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنادے یا اسکے واسطے کنواں کھود دے اسکی دوکان یا گھر
کے پیش دروازے میں سو اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در میں نہ ہو اور مزدور اسکو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے جیسا کہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ عام کے مستاجر کی ملک نہیں تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لان فساد الامر فیہا امرہ وعلی
المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی اواسپاروایۃ صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمیں مجھکو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف
ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا یا اپنی حقیقت ظاہر کردی اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنی ملک
میں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھا راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے
اسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے مسبب کی طرف سے یہ تعلیل متون کے ہے
دو مسئلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت کی الواضع کا

قاطع ہی اسواسطے کہ واضع متسبب ہی اور چلنے والا مباشر ہی کذا فی الطحطاوی وبهذا تبين ان المتسبب انما يضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم يتعمد الواقع المرور کذا
فی المجتبی اور اس کلام یعنی عدم ضمان متعمد سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہی کنوان کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے سے جبکہ اسکا گرنے والا
بالقصد اسپر مرور نہ کیسے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکة وغیرها من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبهذا عرف ان المراد بالطريق فی الکتب الطريق
فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانه لا یمکن العدول عنه فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی میں ہی کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانوں کی راہ میں
کنوان کھودا اور اسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنے والے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے میں کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ
مین شہرون کی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون مین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ مین ولو استاجر رجل اربعة
يحفرون له فوقعت البئر عليهم جميعا من حفرهم فمات احدهم فعلى كل واحد من الثلاثة الباقية ربع الدية ويسقط ربعها لان البئر وقعت عليهم
بفعلهم فقد مات من جنايته وجناية اصحابه فيسقط ما قابل فعله خانية وغيرها زاد في الجوهرة وهذا اذا كانت البئر في الطريق فلو في ملك المستاجر ينبغى ان لا يجب
شیء لان الفعل مباح فلا يورث غير مضمون انتهى اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان ان سب پر پھٹ کر گر پڑا
انکے کھودنے کے سبب سے سو انمین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہی اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اسواسطے
کہ کنوان انپر گرا انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگئی جو بسبب اسکے فعل کے مقابل
واقع ہوگی کذا فی الخانیة وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہ حکم اس شرط پر ہی جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہی کہ کچھ دیت واجب
نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادثہ ہوگا اسکا ضمان نہین انتهى ما فى الجوهرة قلت ويؤخذ منه جواب حادثة هى ان رجلا له كرم وارضه تارة تكون ملكا له ويتولى
الخراج كاراضى بيت المال وتارة تكون للوقف وتارة في يده مدة طويلة يؤدى خراجها ويملك الانتفاع بها لغرس او غيره فاستاجر
الرجل جماعة يحفرون له بئرا ليغرس فيها اشجار العنب وغيره فسقطت على احدهم هل لورثته مطالبة بديته قال المصنف والحكم فيها وفي نظائرها
عدم وجوب شيء على المستاجر وكذا على الاجير كما يفيده كلام الجوهرة ويحمل اطلاق الفتاوى على ما مر مقيدا لاتحاد الحكم والحادثة والله اعلم
مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہے مملوک
ہوتی ہی اور اسپر خراج ہی جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہی اور گاہے صاحب انگور کے قبضہ مین مدت دراز رہتی ہی کہ وہ اسکا
خراج دیا کرتا ہی اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کے واسطے
تاکہ اس زمین مین انگور وغیرہ کے درخت جمادے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہی یا نہین مصنف نے
شرح مین کہا اس حادثہ اور ایسے مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہی مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد
ہوتا ہی اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی یہ جو کتب فتاوی مین مذکور ہی بلا قید کہ جو کھودنے مین تلف ہوا اسکا ضمان ہی سو مراد حفر فی الطریق ہی نہ
حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہی اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین ہی مدت طویل
سو مراد اس سے یہ ہی کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہین کہ ایک زمین گاہے مملوک ہی اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین خلل ہی کہ حادثہ انگور حفر سے
ہی صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز ہی اور فقہا کے دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغایر ہی واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقة بشارح سکنه واستاجر رب الدار الفعلة لاخراج جناح او ظلة فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغهم من عملها فالضمان عليهم لانه حينئذ لم يكن سلم الى رب الدار
اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھپا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھپا گر پڑا سو اسنے کسی آدمی کو قتل کیا انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان ان کاریگرون پر

ہو نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے قبل از منع مدرّغ صاحب خانہ کے واسطے وہ ملک نہین ہوا لیکن کورستیں الماء بحیث یزلق وانسد تو عسب الطریق
اور نقصان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکاؤ تمام راہ مین ہو اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہو یا تمام راہ مین چھڑکاؤ نہین ہو
تو ضمان نہین فلو رش فناءھا نیتہ باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر
کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل فی الحائط المائل

یہ فصل ہے دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہا ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس
انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز
مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کرکے اشارہ کیا کہ مالک حقیقی مالک مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف و تفریغ کا
اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا ولی او اجارہ راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طالب بنقضہ او ہدمہ کالراہن والقیم ولو حائط المسجد فیضمن عاقلۃ الواقف
ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو
عاقلہ واقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم اوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے ہم ولی
سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا اور راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک ہونیکا نہین کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن
کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض مین کیدے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول
مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادائے قیمت مین سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن
سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الظہیریۃ وکذا احد الشرکاء ولو ورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون
مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہون انکے وارث ہون باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون
سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا
مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لو مات عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہاں ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک
مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان
تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ متعلق بطالب مکلف مسلم او ذمی یعنے من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن
ولیہ ومولاہ بالخصوص زیلعی حرا ومکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا
ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصوصیت
کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط
ہے نہ اشہاد اور اشہاد (گواہ کرنا) جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد
باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا
کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو نقصان نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے
کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اے مرد سے دیوار ڈھانے کو کہ چکے مین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب
نہین ہے لانہ اشہاد طلب بلکہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انہ لم ینقضہ وہو یملک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت میں جسمین اسکے ڈھانے پر قادر ہے یعنی طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرتہ علی النقض لان دفع الضرر العام واجب بل دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑ جاتا ہو وکذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ ومن الاموال ففی مالہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے والضمان الا بالاشہاد وصفتہ ان یقول اشہدوا انی قد تقدمت الی ہذا الرجل فی ہدم حائطہ ہذا او وقت الطلب الاشہاد والیہ وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہیں مگر گواہ کر لینے سے ایک آدمی پر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب میں مقدم ہو چکی دوسرے آدمی پر کہ گواہ ہوئی اُسپر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے آدمی پر کہ دیوار اسکی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر طلب ہدم اُس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اُن لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں ہیں فلو سقط بعد التقدم لمن ذکر واتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اُسپر اشہاد ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او نحوہ کہبۃ جاء ومنہ القدرۃ وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد وافاق خانیۃ جیسا کہ اُس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہو گئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہو گیا جنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہو گیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر ہے مبینا تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول میں کہیگا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیۃ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اسکی ولایت کے بیع اور اُسکے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو کبھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں پہلے مذکور ہو چکا ہم اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیاں راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک دساکن باجارۃ او بغیرہا والاضافۃ

لا ولی بالبینۃ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اُسی آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اُسی کا ہے قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثرت تعلق اور انبساط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونون کو
صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار
مائل ہے اور اُسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہین تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم
نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یصح لانہ حق العامۃ وتصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی یا مدت
معین تک یا اُسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سب کا حق ہے اور قاضی
کا تصرف حق عام مین نافذ ہے اسمین جو انکو نفع کرے نہ اسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اُسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ
للدار فاے طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف
تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد
صحیح ہوگا اسقدر دیوار مین جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر مین بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہے تو اسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہے یعنے اجمال محل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
ہے شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین جیسے پرنالہ مین ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اُسکی تعدی کے مائل بنانے سے
حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم
ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارون پر پانچوان حصہ
دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اُسکے پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے
اسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اُسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین
لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلاثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے ایک نے اسمین
کنوان کھودا یا دیوار بنائی سو اُسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیون کا ضمان دیگا بسبب اُسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنے
دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ ثقل ہے ملک ہے تو اُسکی قسمت ہوگی مالکون پر
بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکون کے اور تین شریکون کے مسئلہ مین دیت نصف نصف
ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اُسکے حصہ مین تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اُسکے حصہ مین
تلف باطل اور رائگان ہے اور کنوان کھودنے مین باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہین ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا انقسام
ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الاشہاد وعلی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار
دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

النقض بکسر نون و سکون قاف عبارت ہی اُس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد و تعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت مین اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اُسپر ٹھوکر کھاکے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہی تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہی وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہی نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن رب الجناح القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا و یؤیدہ انہ لو باع الحائط او النقض برئ ولو باع الجناح لا برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہان مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ ہی کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی و لا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء و انتہاء اور صحیح نہین گواہ کرنا دیوار کے جھکنے سے پیشتر پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے ویقبل فیہ شہادۃ رجل و امرأتین لانہا شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہی کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہی نہ قتل پر

فروع مسائل متفرقہ شتی حائط بعضہ صحیح و بعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشہاد یصح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہی کہ کچھ درست ہی اور کچھ مائل ہی اور شکستہ سو اُسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اُسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہی تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خانیۃ دو دیوارین ہین ایک مائل ہی اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اُسنے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگان ہی کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہی جسکی دیوار مائل ہی تو گواہ کرنا اُسکے بنانے والے پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اُسکے بنانے والے کے مددگارون پر ہی حائط اوقف علی المساکین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہی تو اُسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہی جو اُسوقت ہین جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہی اگرچہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق ویدل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ لہ ولوالجیۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کر دونگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ تملیک ہی یعنی گویا اُسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اس شخص کو جسکے بہانے کا شارع نے مجھکو اختیار دیا تیری ملک مین کر دونگا حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تعلیک قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہی اور وہ یہ مسئلہ ہی کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اُس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الولوالجیۃ اُس قتل کا موجب اصلی قصاص ہی تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اُسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہی جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے ہم امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضروریات سے نہیں لہذا
انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اسکے لگجانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ ساقط ہی نہیں فضمن الراکب
فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اس
چیز کا جسکو اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت
المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشر فیقتلہ بثقلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث
ہوئے ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اسکے بوجھ کے
سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہم ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار
کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ ہم بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور جانا کہ وہ زمین پر چالیس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا
اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر
غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا
مالک اسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن ما تلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں
جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو
یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں
ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے
جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے کہ دم اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو ٹھہراویگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع
ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے گو کہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما راثت او بالت سائرۃ او واقفۃ
لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا
ہو لید پیشاب کے واسطے اسلئے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اسنے جانور کو
لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھہرانے کی تعدی کے
سبب یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فیہ فلا یضمن
ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور
کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور از آنجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان
وہاں مقرر کردیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان
الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑی یا
کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب
وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

سلمہ بلکہ نسخہ میں بیانہ بصیغہ اسم فاعل ہے اور لفظ [illegible] ۱۲

اور منعکس ہے یعنی ہم اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے
پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے
ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب
ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد یعنی دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے
والے پر کفارہ نہیں ہم سائق اور قائد مسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں میراث اور وصیت
متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم به القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ
الی المباشر اولی من المتسبب کما مر لعلہ اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ کما ہنا اما فیما سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ
نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا
بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنابر قول صحیح کے بخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہے سبب
کی اضافت سے چنانچہ گذر چکا لعلہ اولویت مباشر کی تسبب سے اسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا اثر نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کو کچوکے کے مسئلہ میں آویگا اسلئے راکب کے
اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب کہا دوسرے سے کہ اگر تو اس جانور کو کچوک دے اور وہ کچوکے سے بہاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آویگا
کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیبا
من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان ہے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں
اس صدمہ سے سو دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں نہ عجمی ہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں ہم ضمان ہے کہ ہر
واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ اگر دوسرے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا
پیچھے سے آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پہلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکرانے کا کذا فی الطحطاوی ولو
کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال [illegible] ہدر دمہما فی العمد والخطأ شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پیٹ گریں منہ کے بل کذا صرح
ابن کمال تو انکا خون رائگان ہے عمد اور خطا میں کذا فی الشرنبلالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر آنفا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں
تو دیت انکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمداً ٹکر کھائی ہو
اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کیونکہ اپنا
ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پیٹ گرا
تو فقط اسکا خون رائیگان ہے یعنی اسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطأ ونصفہا فی العمد اور اگر دونوں
میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے
مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی
القفا ہدر دمہما [illegible] بقی نصفہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور
رائگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر [illegible] اور اگر دونوں

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تجاذبا حبلا فانقطع فسقطا فماتا فان وقع احدہما علی القفا والآخر
علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونون میں سے ایک گرے منہ کے بل
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اُسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اُسکا
خون جو چت گرا بسبب اُسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسببہ
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص کھینچتے تھے سو دونون شخص چت گر پڑے اور دونون مرگئے تو دونون کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ
قطع کرنے سے دونون کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطئ بعیر
منہ رجلا الدیۃ اور جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان یعنی زین وغیرہ مانند اُسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے
ہانکنے والے پر جن میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما
فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما امامہ
او راکب وسطہا یضمن فقط ما لم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجاویگا تو دونون
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب بنگیری مین قائد اور سائق دونون برابر ہین لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اُسکے مال مین ہے یہ اُس صورت مین
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹون کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ مین ہوا اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوگئی تو قائد مقدم حفاظت سائق کا قائد نرہا اور سائق اور قاید ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اُسکے
اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑے یہ وہم نہ چاہئے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹون کی
جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹون کا ضمان اسپر نہین کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہین لیکن اگر پچھلے اونٹون کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہان جس اونٹ پر وہ سوار ہے اُسکی جنایت کا ضمان اُسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ
رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران کما توہمہ صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اُسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیر لیگی اسلیے کہ اُن دیت دینے مین نقصان نہین جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یون ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اُسنے انکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اُسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اُسنے حفاظت ترک کی تو متعدی التقصیر ہوا اور اُسکے
اور اُسکی عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا فلو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ
قطار کھڑی ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اُنکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمین اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ وکلبا ملتقی وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا
وان لم یمش خلفہا فما دامت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق ملتقی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب نہ کہ جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اُسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ آفت کیا تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل و باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور مین ہے یعنے چھوڑنے کے بعد نہین ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد گتا ہے کذا فی الزیلعی ہم در المنتقی میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے ہر حال میں پیچھے اُسکے ہانکتا ہوا یا نہ ہانکتا ہوا اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اُسکو اور ہانکتے یا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اُسکے پیچھے تھا تو اسپر ضمان ہے اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں نہیں جھکا جسطرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہے اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصراً وان ارسل طیراً ساقہ اولا او دابۃ او کلباً ولم یکن سائقاً لہا او انفلتت دابۃ فنفحت او افسدت لیلا او نہاراً او لم یکن لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہے اسپر ضمان نہیں ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اُسکا فعل باطل ہے جبکہ جانور چھوٹ گیا اسو اسطے کہ افساد مسلہ کا فور ارسال میں رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو جمحت الدابۃ بہ ای بالراکب ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ غیر سیر لہا فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر عمادیۃ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہوا اور سوار تھا اور نہ ہوا اُسکے پھیرنے پر ضمان لازم ہوگا خود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اُسکا خون باطل ہے اُسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدہا او نخسہا اخر غیر الناخس او نفرت وصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کوچنے والا ضامن ہوگا نہ سوار ہم راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کوچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان سوقاً دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضاً اور ابو یوسف نے کہا کہ کوچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کوچنے والے کی تعدی ہے ولو کان باذنہ وجلت احدانی عودہا قدم علیہا اور جیسے اگر کوچنا سوار کے اذن سے ہوا اور جانور کسیکو کچلا کوچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے ہم دونوں پر خون اُسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کوچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اُسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیۃ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو قتل کیا تو اُسکا خون کوچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کوچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیۃ وضمن فی النفحۃ فی نعلین وجاحۃ او شاۃ قصاب وغیرہا لانقصہا الالحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہیں یعنے قصاب کی بکری تو گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت اور کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا یخیر ربہا ان شاء ترکہا علیہ الفاقئ وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے پر چھوڑ دے یعنے اسکو دیدے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزور واہی ابکہ فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اسکے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لیے ہونیکا اعتبار نہیں ہے وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شتر کش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی آنکھ میں چوتھائی قیمت ہے جسطرح غیر ماکول اللحم جیسے خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی النہر عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذوات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے لازم ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقئا عینیہ معا ینبغی ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں ہے چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا ہے معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا اللسان اشور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع اخذ نے قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی لانہ لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فے العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی وعزاہا لقطلوبغا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسا نچہ اگر ایک پاؤں کاٹیگا جانور کا تو اسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکی تفصیل دونوں آنکھوں کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہوچکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پاؤں کٹجانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل شتی شارح کے نقل المصنف عن الدرر لکلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد علیہ فیما اذا کان مما یتلف بنی آدم کالحائط المائل وقطع الثمار وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظہ انتہی قال المصنف ویمکن
حمل المنافات فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الآدمی انتہی
فیحصل التوفیق مصنف نے شرح میں درست یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ
کیا اسکے کھانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ
اشہاد ہوا ہو اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت
نکریگا انتہی قول الدر یہ مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں جیسے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے در اور زیلعی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہوگا کلام یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہو ورنہ
اختلاف باقی رہا دونوں قولوں میں طحطاوی نے کہا قولہ علی الآدمی متعلق ہے قولہ حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی بستانہ فیخرج
فیاکل عنب الناس وفواکہہم ہل یضمن رب النحل ما اتلفہ النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یامرہ القاضی بتحویلہ عنہم الی مکان آخر ام لا واجبت ان لا یضمن مطلقا
اشہد علیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولی وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ لکن رایت فی فتاوی قارئ الہدایۃ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فراجعہ عند الفتوی سے
میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتاء اس شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ انکو اپنے باغ میں رکھتا ہو سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور لوگوں کے
انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھا لیجانے کا
حکم ہوگا یا نہیں جواب استفتاء یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ
کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کو ہنر اکیلا بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن قاری
مصنف کے فتاوے میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت انتہی ظاہر اسکا کلب عقور وجہ
در رہین مذکور ہے وجود نقص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یومر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغی ان یومر بتحویلہ
اذا کان الضرر بینا علیہ الفتوی سے اور مکھیوں کا اٹھانا اسکے مالک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا برظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ
لائق یوں ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیہ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل الصحیح
ضمانہ اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہے سو گدھے والے نے اسکو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما
او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وتمامہ فی البزازیہ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا
کھیت یا انگورستان میں اگر اسنے داخل کیا ہو ہانکے کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ
ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا
باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مرگیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ مجتبیٰ میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدون
اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا سو اسپر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسی کے گھر میں رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرہ میں ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھولدی
سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے

الکل من العالمگیریہ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہی مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لاتوجب الا دفعا واحدا او فداء واعلم کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دینے یا فدیہ دلانیکی اگر مملوک دینیکا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعددہ مین تو سب مقتولونکے وارثونکو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سبکے وارث بقدر جنایات کے انمین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینیکا محل ہو یعنے جبکہ اسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہوگئے ہون چنانچہ مدبر اور مستولد اور مکاتب کذا فی الطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نرہا ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے والفداء فی القن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت تا الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنے جب فدیہ دینیکے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر والمستولدۃ فانہ لاتجب الا قیمۃ واحدۃ وستعلم بخلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما یفید فی النفس لابعد ما

یقتص وامافی مادونہا فلا یفید لاستواء خطاء وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لاباقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لایعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے از راہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہوجائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دیدے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک سے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ مادون نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے ہم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق ہے دفع مین تو وجہ یہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب الاصلی ہو الدفع فی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہوجاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مرگیا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوہرۃ عن البزدوی ان الصحیح ہو الفداء حتے لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متے وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فیبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل ہوگیا غلام مین ابوحنیفہ رح کے نزدیک انتہی ملخص الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متے اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رح کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ مین سے ایک چیز واجب ہوا ہو اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہوجاتی ہو لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس سے فی لفظ
الکتاب والانہ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہو کہ واجب اصلی دفع ہو اور یہ بیان کیا ہو کہ کتاب کی عبارت مین واجب اصلی پر دلالت نہین ہو ہم محیط مین آیا
کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط مین کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہو چاہے غلام دے چاہے فدیہ دے اور یہی مذہب ہو کہ یہ کہ واجب
اصلی دفع ہو اور اسیلئے تو اس نفس سے غلام مر گیا اور فدیہ اختیار کرنے سے پہلے غلام کی موت سے واسطے فدیہ باطل نہوگیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہو سو اسنے فدیہ ہی
کو اختیار کیا تو یہ عار فعویٰ امر ہے کہ سبب یہ ہو یعنی اختیار کرلینے سے اور زیلعی کا کلام تفصیل مین مضطرب ہو واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی اجنبی فہی
کالاولی حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہو حکم مین یعنی مولے دفع
اور فدیہ مین یہان بھی مختار ہو فان جنی جنایتین دفعہ الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتین کین تو ان جنایتون مین
مولی غلام کو انکے وارثون کو دے یا دونون کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی اولیاعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا بغیر علم بہا بالجنایۃ
ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا
آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی مین تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت مین سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت
دیدے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کیونکہ وہ مالک تھا اسیلئے غلام کی بیع سے دیت
واجب ہوتی ہو جنایت جانکر ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش مین داخل ہو و کتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ وقتل الی
العبد بذلک کما فی الہیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہو تعلیق عتق غلام مین قتل زید کے ساتھ یا
اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہوجاتا ہو اس تعلیق سے کہ اگر مین بیمار ہون تو تو مطلقہ ہو تین بار
تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہو سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے
تو تو آزاد ہو سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہو سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسیلئے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ
اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا
ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کردیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے
تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہو ہم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہو اور اس صلح
کی صحت نہین بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاے پھر جب اسنے آزاد کردیا تو صلح وضمن اعتاق صحیح ہوگئی ابتدا سے
وان لم یعتقہ وقد سری برد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام
اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کردیا جاے بسبب باطل ہوجانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ
بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہا ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی
سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین کی کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہو تو قیمت کا ضمان
اور اگر دین کم ہو تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ
ای العبد الجانی اجنبی فقیمۃ واحدۃ لمولاہ الخ اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہو غلام کے مالک کے واسطے نہ سوا اسکے
ہم یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہی ملک رقبہ سے کیونکہ جب مولے قیمت پا دیگا تو اسکو صاحب دین لیگا

اذا ثبت الدین فی ولدہا تبع بعتق مدیونہ ماذونۃ ولدت فان ... اسکی مالکیت دین ادا ہونے تک مقتول پر ہے اور صاحب دین مقدم ہے اور قیمت غلام کی ثابت ہے اسواسطے کہ
الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا بحیث اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاویگی
دین میں بشرطیکہ ولادت ہونی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والون کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا
برخلاف اسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین انکا حق متعلق ہے انکے ولد میں ہم یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع
مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آئندہ مین فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہا ای لولی الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولی لا رقبتہا
بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولی کے ذمہ پر ہے
نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم
خطاء فلا شیء للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد
کہتا ہے کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں
مدعی آزادی کے واسطے اسلیے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اسکی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی
سے ہم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق لرجل معروف الرق لرجل قتلت اخاک خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذ
ہو المولی لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولی سے جسنے اسکو
آزاد کیا ہے کہ میں نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد
قتل کیا ہے تو اول شخص یعنی غلام آزاد کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے علامہ طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی
تقریر مین حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر مسئلہ صحیح ہے چنانچہ اور کتابون مین تصریح ہے وان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی الا بل
قطعتہا بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری
لونڈی تھی اور اسنے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوی
کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کردے تو اسکا قول معتبر نہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا
قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز مین جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ لحالۃ
معہودۃ منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقرری کی طرف
جو تاوان کے منافی ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی
قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو
ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد
بعد عتقہ وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت لیں اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف مین رجوع
نہیں غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر کبھی بھی رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان المامور عبدا مثلہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطا
اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد
بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ غیر مضطر فی دفع الزیادۃ لا مضطر او قاتل ... اسکے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں سے کمتر کو وارث آمر سے

اسواسطے کہ مالک بدفع زیادتی مین مختار ہی نہ مجبور ہم یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار
کیا تو زائد کا تاوان لازم ہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو
اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہے حکم مین فان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع
فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شیء علیہ لان جنایة العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمین چند
آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اسپر کچھ واجب نہین کرتی ہم اور بعد عتق مین بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمة واحدة
ولو الواقع الفا زیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گر کے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد
عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الآخرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیة کاملة لانہ بذلک العفو
سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان وقد سقط دیة نصیب العافیین وبقی دیة نصیب الساکتین او [illegible] فی نصفہا پھر اگر ایک غلام نے ان دو
آزاد مردون کو عمدا قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون
آزاد کو دیدے جنہون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ دیدے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہو کر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری
دو دیتین ہین اور معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک
یا نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیة لولی الخطاء ونصفہا
لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا
تو مالک پوری دیت کا فدیہ قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہما [illegible]
اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعة عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی بانٹ لے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار
حصے کر لے بطریق منازعت صاحبین کے نزدیک وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درم مین ہے اور عمد کے وارثون کا حق
قصاص مین ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنے پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار
خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون
کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین
کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان
قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ الی الآخر او یفدیہ بربع الدیة وقیل محمد مع الامام ووجہ انقلاب
بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثة پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام
قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اسکا فدیہ چوتھائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ
ہین اس مسئلہ مین امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اسکے وارث اس مین اسکے خلیفہ نہونگے طحاوی نے
کہا کہ ابو یوسف دونون کے ساتھ ہین [illegible] مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایة علی العبد یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہے

دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وقیمتہا دیۃ الحرۃ نقص من کل من دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہار الانحطاط رتبۃ الرقیق
عن رتبۃ الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ غلام کی دیت اسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنے قیمت غلام کی
دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچ جاوے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم کم کیے جاوینگے تاکہ غلام کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم
کا معین کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے [illegible] اور ایک روایت میں ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درہم کم کیے جاوینگے کیونکہ
[illegible] اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں بخلاف [illegible] یعنے اسکے
نزدیک نقصان [illegible] کا معتبر ہے کذا فی الطحطاوی وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے
بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت پہنچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ ففی ید العبد نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الاصح
درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ [illegible] اور جو مقرر ہے اعضا حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت
ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں [illegible] یہی قول اختیار
اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع اور [illegible] اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی وتجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں قول صحیح میں اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے اس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے
قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ وله للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من له الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے
مالک نے اسکو آزاد کردیا تو زخم سرایت کرگیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق
اشتباہ کی وجہ سے یعنے اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارثوں کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن له غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوائے مولی کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا بخلاف مذہب محمدؒ کے قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنے یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنے گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء
اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو اور وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان
اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ھم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور
ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء
للفاقی واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک شخص نے
غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا اندھا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دیدے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان ہو لے اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ چھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتھا مقامھا اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے انکے جسم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہیں نہ مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ اخری شارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلھا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سواے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں ہے اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنے بحکومت قاضی ولو دفع القیمۃ الی ولی الاولی بغیر قضاء اتبع السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بھا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دیدی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سواے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں یا واتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے اسکا حق ناحق لیا او قال الاتقانی علی المولی او رضا سے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ الزام نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ فیصل التوفیق بلا ان یخرج الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس نے جنایات متعدد سی کی ہوں تو سوا ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں پس مالک آزاد کرنے سے انکے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنے مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہو تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولی کے ضرر پر بخلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطا فمات لم تسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت انکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطا سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعی فی قیمتہ ثم قتلہ ورد اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کرواوے اسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ رجل وسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وھو فی ید غاصب فمات منہ برئ الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیرلینے والا ٹھہرا ویگا غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ

لا یؤاخذ الا بعد عتقه غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضہ میں مرگیا سو وہ تاوان دیگا اسکی قیمت کا اسواسطے
کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہوتا ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبه فرد فجنی عند سیده اخری
ضمن السید قیمته لهما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولی بنصف قیمته علی الغاصب ودفعه ای دفع المولی نصف قیمته الی ولی الجنایة الاولی لان حقه لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک غاصب
کی نصف قیمت پھیرے غاصب سے اور یہ نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب ہوا تھا اس حال میں کہ مزاحم موجود تھا ہم
نے طحاوی سے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقه وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول
اول کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی به علی الغاصب لانه اخذ منه بسبب کان عند الغاصب پھیر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیرے اسواسطے کہ ولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا وبعکسه بان جنی عند مولاه ثم عند غاصبه
لا یرجع المولی علی الغاصب ثانیا لان الجنایة الاولی کانت فی ید مالکه اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر بتخییر المولی بدفع العبد نفسه هنا وثمه ای فی المدبر بالقیمة کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اسبات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دیگا اور وہاں یعنے جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبه فرده فغصبه ثانیا فجنی عنده کان علی سیده قیمته لهما ورجع بقیمته علی الغاصب لکونهما عنده ودفع المولی نصفها
ای القیمة الماخوذة ثانیا الی ولی الجنایة الاولی ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیرے غاصب سے اسلیے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مالک نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیرے وام الولد فی کلها کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیا حرا
لا یعبر عن نفسه والمراد بغصبه الذهاب به بلا اذن ولیه فمات فی یده فجاة او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
یعنے غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اسلیے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان سو اسواسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے
مختلف باختلاف الاماکن نہیں ہے وان مات بصاعقة او نهش حیة فدیته علی عاقلة الغاصب استحسانا لتسببه بنقله لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقله لموضع یغلب فیه الحمی والامراض ضمن فتجب فیه الدیة علی العاقلة لکونه قتلا تسبیبا برایة وغیرها اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے بجلیوں یا سانپوں کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اس مکان میں لے گیا جہاں اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اسمیں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی البرایہ

وغیرہا فمات وبقی الوصل الی الکبیر ہذا اذا لم تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ بتقصیرہ ومحکم صغیر کبیر مقید ہے۔ اسکا بیان میں کہتا ہوں باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص اُن مکانات کی طرف لیگیا زبردستی اگر مقید کر کے اسطرح لیگیا کہ اسکو بچنا اسے ممکن نہیں تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اُسکو مانع نہو اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ فلیس ان الغاصب حتی یجیئ بہ او یعلم موتہ خانیہ کما لو خدع امراۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصہ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اُسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو لے آوے یا اُسکی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیہ چنانچہ اگر ایک شخص کی عورت کو فریب دیکر لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اُسکی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاصہ امر ختانا بان یختن صبیا ففعل الختان فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کاملۃ وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایات الوہبانیۃ مسئلہ ومن ذا الذی ان مات نجیئہ فانۃ علیہ اذا مات بالموت یشیر الی ختنہ کرنیوالے کو حکم کیا ختنہ کرنے کا سو اُسنے ختنہ کیا تو اُسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کونسا فعل ہے کہ اگر اُسکا مجنی علیہ مرے تو اُسپر وہ واجب ہے جو بہ نسبت نصف اسکا واجب ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کونسی جنایت ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن یستمسک فمات کان علی عاقلۃ من حملہ ای دیۃ الصبی کان الصبی ممن یستمسک اولا یستمسک وتمامہ فی الخانیہ مانند اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھا دیا اور کہا جانور کو تھامے رہیو سو صغیر گرپڑا اور اسنے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانیوالے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہوگی خواہ ایسا ہو کہ لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ میں ہے صبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ یعنی اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا اسواسطے اُسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کی عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگی فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اُسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اُسنے اُسکو تلف کیا تو اسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر پر تاوان نہیں اور غلام پر عتق کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الملتقی وفی المواہب ولو کان ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر صغیر عاریت یا قرض لینے کے ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیہ عن الشلبی ومسکین وعلی خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور تمام مذکور اُس صورت میں ہے کہ صغیر عاقل و فہمیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اسپر ضمان لازم نہیں بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ و شرنبلالیہ میں شلبی و مسکین سے منقول ہے برخلاف ملتقی اور ہدایہ و زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے شرط ہے عقل صغیر اور عدم اشتراط میں

اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں قسامۃ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضون نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضون نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی ہی

بمعنی القسم وہو الیمین مطلقا قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک دفعہ قسم کھاوے یا زیادہ وشرعا الیمین باللہ تعالی بسبب

مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ بہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی بسبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص

شخصون پر بیا وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے اور قسامہ باعتبار تاثیر مین ہے پچاس آدمیون کا پچاوین اور قسامہ کا سبب یہ ہے کہ مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا اسکے قریب میں اور قاتل

کا معلوم نہین ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مدعی عاقل بالغ آزاد ہو ... اور رکن اسکا یہ ہے کہ واللہ ہم نے

اسکو نہین قتل کیا اور نہین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے ... اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی

شرح ... یہ ہے کہ قسامہ کی ... حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ ... اور بچیں اور ... قتل کی تہمت لگی ہے وہ قسامہ

... من وجد فی محلۃ ... او وجد به اثر ... او خرج ... من اذنہ او عینہ ...

... یا اسکا بدن یا اکثر بدن

... کسی طرف ... پایا گیا یا نصف ... مذکور ... کذا فی الاشرنبلالیہ ...

مقتول پایا جاوے تو ... قسامہ ثابت ہے اور قیمت اسکی واجب ہے ... کذا فی الطحطاوی ... ان وجد

فی البدن ... الکل حکمی ... القسامۃ ... لیکن اکثر بدن یا نصف

تمام بدن کے ... اگر نصف بدن ... قسامہ ... مقتول ... اگر ...

نصف ... ہوتا تو ایک شخص ... قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ... اور ...

کان ... وسقط القسامۃ ... اور ... قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہو گا تو وہ ... قسامہ ... ادعی ولیہ القتل علی اہلہا ای

المحلۃ کلہم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون رجلا منہم ... تمام محلہ والون پر یا دعوی کرے بعضون پر تو ان شرطون ... ان

پچاس مرد قسم کھاوین ... باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا ... یحلف کل منہم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا ... اہل محلہ مین پچاس مرد کو وارث مقتول

کا اختیار ... کہ قسم خدا کی ہم نے اسکو قتل نہین کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہین ... واللہ مین نے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون

ہر شخص ... واحد قسم کھاوے ... کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو ... وہ سچا ... اسکو نہین مارا بلکہ ... مارا

اگر ... مارا ہو گا ... ہر شخص قاتل ... لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ

ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ ... مالک ... بالقود ... اور امام شافعی نے کہا کہ اگر ... لوث ہو ... اور اشتباہ ہو تو وارثون

سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے ... دیت کا حکم کیا جاوے ... اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ... قتل کی علامت ایک

شخص ... یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شخصون غیر عدول گواہی دیتے ہون کہ محلے

والون نے اسکو قتل کیا ہے ... ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری ... کیا صورت

ہے سو یہودیون نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کھاوین کہ ہم نے اسکو قتل نہین کیا ہے اور

نہ ہوا اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اسکا خونبہا ادا کرو تو دونوں نے انکار کیا کہ تم ہم لوگوں پر ناموس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح
ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعض احادیث صحاح ستہ میں متفرق موجود
ہیں چنانچہ مسلم میں تو یوں ہے کہ ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہی ثم قضی علی اہلہا بالدیة لا علی القاتل ان وقعت الدعوی بقتل عمد
وان وقعت الدعوی بخطاء فعلی عاقلتہم ای فیقضی بالدیة علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرة والخانیة ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان
ظاہر الروایة القسامة علی اہل المحلة والدیة علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمة القن تؤخذ فی ثلث سنین شرنبلالیة پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جائیگا لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے اور ذخیرہ و خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایة میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیة ولو
لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہو تو مکرر قسم لیجاوے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاویں
وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی ومن نکل منہم حبس حتی
یحلف علی الوجہ المذکور ہہنا ای فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیة علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیة اور جو شخص کہ ان میں سے
قسم نہ کھاسکے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاوے اسطرح پہ جو یہاں مذکور ہوچکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہ ہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلة
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار قبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامة علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون تو قسم کے
لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامة ولا دیة فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل الا ان القتیل عرفا
ہو فائت الحیوة بسبب مباشرة الحی وانما مات حتف انفہ والغرامة تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلئے
کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد کے فعل کے
او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادة بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادة بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے او نصف منہ ای ولا
قسامة فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الرأس للامر بالنصف یعنی قسامہ نہیں ہے میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑ گیا ہو یا
نصف سے کم بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو دلیل گذشتہ ہم یعنے مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبتہ ای المیت حیة
ملتویة لان الظاہر انہ مات بہا بزازیة یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیة
وما کان خلقتہ کلہ ای وجد سقط تام الخلقة بہ اثر الضرب وجبت القسامة والدیة وفی الظہیریة بخلافہ اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی ہو ایسے آدمی کے بچہ پیٹ سے
بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے خلاف ہے یعنے اسکی ضمان نہیں ولو ادعی الولی علی واحد من غیرہم
کان ابراء منہم لاہل المحلة وسقطت القسامة عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ انکی طرف سے ابراء ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ انکے ذمہ سے ساقط ہو گیا فان ادعی الولی علی معین منہم اسقط وقیل لا یسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعویٰ کیا
تو انسے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کما فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اسکے قبض اور تصرف میں ہے تو گویا اسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہما
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن مالکا لہم علی ما بینہ ہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا
علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں جمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور انکا مملوک نہو باعث انکے قبض وتصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوم کے
درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا اسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم وکاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ہم قرب کا اعتبار اسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں یوں صحیح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل نہیں دوسرے
گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں
زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم کذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی اذا کان
الحاکی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے
کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریادرسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی والا بان کان
فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنے اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ
اسکی آواز نہیں سنائی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم یعنے قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا
کہ اسکی آواز گاؤں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت میں معذور ہیں تو انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا وہمیرا علی ہذا الحال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا او موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجی التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد ولا ید اور ایما ہو گی

اس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا انکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی انکے مددگارون پر اسی طرح اگر وہ مکان
معین لوگون کے وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین وہبانیہ
اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین اور درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اس
مکان مباح مین پایا جاوے جسپر کسی کی ملک ہو نہ قبض اور تصرف ہو محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول بیابان مین ہو تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک
اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اہل شہر پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ
ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاوے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اسکا خون رایگان ہے اور اسی طرح کا حکم ہے
اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اسکی قرب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ والافضل فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو
تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید تخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بل ترجع
اور ولایت اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوئے یہین ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا
کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن یبقی وجوبہا فی بیت المال فقال لکن وجوب الدیۃ کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو قائل کو طحطاوی نے
کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المتحققۃ وانما الاراضی التی لہا مالک اخذہا
ظالما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف
مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر ظالم نے زبردستی انکو چھین لیا ہے تو لائق یہ ہے کہ انکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب
پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکن فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ
فی بیت المال انما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث کذا فی الوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ
مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اسوجہ سے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الوالجیۃ
ہم محیط سرخسی سے نقل کر چکے ہین کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی
وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ
لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہا لاربابہا فافہم
اور والوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین مین جو ایک گاؤن کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤن کا رہنے والا نہین ہے تو دیت
اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی فی الوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اس مین کہ قرب مکان اسی
صورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی انکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن
مین آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ وعلی عاقلتہ حضروا ودخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ تعالی اور اگر
مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اسپر قسامہ ہے اور اگر اسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی
والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجی وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ گھر اسکا
ہے اور اسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اسکے مددگار نہین ہین تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار ذکرہ علی الدیۃ والقسامۃ
اہل الخطۃ الذین خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے یعنے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچ کر مالکیت کا ابتدا

فتح اسلام میں اگرچہ انمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو یعنی خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد مالکان قدیم ہیں کہ لوگ ہین جو مالک ہوئے زمین کے جب امام نے
شہر فتح کیا اور انکو غنیمت مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا کہ انکے حصے جدے جدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم مشترکون
وہان کے رہنے والے اور خریدارون پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ مین شریک ہین فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع
پھر اگر وہ ان کے سب مالکون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر
فعلی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر مین جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر
ہو شفعہ کے مانند ہے مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور
کثیر یا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہے کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیچ ہو گیا اور ہنوز
مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اسمین مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خیار فانہما اور بیع بشرط
خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونون کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہا
اسے للدار التی فیہا القتیل الذی فی الید او ہو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندین اسکی کہ جس گھر مین مقتول
ہو وہ قابض یعنی درت صرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک گواہ یون
سے ذی الید کی ملک نہ ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بہ لم تدعاقلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون شہادت
کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت ندیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر ملا
بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ یعنے صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے
ممکن نہین ہے مقتول کا گھر اور قتل کی حالت مین وارثون کا ملک ہو گیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تا وارثون پر
تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہین صاحب درر نے
یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا مذہب یہ ہے کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور مسئلہ
متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یتحملون فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے
ہین تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے
سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کرو وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی
من فیہا من الرکاب والملاحین لانہا فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناو مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہے جو ناو کے اندر
سوار ہین اور ملاحون پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضے مین جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناو کے کھینچنے والے سب
برابر ہین وکذا العجلۃ حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہے وفی
مسجد محلۃ وشارعہا الخاص بہا علی اہلہا افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا
محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچے مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے

ہم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمیں بیان کیں اسطرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع
محلہ جسمیں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آجاتے ہوں اور دوسرا شارع عام جسمیں ہمیشہ طول اکثر برابر ہوں جیسے بازاروں کی
راہیں اور خارج شہر کی راہیں انتہے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز
ہے شارع عام سے یعنے شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمیں مسافر نماز
پڑھتے ہوں تو وہاں قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی و سوق مملوک
علی الملاک وعند ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار میں تو اسکے مالکوں پر قسامۃ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں
پر واجب ہے کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد
منہم ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
میں اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ میں اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان میں جس میں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا
نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامۃ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال میں ہے اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہیں تو تاوان بھی انپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت جو دیجاوگی بیت المال
سے جو سب مسلمانوں کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اسمیں شریک ہیں
سو خدا کی لعنت ان ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہیں اور اسکے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ
والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوئی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوئی ہے اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہوں محلوں سے اور اگر دور نہوں بلکہ قریب ہوں انکے تو جو وہاں سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامۃ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامۃ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید میں جبکہ لوگ اسمیں رات کو رہتے ہوں یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہیں او کان لاحد فیہا دار او حانوت فکون القسامۃ والدیۃ علیہ
لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خلا عنہ المتون لانہ مصرح بہ فی الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید میں گھر ہو
مملوک تو قسامۃ اور دیت اسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامۃ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہے میں کہتا ہوں اور اسی کا یعنے وجوب قسامۃ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتوی دیا ہے مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہے اس متن میں اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوی اور شرحوں میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی نہر لو وجد فی
بریۃ او فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجیئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاثہ مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ
فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہے اگر مقتول پایا جاوے جنگل میں اور دریائے فرات کے
درمیان میں بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لا محتبس اسکی تفسیر عنقریب آگے مذکور ہوگی اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہاں کسی کا تصرف نہیں

اور قول مصنف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا فیج دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یا یستحق بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا ہے جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کان مرد و محمی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاجنبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور نگرانی کیا یا جنگل قریب ہو گاؤن سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا قریب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل ہوا اکثر شانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یسمع صوت اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے تو ان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علیہ اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء و لا علیہ اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق و برئ اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم ہتھیار کی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین و مستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سواے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل و بطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارثون نے دعوی کیا کہ محلے والون کے سواے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی عندنا خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر بیمار رہا یہانتک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسفؒ کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ہے اور فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ آخر الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہان ایک مدت رہا پھر مرگیا تو اٹھانیوالا ضامن
نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ فینبغی عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد
اور جہان تیسرا شخص نہ ہو دو فرد دو میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہیں کرتا ہے خلاف محمدؒ کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اُسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامراۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانون کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صفین کے ائمہ
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمراۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے امام زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی تنہا میں کہتا
کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شئ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعہما صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثون کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول کو
میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہو کر بھی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو
اور صدر الشریعۃ دونون کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہتا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبض اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اُسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ [illegible] یون
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے
کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار
کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھین لوگون پہ ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفۃ علی المسجد فھو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی و درر و سراجیہ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کردیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان
وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع
ت الاالمصنف مین کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون مین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہے نکل جاوے چنانچہ فقیرون
اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیا کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہے تو اگر خیمہ اور رپال مین مقتول ہے تو اسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجہا
ای الخیمۃ والفسطاط لو کانوا قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور رپال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گاؤن کا حکم مذکور ہو چکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون
برابر ہین تو دونون پر واجب ہے ولو نزلوا جملۃ مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو کانوا
قد قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت
الارض ملکا لہ نزل فیہا العسکر مملوکۃ ففعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا
لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے
ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہین فتنبہ ولو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین ملتقی مین ہے کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیمون کے گاؤن مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہے انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان کان فیہم مدرک
فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف
خمسین یمینا ودی من مالہ ولو تعاقلوا فعلی عاقلتہ اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے
عاقلہ ہوتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاوے (کہ اس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو
نہین مارا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر فلم یدر من این
او مات منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شیء فیہا اور خانیہ مین ہے کہ چوپایا جانور مقتول
پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

ہو الناصر نے ثلث نہیں اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے گئے تو تین سال میں اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فدمہ ہدر الا اذا کان مدیونا فقیمتہ علی مولاہ لغرمائہ حالۃ والا مکاتبا فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والوں کے لیے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں اسم مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاوے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونہ مدیونا او لا فدیتہ علی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارت کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او امراتہ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم وآستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں جمع معقلۃ بفتح قاف وضم ہو اور یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وہی الدیۃ وتسمی عقلا لانہا تعقل ای تمنع الدماء من ان تسفک ومنہ العقل لانہ یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونوں کو بازرکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے یعنی انکے گرانے سے اور عقلمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو افعال قبائح سے بازرکھتی ہے اور یہاں معاقل سے دیت مراد نہیں ہوسکتی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہوچکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عاقلہ کہتے ہیں تو چاہیئے کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا اولے ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے کتاب العواقل کہا ہے بعنوان اسکا بیان ہوا ہے وہاں ہے کہ کلام میں حذف مضاف مقدر ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر وعند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں اور دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد وانکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہیں ہوسکتی اور قاتل خطی پر دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا امت مرحوم سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجئے تو وہ نیست ونابود ہوجاوے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پرواہ نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اسکی بیباکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انھوں نے کیوں محفوظ نرکھا یہ احتیاطی سے تو انھیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا جیسی نے تصریح ہدایہ میں کیا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا ان دنوں میں اہل نسب پر دیت تھی اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں تھے جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہوگئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہرے گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے الحسن منہم اہل لشکر عاقلہ ہیں اسکے جو انھیں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے بہر قاتل کے یعنی جن سپاہی لشکر میں قاتل ہوگا انھیں پر دیت واجب

ہوئی فتجب علیہم کل دیۃ وجبت بنفس القتل ثم قتل الاب ابنہ عمدا فتجب فی مالہ لما مر فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہوگی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہو نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب یا شبہہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے
کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہو جیسا کہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ہم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہو قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجریٰ خطا میں چنانچہ
اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال
بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعناہ فی امر الدین سو دیت لیجائیگی اہل لشکر کے
عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہو کہ رزق وہ ہو جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ اور عطا
وہ ہو جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء
وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدا وان قتل الاب ابنہ عمدا فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب اہل لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجائیگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل
کے مال میں اس طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ہم قضا کے تین برس تک بمقابل عطا
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا
تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث سنین او اقل توخذ منہ بحصول المقصود
اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی عطا حاصل ہونے کے سبب سے یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں نکلی تو تمام
دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہو تو اگر اس سے لیا جاسے تو انکو
تکلیف و حرج ہوگا بخلاف عطا کے کذا فی المجتبیٰ وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر ہو بہ یعنی اور اگر قاتل لشکری
نہیں ہو تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار ہم قبیلہ وغیرہ عبارت ہو عصبات نسبیہ
سے یعنی ایک جدی لوگ خلاصہ یہ ہو کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہو تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اس طرح پر ہوں کہ جب انمیں سے
کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کے واسطے متفق ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں یا لشکر والے اور
اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اسکا دیوان ہو نہ برادری
نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہو یا خود اسکے مال میں کذا فی الطحطاوی بتصرف وتقسم الدیۃ علیہم فی
ثلث سنین ثم السنین یعنی العطیات فتہستانی عن المحیط اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین سے عطیات ہو کذا فی القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا ثم السنین یعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون گذر گیا لا یوخذ فی
کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاے دیت ہر سال میں مگر ایک درم یا ایک درم
اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم بنا بر صحیح تر قول کے ہم اگر ہر شخص سے ایک درم لیا گیا تو ہونگی تین سال میں
تین درم ہوئے اور اگر ایک درم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر ہو مبسوط سے منقول ہو اور غیر اصح قدوری کی روایت ہو کہ ہم
سال میں ہر شخص سے چار درم سے زیادہ نہ لیا جاسے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی ایک جدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش کرے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

رادسے وہ مال لیا جاسے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہو کہ اول بھائی ہین پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہو بعضون
کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبیٰ مین کہا الحاصل ستنصار اہل لشکر اظہر ہو تو اُنکے ساتھ قرابت اور نسب اور ولا اور قرب سکنی وغیرہ
کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بنا برین اگر قاتل صیادین سے ہو تو اُسکے عاقلہ صیاد ہین اور اُنکے تابع نہ اُسکا قبیلہ اور اہل محلہ
اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہمارے نزدیک قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے
مانند ہو ہم یعنی دینے مین وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے بیوجہ ہو فلا فائدۃ لا یتأتی ولو القاتل امرأۃ
او صبیا او مجنونا فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوا ان مین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر
اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ سہ دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی وعن البرہان
ویعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ اور مولائے موالات کی طرف سے اسکا مولیٰ اور اسکے مولیٰ کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا
عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کرکہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہہ سے
یا باپ کا قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ مذکور ہو گیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ علیہ السلام لا تعقل العواقل عمدا
ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار
سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصے سے کم ہو بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور
نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اسکی دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس سے موقوف نقل کیا ہو اور حدیث مرفوع تو غریب
ہو لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ وانما قبلت البینۃ ہنا مع
الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین یا گواہی سے قتل
ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرتی ہو
جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل و اولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ
بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شیء علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ لان تصادقہما فی حقہما [illegible] اور اگر قاتل اور
مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ
پر کچھ دینا واجب نہین ہو اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہو اور نہ خود قاتل پر واجب ہو اسکے مال مین مگر بقدر اسکے حصے کے اسلیے
کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انھین دونون کے حق مین حجت ہو کذا فی البرجندی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ سہ اقرار اسکا حجت ہو نفس پر اسکے واسطے عطا ہین
چنانچہ عالمگیری مین ہو کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہو نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لا العاقلۃ حتی
لو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا [illegible]
فاراد ولیہا [illegible] العاقلۃ [illegible] والجواب انہ لا [illegible] لان ذلک [illegible] صحۃ الدعوی [illegible] علی العاقلۃ
[illegible] وہو ان العاقلۃ لو اقروا بالقتل الجانی [illegible] اقرارہم بالنسبۃ الیہم [illegible] علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت [illegible] الخاصۃ
فی حقہم لظہور [illegible] قالہ المصنف بحثا [illegible] اور معلوم کرکہ خصم یعنی دعوی قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہو اسواسطے کہ حق اسپر ثابت ہو اور اگر قاتل صغیر ہو تو
مدعا علیہ اسکا باپ ہو کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اُسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہو نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہو حادثہ فتوی کا جواب وہ یہ ہو کہ [illegible] صغیر کی

اگر چھوڑی ہی سو وہ مر گیا تو صغیر کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد نہوگی سواسطے کہ لزوم قسم دعویٰ صحیح ہونیکی
فرع ہے اور حال انکہ دعوی عاقلہ پر توجہ نہین ہے اور بیان گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت انکے صحیح ہوگا تا انکہ بوجہ جواب دینیکا
حکم ہو یا اقرار انکا صحیح ہے اگر یون جواب دوکہ بالغ لائق ہونا ہے کہ قسم انکے حق مین جاری ہو انکے فائدہ ظاہر ہونیکے سبب فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف
نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو انکو تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے اھ تحلیف عاقلہ قول سابق کے خلاف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو انپر قسم بھی نہین اور اگر یون جواب دے
کہ بوجہ عاقلہ کا اقرار ہے تو اسپر قسم جاری ہوگی تو صحیح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی **وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فھی علی عاقلتہ** یعنی اذا قتلہ لانہ العاقلۃ لاتحمل
اطراف العبد وقال الشافعی لاتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام
کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہین اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل النفس کی دیت کے بھی متحمل نہین **ولا یدخل صبی وامرأۃ ومجنون**
فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرھم والا فیدخلون علی الاصح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہین جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے
ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل خطا ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب
مذکور ہوچکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجہ بیہ ہے کذا فی الطحطاوی **ولا یعقل کافر**
عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمان کی طرف سے اور مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے **والکفار یتعاقلون**
فیما بینھم وان اختلفت مللھم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک
دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر
تناصر انمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو شرح بیان کیا ہے تم تحقیق یہ ہے کہ دو
مسلمان دار الحرب مین داخل ہون سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی **واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ**
کالقیط وحربی اسلم **فالدیۃ فی بیت المال** فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی وایۃ وجوبھا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ
مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ
اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال مین دیت واجب ہے اس
روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے فلہذا وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرھم قد انعدم وبیت المال قد انہدم ترجیح وجوبھا فی مالہ فیؤدیہ فی
کل سنۃ ثلثۃ دراھم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطقی قال وھذا احسن لابد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی تفسیر من المواضع
انتہا فی ثلث سنین تا فہم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری نیست و نابود
ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا
کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطقی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی
شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال مین ہے تو
اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی **وھذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا** ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال
سے دیت واجب ہے اسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیہ **ومن لم وارث**
معروف مطلقا ولو بعید اذ تضمن وما ثبت الا کفر لا یعقلہ بیت المال وھو الصحیح کما بسط فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور وارث

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام ہو یا کافر ہونے کے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نه دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اُسکو خانیہ
مین شرح بیان کیا ہے ولا عاقلة للعجم وجزم بہ فی الدرر قال المصنف لعدم تناصرہم عجمیون کا یعنے عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر
یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اُنکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لھم عواقل لانھم یتناصرون کالاساکفة والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل محلة القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذا کاسب طلبة العلم قلت وبہ یفتی الحلوانی وغیرہ خانیہ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح
طالب علم باہدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب ومتی فقد التناصر فقد اخذ بہ امر قاسم مرسوما بقضیۃ الفقہ وتمامہ فی المجتبی مین یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون اُسکی کاربرآری مین یعنے اسکو بچالین اُسکی تکلیف ٹالدین
اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للملتقط واخوانہ ان التناصر بینھم بالحرف فھم عاقلتہ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر
مین ملتقط سے منقول ہے اور معنی یہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین مضمون کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن جزم شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبة الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے اُستاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزو مند ہے تو آگاہ رہو ہم یہ وہی قول آخر
جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت ودیة الاقبیاۃ ولا تناصر فالدیة فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نه قبیلہ اور نه برادری آزاد کی
نه حمایت اور نه مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال پر ہم وجوب دیت کا بیت المال پر ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت
شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اُسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے
تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

كتاب الوصايا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب
مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنے مصدر اور وصی ہے کو یعنے جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیة والایصاء یقال اوصی لہ لفلان اسے جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل واوصی
لفلان بمعنے ملکہ بطریق الوصیة وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی لہ لفلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور
وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا بطریق وصیت کے طحطاوی نے کہا لام اور الے کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بات مین تابع ہے صاحب درر کا
فیھیمنذا ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنے بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کسی شی عین ہو یا دین قلت یعنے بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجی مین کہتا ہون
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہوتی ہے ہم بعضون نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار ما فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہوا اور
احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالی فتامله اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالی کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرو ہم کہتے ہیں یہ
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب
ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہے اور بہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا یعنے وجوب حق اللہ سبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا فمستحبۃ اور بنا بر اسی کلام کے جو مجتبی مین ہے
وصیت چار قسم ہے واجب ہے وصیت واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہے فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہے عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ
کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء احباب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہین اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا کی آیت سے منسوخ ہے ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ مفروض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابتیون
کے واسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ مین مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے قائل نہین کذا فی العینی شرح الہدایہ بہا ملخصا وسببہا سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم حموی نے کہا وصیت کا یہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہے یعنے جو اعمال فوت
ہو گئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نہ ہے تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے
بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم و حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے
موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جسکو قرآن مجید مین بتاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سرہانے کے پاس ہو انتہی
حموی نے قاضی خان سے ایک مسئلہ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہے تو شیخین نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہو اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہو اور
وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہون

پڑوسیون کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی و شرطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر و مجنون و مکاتب الا اذا اضافہ لعتقہ کما سیجی اور
وصیت کی شرطون مین سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہین ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا و عدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجی اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہمہ فان بہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو بوجہ اسکے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے صاحب درر نے
کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے یہہ اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہان حیات کہان ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے و کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہے یعنے موصی لہ موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق مین وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نتھا ولا قاتل اور
موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہرصورت وصیت باطل ہے کذا فی
الزیلعی و ہل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الاتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آئندہ مین ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی و کون الموصی بہ قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو خواہ معدوم ہو یعنے فی الحال موجود ہو جیسے باغ کے پھلون کی
وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہین پھر اسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا و ان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بقدر ثلث مال کے ہو طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہے درر کنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان و ما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہون الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا وفی البدائع رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے ہم
فائدہ البیان مین ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق بعد الموت ہے
تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول نہین ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی طحطاوی قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بان یموت
الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مرجاوے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل مثل قبول بالقول
کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثون کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون
الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ
کی چنانچہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا و تجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے بصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اُسکو جائز نہ رکھیں عدم مانع وصیت چونکہ قتل یا مستغرق ہونا دین ہونا وارثون کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنی حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمرون مین کہ تمہارے اعمال زیادہ ہون لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیٰوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار اور نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اُسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اُسکی وفات کے بعد معتبر ہے تو حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوگی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہو تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور ذلک کی دلیل کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سعد بن وقاص کی حدیث ہے جو صحاح ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض لانہ یعتبر وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے کہ مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اُسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اُسکے اُسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہوجاوے نئے سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اُس بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مر گیا کذا فی الطحاوی وندبت بالاقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصصہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے اُنکو استغنا حاصل ہوا ہو کمتر کہا اسلئے کہ کما ندب ترکہا بلا احدہما لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ یعنی وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے یعنی جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی البنایہ یعنی بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیگا مین عطا و مین قہستانی عن الظاہریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر واحد دس ہزار درہم کی میراث پاوے وتقدم الدین علیہا لانہ تقدم علی الارث اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے اور حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہوجاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت میراث کے مانند ہوا کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے یعنی جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اُسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رہین ہے تعلق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی والمملوکۃ بثلث مالہ اتفاقا وکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

فیہا والاسعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شیٔ فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہو بالاتفاق اور یہ اُسکی آزادی کی
وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اُس غلام
کا ہوگا مثلاً اگر موصی کا مال ۹۰۰ درم اور دینار ہو تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہو تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اُسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم
کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوگا اور اگر اُسکی قیمت ۸۰ درم ہو تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اُسکی تفصیل
فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے ویدل ناشیٔ ودراہم من جملۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بجنیس من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر یا درہم
غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں ہوتی کہ اپنا اس مال سے ایک نفس کی ام ولد میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے
اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی یا مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہو اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دینار
معینین کی وصیت کی تو امام فقیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے کیونکہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی ملخصا وفی المنح کذا دیتا اور درم میں درم معینین کی قید
اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور معینین کی صورت میں اختلاف ہے اندر وصیت صحیح نہیں و صحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ لتدخل
لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہو اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بالاتفاق استحسانا کہ نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے
وصیت للحمل و بہ بشرط ولادتہ لاقل المدۃ حمل جانتی ہو اور اتنی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے جیسا کہ مالک کا یوں
کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے اور حمل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر روپوں کی وصیت کی کذا فی الدر رثم اثبات ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولو غابا
سنتین و مینی ابو حنیفۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ باعتبار جوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اُسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہو اور ہو چھ مہینہ کی
مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اُسکا مردہ ہو اور حالانکہ وہ ماں عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کمتر عدت موت یا طلاق
سے کذا فی الطحطاوی مشروزگی بدلیل ثابت ہونے اُسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ
میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی البطن وابنہ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اُس بچہ کے
واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہو تاکہ اُسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہو ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشر سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ
وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت
حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گائے کے واسطے
نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی
میں ہے منسوب با ستیفاء من وقتہا ای وقت الوصیۃ والیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں [illegible]
اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے
وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اُسکا مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا سے
مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا
ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اُسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اُسپر
کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اُسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ لاحد

علی الجنین ولو الجنین فتوا گر بچہ پیٹ کی کا باپ اُسکی طرف سے یہ مال کچھ کرے بعوض اسکے جو نیکے کے واسطے وصیت ہو تو جائز ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت
ثابت نہیں ہے بچہ پیٹ کی کے اوپر کذا فی الدرر الجنین فقلت و به علم جواب حادثة الفتوی و هی انه لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل ولو للحمل الاولی ولا ولی علیه
مین کہتا ہون اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہی کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمین جو حمل کے واسطے وقف
ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہی کہ حمل یعنی بچہ پیٹ کی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہی وصحت بالامة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے
حمل کے صحیح ہی یعنی اگر اون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہی لما تقرر ان کل ما صح
افراده بالعقد صح استثناءه منه والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہی کہ ثابت ہوچکا ہی اصول مین کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین
صحیح ہی تو اسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہی اور جو ایسا نہین اسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہی تو اسکا استثنا
بھی وصیت سے صحیح ہوگا و صح للمسلم للذمی و بالعکس اور وصیت صحیح ہی مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت
مسلمان کے واسطے درست ہی هم دلیل صحت اول کلام الٰہی ہی لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم یعنی
نہین روکتا تمکو اللہ تعالی ان کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہین لڑے دین مین اور نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی
کی دلیل یہ ہی کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونون طرف سے درست ہوا احیاءات مین اسی طرح ممات مین
بھی کذا فی الدرر لا حربی فی داره اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت احسان ہی اور احسان
ہی اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالی (انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہی کہ
اللہ تعالی تمکو روکتا ہی ان کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قیده بداره لان المستامن
کالذمی کما افاده الاجناس مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہی علت وصیت مین چنانچہ
(ابن خسرو کما فی المنح ۱۲)
یہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہی بحث کی راہ سے هم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہی اور
سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہی وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہی کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہی تو یہ احتراز ہی اُس حربی سے جو دار الحرب مین نہین یعنی مستامن یہی
مراد ہی سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہی انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صرح
مذکور ہی کتب فقہ مین قلت و صرح الحدادی والزیلعی وغیرهما و یجی متنا فی وصایا الذمی مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہی حدادی اور
زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن آویگا ذمی کی وصایا مین ولا لوارثه وقاتله مباشرة لا تسببا کما مر اور درست نہین ہی وصیت اپنے وارث اور
اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین هم حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ
لا وصیة للقاتل فعل تسبب جلیسه وضع حجر غیر ملکه مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل القتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازة
ورثته لقوله علیه الصلوة والسلام لا وصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیده آخر الحدیث و سنحققه وارث کے واسطے وصیت درست
نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہی بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھین
یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے
وهم کبار عقلا فلم تجز اجازة صغیر و مجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی و اجازة
المریض کابتداء وصیة اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہی هم یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہو گئی

تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہو تو اجازت مریض کی جائز نہو گی جبتک مریض کے اور
وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہدیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہو وارث نہیں تو اجازت جائز ہو اور تہائی مال سے معتبر ہو کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی
او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے
کہ وہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں او لم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل او الوارث حتی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن
ثمہ وارث آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوا اسکے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور دونوں کا کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبی فلو اوصت لزوجہا بالنصف
کان لہ الکل یعنی مجتبی میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کو واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف باقی بطریق میراث کے قلت انما قیدوا بالزوجین لان غیرہما لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم وقد قدمناہ
فی الاقرار معزیا للاشباہ یعنی کہتا ہوں کہ فقہا نے زوجین کی قید اسواسطے لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث
ہوگا تمام مال کا وہ میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں اشباہ کی طرف نسبت کر کے فی فتاوی اوصی لرجل
بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل ولو کان
لہا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فوائد میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوائے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کو واسطے ششم حصہ ہو اور باقی موصی لہ کا ہو اسلئے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت تھا تو باقی
رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجائے زوج ہو اور اسنے وصیت کی زوجہ نے واسطے کسی کے اور اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہو اور باقی مال موصی لہ کا ہو جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اسمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج
وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ رکھی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز مطلقا ولو فی وجوہ
الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس لڑکے غیر ممیز سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام
میں انکے نزدیک صحیح ہو وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فیجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر ممیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط سنت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرط اسکی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الظہیریہ وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ
یافع یعنی المراہق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے یعنی فاروق اعظم نے
جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک
او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہے تو وہ

جائز نہوگی جیسے کہ قصور ولایت کے سبب سے تو اسکا مالک نہوگا نہ تخییر کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ بالاقرار اسکا مالک نہیں برخلاف غلام کے
چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اسکو ذکر کیا ہے ولا من عبد ومکاتب وان ترک المکاتب وفاء وقیل لا یصح فی صورۃ ترک الوفاء ودرر
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا مال کتابت کے لیے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت
ترک کرنے ادا بدل کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولے مگر جبکہ
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی یا نہ کہ زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یوں ہے اضافا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہم یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز
نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت
عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی
یہاں تک کہ اسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے ہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو گو تکلف سے کذا فی المحیط
در یہی ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید و فروخت اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ
قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود و معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد سنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ
جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ لانہ کان عن عجز قالوا وعلیہ الفتوی سے درر وحجج فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال معین کیا گیا
اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور
وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اس واسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے پھر تو اگر موصی کی موت کے بعد
موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہ ہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی
ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک
بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو ای المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول
کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل
سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ
مرگیا تو اسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع میں جس میں مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ کے واسطے وصیت کی تو وہ اسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول
کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اس شخص کے جسکی ولایت ہو اسپر تاکہ وہ اسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مغصوب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ کپڑے کی
وصیت کی پھر اسکو قطع کیا اور سیا تو اب اسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اسکو زیادہ کردے جو موصی بہ کی ۱۳۰

تسلیم کا مانع ہو بدون اُسکے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ تلت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر مین برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کے اور اُسکی عمارت ڈھا دینے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع ہے نہ اصل مین اور یہ عطف علی القول صریح و عطفہ ابن الکمال تبعا للدرر بأو وعلیہ فہو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر بزیل ملکہ فانہ رجوع کما ذبحہ لکہ ثانیا ام لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے اسیطرح تصرف جو اُسکے مالک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک مین دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح کہا قولہ و تصرف عطف ہے اسکا قول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے کہ اُسکے فعل سے افادہ رجوع ہوتی ہے جنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے و کذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمیزہ اور اسی طرح رجوع ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اُسکا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا انغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی البیع موصی وصیت سے راجع نہوگا اُس کپڑے کے دھونے سے جسکی اُسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہے تابع ہے نہ اصل مین واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہین کرتا وصیت مین و لا بجحودہا درر و کنز و وقایۃ و فی المجمع بہ یفتی و شملہا فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع و فی السراجیۃ وعلیہ الفتوی و اقرہ المصنف اور موصی کا رجوع نہین ہوتا وصیت کے انکار کر لینے سے اسی طرح ہے درر اور کنز اور وقایہ کے متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور باوجود اسکے علی شرح مجمع مین ہے چنانچہ عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین ہم معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین عینی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور امام محمد نے اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی و کذا لا یکون راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربا او اخرتہا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ حرام خواہ سیاج ہے یا اُس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہین و بخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول و تکون للوارث بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ مین نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کو ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین و لو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے و لو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلتا الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے و تبطل ہبۃ المریض و وصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اُسکی وصیت باطل ہے اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت اور وصیت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہین مگر موت کے وقت

وارث ہوگی نکاح سے اور عالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے
سبب سے حکما مضاف الی مابعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف
الاقرار لانہ یعتبر کون المقرلہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقولہا فنکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا
اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی کہ اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے
وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہین وبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت
الاقرار لیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان
ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موجب ہی
ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ انمین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت
موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کلہ اصل
وہو فرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ او مقعد
اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو
اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مطاولہ ہین
قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرحہ ہی مقعد بضم میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو پانون کی بیماری سے
اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنی آدھا دھڑ حس وحرکت سے رہگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اسکو
عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر اگر برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون یعنی چھہ مہینہ اُسکو گذر گئے اور پھلا ہلاک ہونیکا نہ رہا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا اور ایسے مرض کا علاج کرنا بھی
علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر وقیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے
نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ
اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا
قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر جمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور
نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے مؤخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال
تمام وصایا کی گنجائش نرکھتا ہو ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل ایسا ہی کہا
ہی فقہا نے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دونہا الا
زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ
فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام
الطواویسی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے
یون مروی ہی کہ ابتدا کیجائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر

وفی البزازیۃ مذہب ابی حنیفۃ آخراً ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور بزازیہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر فرض تھا اُس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوار ایک مرد نے کہا کہ میں حج کروںگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نکریگا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول ان لم تکف النفقۃ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے و ان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا ہدایۃ وتبیین وملتقی وغیرہا ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کو جانے والا راہ میں مرگیا اور اسنے وصیت کی اپنی طرف سے حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے اسکے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے چاہیے استحسانا اسی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والتبیین والملتقی وغیرہ میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو ہم جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ النفقۃ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہاں سے کفایت کرے وہیں سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد یعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثوں نے اسکو جائز نرکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم سے اور ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ فعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتیں کیں پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند برس زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اسنے یوں نکہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے مرگیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیۃ اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہاں تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیۃ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریۃ دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیۃ کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال لیعلف بہا دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شہر کذا جاز وبطل بیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے ھم خانیہ مین ہے محمد نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا اسکو بیچا تو وصیت باطل
ہو گئی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز ولہ سکناہا مادام حیا ولیس للوارث بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہ ذلک لان لہم الورثۃ القسم
والفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سوا اس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اسمین رہنا
یعنی تہائی گھر مین رہنا درست ہے جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اسکے گھر کی دو تہائیاں بیچنا درست نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے
وارث کو اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثوں سے تقسیم کر لے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل وبحبہ لاخر او اوصی بلحم شاۃ
لرجل وبجلدہا لاخر او اوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوسا ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور یعنی بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی
دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہے ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونوں مرد دونوں کے واسطے
جائز ہے اور دونون پر لازم ہے گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونون پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ
من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت مین اور اسکے چراغ مین اور مانند اسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے
خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اسکے چراغون پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جائے کذا فی الخانیہ
وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے
تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے ھم یہ دوسرا قول ہے
متن کے مخالف کذا فی الظہیریۃ وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقرائے کوفہ کی وصیت انکے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے ھم اور
یہی حکم ہے فقرائے حاج اور فقرائے مکہ کا کذا فی الملتقط وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت
کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال
البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کذا فی الخانیۃ
عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جائے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ مین ابو بکر بلخی سے
مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو
فضل طعام ان کثیرا ضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے انکو جو ماتم پرسی
کے واسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اسکو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرا یا اسکے مکان کی مسافت دراز ہے نہ اسکو حلال ہے جسکی مسافت لمبی
نہین اور نہ زیادہ ٹھہرا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہو تو اسکا تاوان دیوے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی الطعام
للنائحات لثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لہن فبطلت والثانی علی ما کان لغیرہن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی
ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن تک

تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے اوجہ ترکے یہ ہو کہ وصیت کو اس کھانے پر جو سوائے نوحہ گرون اور لوگون کے واسطے پکایا جاے ہم نوحہ گرون کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر قرین ہو ان ہی مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہو یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہو کذا فی الطحطاوی فرع مسائل الحقہ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اٰخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرأ عند قبرہ شیئا معینا وہی باطلۃ سراجیہ وتحقیقہ یہ وصیت
کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اسکی لاش کو اُٹھا لیجاوین دوسرے شہر کی طرف یا اسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اسکی قبر پر
کہگل کیا جاے یا اسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہو کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہو کہ مختار یہ ہو کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہو طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہو اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہو لہذا اسکی وصیت باطل ہو اوصی بثلث مالہ للہ تعالیٰ فہی باطلۃ وقال محمد تصرف الی وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالیٰ کے واسطے
تو یہ باطل ہو امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاے نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہ ہو کہ تمام اشیا حق تعالیٰ کی ملک ہین
تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہین بدون تاویل اور توجیہ کے والمعتبر ظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہو تو موصی لہ کے واسطے سوا ہزار درم کے
کچھ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہوسکین تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصے سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی الوصیۃ
التجنیس ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اصح قول یہ ہو کہ مین نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اُس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہو اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پھر جو اسمین دیکھا تو وہ ہزار درم اور کئی اشرفیان اور جواہرات ہین تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہو بشرطیکہ ثلث مال سے خارج ہو سکے کذا فی المجتبی قال المریض اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہو میرے اُس دین سے جو تجھپر ہو تو وصیت صحیح ہو یعنے بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہو میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہو گا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ
مراد اسپر تعلیق ہو جو ہنوز موجود نہین لیکن ہو سکتا ہو نا مترقب ہو کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہو بیمارون کی وصیت مین
یعنے جو مال بیمارون کے واسطے وصیت مین متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہو گا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہو وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا اُسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکون کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضالی اور مضل ٹھہرے انکو علم الٰہی سے کچھ نصیبہ نہین ولو اوصی للعقلاء
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندون کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہو جسنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کر کے اسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخون مین بجاے لفظ قنیہ کے فتنہ کا لفظ ہو اور صواب یہ ہو کہ قنیہ ہو اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہو چنانچہ منح الغفار مین ہو
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہو واللہ اعلم وعلم ان الوصیۃ فی ید الوصی او ورثۃ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اسکے وارثون کے قبضہ مین بجاے امانت کے ہو کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جاویگا تو انکو ضمان دینا لازم نہو گا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں اوصی لہذا بثلث مالہ و لاخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجایش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استحقاق کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصی بثلث مالہ لزید و لاخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ و لاخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا وقالا اربا عالان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث یحصل اربعۃ فیجعل ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہو تو کل کو ضرب ثلث میں کر تو چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دیے جاوینگے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے انہیں دقت ہے مطلب ظاہر نہیں درر کی عبارت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر بایں معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس زائد کے اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا ولا یضرب الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال وعندہما اربعۃ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یون کہنا اولی تھا فاضرب نصفہا او فاضرب نصیب کل فی الثلث یضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی ثلث مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے ہیں ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنمیں ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہیں ہم محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صورہ ان یوصی لرجل بالف درہم مثلا او بمحاباۃ فی بیع بالف درہم او یوصی بالعتق لعبد قیمتہ الف درہم وہی ثلثا مالہ و لاخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا اور اسکے منجملہ امثلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کے ازادی کی جسکی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اسکے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالوں میں اپنے

[illegible]

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم عمرو کے موصی لہ کو
اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہے اور دوسرے کی
۶۰ درم سو اسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچا جاوے اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جاوے اور موصی کا سوائے ان دو غلامون کے کچھ اور مال
نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہا ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ
۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اسکی وصیت ہر لی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور
اسکا کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا ہونگے ایک سہم اول کا اور
دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہین تقسیم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت در کوشش کریگا ۲۰ درم مین اور ثانی غلام
ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہے کہ زید کے
واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی
وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحاوی والعنایۃ وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے
حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا ولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی وصیت کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین
اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اسنے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا اور لا
بر خلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شے مغائر شے ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عندنا جوہرۃ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی
اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی
اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی مین ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر
وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی ما فی المجتبی اھ لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ
اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی ولہ فی صورۃ
الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے حصہ کے
موصی لہ کے لیے بمثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا والنصف مع ابن واحد ان جاز … موصی لہ کے واسطے
ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے وکذا لہم البنات اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہے ہم یعنے اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ
کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر دینے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ ویقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزء یا ایک
سہم کی تو اسکا بیان وارثون کی طرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو جتنا تمہارا جی چاہے دے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء و سہم کے بیان
متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء و سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل و کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع
نہین اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے اکثر کے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع نہ فرمایا ہے کہ

افضل نصیب اور نقص اور بعض اور خط اور شرکا سہم اور جزکے مانند ہی کذا فی الملتقاوی وان قال سدس مالی لفلان ثم قال ثلثہ لہ واجازوا اثلثہ ای حصۃ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث تقدم کان اوتاخر افذا المتیقن وبھذا اندفع سوال الصدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنے چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہی اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے تہائی مال ہی یعنے اُسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ موخر اسواسطے کہ متیقن سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہی تو کذب ہی اور اگر انشا ہی تو واجب یہ ہی کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وصیت مین احتمال ہی کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہی کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہی لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہی کہ تضعیف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی یکرر لہ سدس لان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہی اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ تو کلام نفی یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اُسکے واسطے ہی پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہی خواہ اُسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہی اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہی سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالدراہم او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولیین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کے واسطے وہ ہی جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنے درمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمون کے مانند ہین ہم یعنے موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلان کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہو گئین تو موصی لہ کے واسطے تمام باقی ہی مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہی ان خرج من ثلث باقی جمیع ما لہ اخی چلپی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی چلپی وثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنے کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ہم یعنے اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور اُنمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنے ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہی برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہی وکالاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا وکالثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنے درم اور غنم کی مانند ہی ہر چیز متحد الجنس جیسا کہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہی کہ اُس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنے ثیاب اور عبید کے مانند ہی ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اُنمین تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہی لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہی تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اُسکو وہی دیا جاوے ہم یعنے اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہی تو اُسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اُسکی تہائی سے اُسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں مثلاً نقد متروکہ ۳۰ درم ہی تو دس درم موصی لہ کو دیں اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اُسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
وثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ لیس کل الثلث والاصل ان المیت والمعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وھذا ما ذکرنا لو اوصی لزید وجدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم کسی چیز
مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب بشرح بحصتہ ولیسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکلجاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا بسبب
شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مات وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہوگیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت میں زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدھما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم انہیں سے یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی البحر واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاھلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جب کہ وصیت
میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال او لولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور بکر کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں
اسواسطے کہ معدوم او میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الشرنبلالیۃ لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں
نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید وسکت کان لہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہاں تک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ ولو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لانہا
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث
مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید ذکر نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا الکل یا الوصیۃ علینا او
نوعا معینا ثلث مال مذکور اس وقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز معین یا نوع معین ہو اما اذا اوصی بعین او نوع من ماله کثلث غنمه فهلكت قبل موته
بطلت لتعلقها بالعین فتبطل بفواتها ولو کسب غیرها لیکن جبکہ وصیت معین کی کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر
وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اسنے
سوا اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیة فاستفادها ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقها بالنوع کتعلقها
بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جاوے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلیئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے
ویسا ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے و قال له شاة من مالی ولیس له غنم یعطی قیمة الشاة اور اگر کہا زید کے واسطے
گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاویگی بخلاف قوله له شاة من غنمی ولا غنم له فیلغو لانه
شاة لم فاتها باطل ہے بخلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی
نہیں تو وصیت باطل ہو گئی وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ ماہیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور
مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو
غنم کا ایک فرد قرار دیا و کذا لو لم یضفها لماله ولا غنم له قیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا اور حالانکہ اسکے ملک میں غنم نہیں ہے تو وصیت
باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے و کذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوها زیلعی اور اسی طرح گوسفند کے مانند حکم ہے ہر قسم
میں اقسام مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند انکے کذا فی الزیلعی و بثلثه لامهات اولاده وهن ثلث والفقراء والمساکین لهن ای لامهات الاولاد
ثلاثة اسهم من خمسة و سهم للفقراء و سهم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقله اثنان قلنا ال الجنسیة تبطل الجمعیة اور اگر وصیت
کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں سے
اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ
جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور یہ الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر
میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے و بثلثه لزید وللمساکین لزید نصفه ولهم نصفه وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے
واسطے تو زید کے لیے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیئے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثه لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی
اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک
کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد وقال محمد لا الا اثنین علی ما مر فلا یجوز صرف مال المساکین لاقل من اثنین عنده والخلاف
فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعة وقال ثلث مالی لهذه المساکین لم یجز صرفه لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے
اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین
کے واسطے ہے اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا
سو اگر اسنے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ہے

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرهم جاز عند ابی یوسف وعلیه الفتوی خلاصۃ شرنبلالیه اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیروں کے واسطے سو وصی نے انکے سوا اور فقیروں کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیۃ ہ اوصی بمائۃ لرجل وبمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معهما فله ثلث کل مائۃ لتساوی
حصتیهما فامکنت المساواۃ فالکل ثلثا المائتین اور اگر وصیت کی سو درہم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درہم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے
کہا میں نے تجھکو شریک کردیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گئی تینوں کی
برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیاں ملینگی ولو بأربعمائۃ مثلا ولآخر بمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معهما فله نصف ما لکل منهما لتعذر المساواۃ لتفاوت نصیبیهما فاوی
کلا منهما اور اگر مثلا ۴۰۰ درہم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درہم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو
دونوں کے ساتھ شریک کردیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصے سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونوں کے حصوں کے تو تیسرا مرد دونوں کے برابر ہوگا
جب دونوں کا حصہ متفاوت ہو تو تینوں شخصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو عمل کیا ثالث کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشرکت کا مفہوم بقدر امکان
صحیح ہو وبثلث ماله لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معه فالثلث بینهما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر
دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کیا اسکے ساتھ یا تجھکو داخل کردیا اسکے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے مساوات
کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لورثته لفلان علی دین فصدقوه فانه یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانا
شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تم تصدیق کیجیو تو اسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسانا اسکی وجہ یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار
اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قوله کل من
ادعی علی شیئا فاعطوه لانه خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوے کرے تو اسکو دیجیو تو اسمیں تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے
ہم مینے تصدیق مدعی کی بلاحجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیه فیجوز من الثلث وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر
وصی اسکا دینا مناسب یا مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہوجاویگا اور وصیت ہوجانے کی یہ وجہ ہے کہ اسنے وصی کو اختیار دیا
کذا فی المجتبی ولو قال ما ادعی فلان من مال فهو صادق فان سبق منه دعوی فی شیء معلوم فهو له والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوے کرے
مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شئ معین میں سابق ہوچکا ہو تو وہ شئ مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوے نہیں تو وہ چیز اسکی نہیں
کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قوله لورثته لفلان علی دین فصدقوه عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ
پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اسنے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو تہائی
مال جدا کیا جاویگا وصیت والوں کے واسطے اور دو تہائیاں جدا ہونگی وارثوں کے واسطے ہم نے ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوے کرے تو اسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اسکے مال سے تہائی اہل وصایا
کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی
تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوه فیما شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا
اور وارثوں سے کہ ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر میں کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ہم نے کہ ہر فریق نے
اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ میں دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اسکے حصے میں نافذ ہوگا کذا فی العینی الکبیر وان الدین وان کان مقدما
علی الحقین الا انه مجهول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہیں ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہی پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہی کہ عدم
تقدیم دین یہاں اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکر اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہی جو مذکور ہو گیا یعنے
لتصدیق الفریقین کی فیوخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لہم بثلث ما اقروا بہ والباقی لہم تو جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے
اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا اسمین ادا کرنے کے وہ انکا ہی یعنے جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو کہ
تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم ان ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنے
ہر فریق یون قسم کہائے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین قلت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لم ارہ
باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح
کتب فقہ مین نہین دیکھی ولیتنی ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث براجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہی کہ آیا انکو لازم ہی یہ کہ مقر لہ
کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض
بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ
نصف الوصیۃ وبطل وصیۃ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولہذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اسی قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہی وارث کی اجازت
سے ہم بخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا سب زندہ کا ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم
بھی نہو گا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہ
اقرار ہی عقد سابق کا یعنے دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پھر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ وصیت انشا اور
تصرف ہی یعنے وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہی موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہی وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب
اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہوسکتا کیونکہ اسکی خبر کے خلاف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین
شریک ہوجاتا ہی کذا فی الطحاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد و
عندہما بطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہ یعنے عدم صحت اقرار اسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے
حصے مین باطل ہی اسوجہ جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلاثۃ انفس لکل
منہم ثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ بجہالۃ المستحق کوصیۃ
لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان
تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل
ہو گی بسبب مستحق کے معلوم نہونے سے جیسا ان دو مردون مین سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہی یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین نے

کہا

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جاوے گی بسبب جہالت کے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا الباقی منہا فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وہو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث ساقط نکرین اور باقی کپڑون کو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثون کا
انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم للذی الجید ثلثاہ وللذی الردی ثلثاہ وللذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونون کپڑون
مین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ برابر کرنا بقدر امکان کے واجب ہے اور اگر کسی شخص کیلئے ببیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فمثلہ فی حظہ فلہ مثل ذرعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے
دو شریکون مین سے ایک شریک نے مشترکہ گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصہ مین واقع نہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹھری کے برابر گزون سے زمین دیجاویگی صدر الشریعہ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یہ
کہتا قسمت کیجاوے پھر اگر کوٹھری اسکے حصہ مین آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترکہ گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور مین یعنی اگر دو شریکون مین سے ایک نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصہ مین واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصہ مین نہوئی تو اسکے برابر زمین اسے دیجاویگی تو بیان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے
وبالف عین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم معین یعنی معین کی
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا تبرع فلہ الرجوع قبل التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا نہ دینا
جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا ابتدائی احسان کے تھا اسپر جبر نہ تھا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھر لینا جائز نہین
کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون
علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اسکے کہ اگر موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثون نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہان وارثون کو اجازت کے بعد منع جائز نہین بلکہ انپر زبردستی ہوگی
تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی کی جانب سے مالک ہوتا ہے ہم حنفیون کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج سے صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہوئی اور مانع تھا
وارثون کا حق سو پھر جب وارثون نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ
بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا غیر استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی فی ایدیہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وبثلث ما مع اخیہ
اور اگر دو فرزندون مین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصہ کی تہائی
مین صحیح ہے نہ اسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونون فرزندون کے
پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی اسکا اقرار اسکے حق مین مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق مین بخلاف ما
لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث بخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفاء دین ہو اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملیگا

اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح و بأمتہ فولدت
بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور
اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونون موصی لہ کے ہیں والا یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء
اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون
برابر لیگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درہم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم
کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درہم ہوئے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک
ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت میں بالتبع داخل ہے اور خارج ہے وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا
تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونون میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نرہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی العمادیۃ ہذا اذا ولدت
قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ
اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے
اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اُس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنے اسواسطے
کہ وہ وصیت کی تحت میں داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیماری کے آزاد کرنے میں ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اُسوقت میں جبکہ وارثون کا حق متعلق
ہوگیا لہذا اُسکو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اُسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز
ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز میں منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرتا ہے اور تصرف
مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت
مین ہو تو اُسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت میں ہو تو اُسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ
معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے
نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اُس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اُسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے
اور نکاح مرض میں بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح
احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اُسمین تبرع نہیں ہے والمضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ
بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ
یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا
ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غیر ہم کا حق متعلق نہیں ہوتا مریض کے مال سے مگر اُسکے مرض الموت میں اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہوگیا
کہ اُسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبیٰ ثم رمز حد التطاول بسنۃ وفی المرض

المقید البیع بصلوٰۃ قاعدًا اور جابندا و مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالدے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام
شرعی میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد یہ بیان کی ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو صاحب کر دے نماز کو بیٹھے ہم مرض معتبر یعنی جس
مرض میں نفوذ تصرفات انشاے کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ المریض کا اعتاق
اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں
اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ
کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خریدنا اور قیمت
مثل سے ناقص بیچ میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ
و لیعتبر جمیع تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون میں جسکا [illegible] کا وقف
باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ومراکم اصحاب الوصایا فی الضرب اور باطل وصایا سے مراد [illegible]
یعنی عتق اور محاباۃ اور [illegible] اور مضمون [illegible] اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال [illegible] فہو المراد [illegible]
لینگا اور قیمت میں ہر ایک حصہ [illegible] مزاحمت کا مطلب یہی ہے کذا فی الطحطاوی ولم یصح الجبر ان الجبر متعلقہ [illegible] بالاجازۃ
اور غلام سعی کریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ
ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور
اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہو یعنی تہائی میں دونوں تصرف کی گنجایش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر مثلا اسکی یہ ہے
کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر کسی غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوا ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی
سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی
تو دونوں برابر ہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم
کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محابات دو سو کے غلام کو ۱۵۰ درم میں
خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ
عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہو کہ اسکی طرف سے غلام آزاد
کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو جاوے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ
متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج بخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج
کیا جاوے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں
وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل الوصیۃ بالعتق ان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع
بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنی یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت
باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی تو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا
موت کے بعد موصی کے دین میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ [illegible]

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا انکے التزام
کے سبب یعنی انہوں نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ تبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین
لانہ منکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسواقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص
نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوے کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہو مگر ثلث
مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم
کے ساتھ ولا شئی لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا فانہ الامر ان القوم مثلوا الزید فغیرہ المصنف ولا نسبہ
ثانیا واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح متن اور شرح کے نسخوں میں لاشئی لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہے ولا شئی
لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہو نہایۃ الامر یہ ہے کہ قوم یعنی فقہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل
دی ہے سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغییر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شئی من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے
کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا مثلا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجۃ علی
دعواہ فان الموصی لہ خصم لاثبات حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت میں تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ
وہ اپنے حق کا ثابت کرنیوالا ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث
یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئی اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت میں اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوا اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت
صاحب دین کو دیجاوے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ کوشش قیمت میں نکریگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا سب سے
اعتبار کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ہوتا ادنی سے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں
تو اسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والفا درہم فادعاہا رجل دینا وآخر ودیعۃ
وصدقہما الابن قال الفا بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور اسی بنا پر خلاف مذکور ہے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے
سو ان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی
تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ
میں اوصیت میں خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عنہ
الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیہ یعنی میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہے سو یوں کہا ہے کہ امام
نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہیں اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان
شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایہ پیشتر بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان میں جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار
الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ او پڑوسی وہ ہے جو اسکے گھر میں ملاصق او متصل ہو اور صاحبین رح نے کہا کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور
محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی رح نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہے ہر
ہر طرف سے ہم محمد رح نے املا میں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گھر کے ملاصقین کے واسطے ہے خواہ انکے دروازے قریب ہوں
یا بعید ام تم کچھ نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم لانہم یسمون اصہارا وہی سکو حتہ او
معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہیں جیسے عورت کے باپ دادے اور اسکے
چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنیں اور انکے سوا سے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح میں یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو
فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہو گا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہو گی
قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایۃ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ
حلوانی رح نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور
خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برہان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ
میں اسکو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث فاعتق کلمن ملک
منہ الف انما ذکرہ السند الیہ پھر عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے انکو مکاتب کیا ادا سے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصہ میں آئے تھے انہوں نے انکو
آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں اور وہ سو خانہ وار تھے انتہی صہر او ختنہ زوج کل ذی
کذا فی الفتح قلت الموافق لعامۃ الکتب فاذا رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہے جیسے اسکی
بیٹیوں اور پھوپھیوں کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل ذی رحم
من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المراۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ
والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہروں کے ہر قرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف صہر اور
ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے
اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے
یہ اشارہ اسطرف ہے کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا
کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر مما لیکہ وقولہما استحسان شرح ملتقی قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امراتہ انتہی قلت وجوابہ
فی المطولات اور اہل عبارت ہے اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ میں ہو اہل ہے سوا اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول موید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نجینٰہ
نجات دی لوط اور اسکے اہل کو سوائے اسکی عورت کے انتہیٰ قول میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے سو استدلال
مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت بزوجہ کے واسطے بدلیل نصوص ہے قال تعالیٰ وسار
باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تاہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحطاوی مختصراً وآلہ اہل بیتہ فیدخل فیہ المنتسب الیہا
ویدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی
اور آدمی کی آل عبارت ہیں اسکے اہل بیت اور کنبے اس قبیلے سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ
مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اسکے پچھلے سرے تک باپ تک پدر اقصیٰ
کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصیٰ مضاف الیہ ہے اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ہم پدر اقصیٰ اسلام میں مثلاً علی یا عباس
رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو سب داخل ہیں جو علی مرتضیٰ کی طرف منسوب ہیں نسب کے بالائی کی جانب سے وہ شخص جسکا نام آل ہو
سادات میں الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ بے شمار ہوں
کذا فی الاختیار ہم عبارت اختیار کی یوں ہے ان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر محصور ہوں اور
یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ واشبہ وزوجتہ کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لا یحصون اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ
اور دادا اور اسکا بیٹا اور اسکی زوجہ کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ لوگ وارث نہوں ہم عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث
کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اسکی
بیٹیوں کی اولاد اور نہ اسکی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اسکی ماں کا قرابت دار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف
وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اسکے باپ کے اہل بیت ہیں اسواسطے کہ انسان ہم جنس ہوتا ہے اپنے باپ کا
نہ اپنی ماں کا ہم غایۃ البیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر باپ کی طرف سے ہے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کالجنس اور اسیطرح
موصی کے اہل بیت اور اسکے اہل نسب اور اسکی آل اور اسکی جنس کی مانند ہیں تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولو اوصت
المرأۃ لجنسہا اولاہل بیتہا لا یدخل ولدہا لان ولد المرأۃ لا ینسب الیہا بل الی ابیہ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے
وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکون ابوہ
من قومہا فحینئذ یدخل لانہ من قومہا وغیرہا کافی وغیرہا فلیحفظ ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم
وفی شرح الوہبانیہ لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ کہ باپ اس فرزند کا اس عورت کی قوم سے ہو تو اسوقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں
داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں کہ اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت
فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوے ابن نجیم کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا افتوٰی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ
سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اسپر جسکی ماں سیدہ نہیں الا انہ لا یکافی الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ہم فتاوے عالمگیری میں بدائع سے
منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص ہے پدر کے ساتھ جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اسکو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور

ہمسر نہین اور اُسپر وہ مال نہین جو سادات پر وقف ہو الا بنص واقف اور یہ حدیث ہی کہ (کل نسب ابن انثی فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانا ولی) تو ابن
اگرچہ عورت کا نسب مشہور ہوا تو یہ خصوصیات سے ہی چنانچہ لفظ حدیث مفید ہی اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی وان اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ
لذا المتن قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے
یا اپنے قرابت والون کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہی قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اوسکے
قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہی مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع
ٹھیک ہی ہم لذی قرابتہ مفرد ہی اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہی لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا
ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان بل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد ولو ممنوعین بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ الوارث اور اقارب
کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہین اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا غلامی کے
چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہی بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہی ہم وجہ نافرمانی کی یہ ہی کہ اہل لغت کے عرف مین
قریب اسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سب سے اقرب والد کا والد ہے بنفسہ ہی لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر
الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسی کو
پسند کیا ہی اختیار شرح مختار مین ہم قہستانی نے عالمگیری مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہی ویکون للاثنین فصاعدا لانہ اقل الجمع
فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کے واسطے ہوگی اسلئے کہ وصیت مین میراث کے مانند اقل جمع
دو ہین ہم امام نے اس وصیت مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہی اول یہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب
فالاقرب معتبر ہو اور المحجوب ہی اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی عالمگیریۃ فلو کان
للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو وصیت اسکی دونون چچاؤن کے
واسطے میراث کے مانند ہی اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کے واسطے اور دو حصے ماموؤن کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا
اشارہ کیا کہ تساوی وسائر کے وقت جہت اقوی معتبر ہی تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف
وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کے واسطے نصف مال کی وصیت ہوگی اور دونون ماموؤن کے واسطے نصف باقی ہی اور صاحبین نے
کہا تین تہائی مال ہوگا یعنے ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ولیرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا
ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہی اور نصف ثانی اوسکے وارثون کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہین ولو عم وعمۃ استویا
لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قرابت یکسان برابر ہی ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف
وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب مین دادھیال اور ننھیال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی ولو لولد فلان فہی للذکر والانثی
سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہی اسواسطے کہ ولد کا
اسم مرد اور عورت دونون کو شامل ہی یہان تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہی ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا
فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیان اور پوتے ہون تو وصیت

[illegible] فالاقرب [illegible] ۱۲

بیٹیوں کے واسطے کو حقیقت میں حمل کرنے کی راہ سے پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور یہاں لا اکثر حقیقت
مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرفت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام با وصیت بیکار و بیہودہ نہو
ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریہ ولا یدخل
اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولو لورثۃ فلان للذکر
مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ
موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا اے الوصیۃ ہنا اے فی الوصیۃ لورثۃ فلان وما فی
معناہا کعقبہ موت فلان قبل موت الموصی لورثتہ او لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے
کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکے معنی میں ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت میں صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے
وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر
اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر مثل الانثیین کما مر پھر اگر وارثوں
کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملیگا تو انکے مابین
مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ
او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثوں و عقب کے واسطے
وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم
لا یتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی
فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثوں اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثوں اور عقب کے واسطے اسلیے کہ
وارثوں کا اسم شامل نہیں انکو مگر بعد مرجانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وعقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مات
فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا اسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت
پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی انمین بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں اسواسطے کہ وہ
اپنے باپوں کی عقب ہیں نہ اسکے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو قولہ انہ لذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعمیانہم
وزمناہم وارامہلہم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امرأۃ ولو نذرہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم ذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت
کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور انکے اندھوں اور لنگڑوں اور انکے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی
اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہو چکنے بعد یتیمی
نہیں ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ ان میں
عورت اور مرد یکسان ہیں وقسم بینہم بالسویۃ ان احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے
معین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا انکو واسطے عدم جہالت اور انحصار کی

ابویوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا ہو سکیں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ سو سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی راے پر
مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضیخان والا فالفقراء منہم یعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ
غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال انکے محتاجوں کو دیا جاے وصی کو اختیار ہے انمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اس سے قربت مراد ہوگی ہم دریں ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی اور یتیم اور نابینا
اور لنگ کے اسامی احتیاج پر دلالت کرتے ہین تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی المحیط اوصی لبنی فلان یختص بذکورہم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی
بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزندوں مین تو انکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہون الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ
فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو
بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین ہم جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین
ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا جیسے تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا یہ کہ فلان پدر خاص ہو جماعت کثیرہ کا بدون اسکے معلوم کرنا چاہیے
کہ فخذ ترکی اسامی سے پہلا نام شعب ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور
ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العنایۃ مختصراً وکذا یدخل فیہ الحلیف ومولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ [illegible] والا فالوصیۃ باطلۃ اور
اسی واسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو انمین مولاے عتاقت اور مولاے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل
ہو جاتے ہین یعنی جبکہ وہ لوگ منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے [illegible]
بامر [illegible] وهو معلوم والکلام لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ فی [illegible] مسائل مذکورہ مین قاعدہ
یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر دے حاجت سے جیسے بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر قربت کے یعنی
اس حالت مین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا
تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان آخر شرح مختار مین ہے
اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنیوالے اور آزاد کردہ
دونون موجود ہین اسنے وصیت کی اپنے مولے کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیوں کے
نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہو ہم مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا
اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ مولی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری
ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات کے یعنی خواہ
کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت مین واقع ہو ہم صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اسی دلیل سے
کہ نفی مشترک مین منافی نہین اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا [illegible] لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا اتفاقا
فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہم وهو غیر مختلف [illegible] واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین
مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہی موالے اعلی یعنے آزاد کنندہ اور موالے اسفل یعنے آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہی مشترک واقع ہونے نفی مین بلکہ اسوجہ سے کہ قسیم کیا ہی موالی نے شخص کا بعض باعتق ہوا و بعض بغیر یعنی بعض ہیں مابین الاعلی والاسفل کذا فی المنح یہاں مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین ثم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور مین عموم مشترک کا قرینہ نفی ہی اور علما کے نزدیک علت عموم مقتضی ہی نفی الا اذا عینہ ای الاعلی والاسفل قبل موتہ فیصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت مین موصی تعیین کردے موالے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنے مانع صحت عدم تعیین تھی سو زائل ہوگئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی مین داخل ہی وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری مین ولا یدخل فیہ مدبرہ وامہات اولادہ عن ابی یوسف یدخلون اور موالی مین داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہی کہ وہ بھی داخل ہین ثم عدل دخول کی علت یہ ہی کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہین مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہی موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقق اسم کا ضرور ہی کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء ویدخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں مین وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ مین اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اُنکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنے بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت مین داخل نہوگا ثم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی مین اعلی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنے جو مسائل جانتا ہو بے بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہی اور اسکو وصیت مذکورہ مین حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کمیاب ہی الا ماشاء اللہ تو علما ہمسائل دان متفقہ ہین فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہی اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہین لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ الا انہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیت مین ذکر کر چکے ہین کہ قبرون پر مٹی لگانا قول مختار مین مکروہ نہیں ہی تو لائق یہ ہی کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ یہ وصیت ایک مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح مین ثم یہ ستدراک ہی فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہما فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف مین کہتا ہون اور اسی طرح یہ لائق ہی کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قراءۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بہ قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہین تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہی مطلقا یعنے خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ مین ہی کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وکتبناہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ سنۃ فاق الحاکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین یہ تحریر اور تنقیح کی ہی کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہی تو اگر اس مکان مین قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اُس مال کا جو کہ اسکے واسطے مشروط ہوا ہی اسواسطے کہ شرح منظومہ مین ہی کہ ضرور ہی اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہی اسکے غیر مین پڑھنے یا درس کرنے سے

واقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو معتبر کرنا حاصل نہیں ہوتا ہے صاحب تنویر الابصار نے کہا کہ تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جس کا نام الدرۃ السنیہ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں جب مصنف نے وصایا از اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا از منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسی طرح موت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بیناہ فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں اسکو بیان کیا ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وبغلتہما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی انکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جائیگا وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جائیگا وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی تو موصی لہ کی ہے اور دو تہائیاں وارثوں کی اما فی الوصیۃ بالغلۃ فالقسم علی الظاہر اور گھر کی حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم ہوگا بنا بر ظاہر روایت ہم قدوری اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائیگا اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہیگا اور وارث باقی میں اور موصی لہ کو کرایہ ملیگا اور وارث [illegible] کذا فی الطحطاوی وتہایئا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ انکی خدمت کریگا یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اسمیں باری معین ہوئی بخلاف گھر کے کہ اسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمتہ وسکنی قسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ کل اسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اسمیں غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا فی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا لو ظہر مال آخر وتخرج ما فی یدہ فیزاحمہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں ہے گھر کی دو تہائیوں کا جو انکے قبضہ میں ہے بیچنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے نکل آنے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اس تہائی گھر کے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے تو اسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یؤجر العبد والدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے موجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جس قدر کا مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر کا مالک کردینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدام العبد اوسکنی الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تمکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم [illegible] عبارت ہے [illegible]

اور دونا جائز ہے تو غلہ خدمت اور سکنی کا ولا یخرج الموصی له العبد الموصی بخدمته من الکوفة مثلا الا اذا کان ذلک مکانه واهله فی موضع آخر
ان یخرج من الثلث والا فلا یخرجه الا باذن الورثة لبقاء حقهم فیه اور باہر نہ لیجائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلا مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے
اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کو لیجانا اسوقت جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجائے
بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ہم خلاصہ یہ کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر لیجا
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل وعیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے
موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہی ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہاں لیجائے طحطاوی نے کہا یوں کہنا
بہتر تھا من الکوفة الی البصرة الا ان یکون ذلک مکانه اور اسم اشارہ راجع ہوتا البصرة کی طرف تو واهله فی موضع آخر کی حاجت نہ رہتی وبموته ای الموصی له فی حیوة الموصی
بطلت الوصیة اور موصی لہ کے مر جانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اسکا مستحق نہ رہا وبعد موته یعود العبد والدار الی الورثة
ای ورثة الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھر آتا ہے بحکم ملک (شیخ) چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث ہونگے الاکسیر ولو اتلفه الورثة ضمنوا القیمة لیشتری بها عبد یقوم مقام الاول ولهذا امتنع المریض من
التبرع باکثر من الثلث کذا ذکره المصنف فی الزمین اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے اور اسی لیے ممنوع ہے احسان مریض کا تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح کی کتاب الزمین میں ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع ضمیر اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار
کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ایضا واذا اوصی بهذا العبد لفلان وبخدمته لآخر وهو یخرج من الثلث صح کذا فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی
ایک شخص کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا
پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیة والنفقة اذا لم یطق الخدمة علی الموصی له برقبته الی ان یدرک الخدمة فیصیر کالکبیر والنفقة للکبیر علی من له الخدمة
اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نہ کرسکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک
کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان
ابی الانفاق علیه رده الی من له الرقبة کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمة اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے
اسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا
فان جنی فالفداء علی من له الخدمة پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی مثلا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت تھی
ولو ابی فداه صاحب الرقبة او یدفعه وبطلت الوصیة اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث
کو حوالہ کردے اور وصیت باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں وبثمرة بستانه فمات وفیه ثمرة له هذه الثمرة فقط اور اگر موصی نے
اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہیں تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہیں نہ آیندہ پھل وان زاد ابدا له هذه الثمرة
وما یستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہیں اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیة بغلة بستانه
فان له هذه وما یستقبل ابدا اور اسی لیے وصیت غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی جو
آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملا دے یا نہ ملا دے ہم ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا اگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہو تو موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل ہیں بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان واستثناء بحالہا ثمرة عین الوصیة فہی کالوصیة بالغلة فی انہ تتناولہا الثمرة المعدومة ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہو ثمرۂ معدومہ کے شمول میں جب تک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اُسنے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اُسکی مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اُسکو ملتا رہیگا وفی النہایة الثمرة والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلة لانہ ہو المنتفع بہ ہمارے کلام فقہ میں فصل الخدمة اور غنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جسمیں باغ کا قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہو گیا تنبیہ الغلة کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرة الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغة غلہ عبارت ہے ہر ایک اُس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اُسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغة ہم کہتے ہیں یعنی اسی طرح مذکور ہے قلت فظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلة فلیحرر میں کہتا ہوں قولہ ظاہر اسکا یعنی فلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ میں داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنی ظاہر قول لینے فلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اُس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اُسکا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اُسکا حق ہے اور وہی اُسکی بیع کا مالک ہے اصالةً یا وکالةً اور غیر شخص کی بیع اُسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اُس نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم و زاء منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بجائے مہملہ و رائے مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ شامل غلہ کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اسمیں وہ امر یعنی ٹہنیاں اور اوراق اور حطب اور ثمر سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی والصوف علی ظہرہ وولدہا ولبنہا لہ باقی فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیة بخلاف الثمرة بدلیل صحة المساقاة اور اگر اپنی بھیڑوں کے صوف کی اور انکے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اُسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی بر خلاف پھل کے کہ اسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل مسجدا لزوال المانع بالاجازة تم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اُسکے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہو گیا وان لم یجیزوا جعل ثلثہا مسجدا رعایة لجانبی الوارث والوصیة اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے وبظہر فرس فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیة وعندہما تجوز اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیة تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرة کالوصیة بالغلة والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بثلثہ للمسجد لم تجز الوصیة لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

(و) انقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے
اسکو جائز رکھا ہے [illegible] اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاذ البحر الرائق کے مصنف نے [illegible] وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے
اور پھیر لیا ہے [illegible] الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الموصی ینفق علیہ یجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ
موصی کہے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال اوصیت بثلثی لفلان او فلان بطلت
عند ابی حنیفۃ لجہالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسف لھما ان یصطلحا [illegible] اخذ الثلث وعند محمد یخیر الورثۃ فی [illegible] واعطوا الموصی سے
کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب
مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تہائی مال کے
لینے میں خواہ نصف نصف پر [illegible] کر لیں یا کم بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے کہ ان میں سے
جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی حربی مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں فی [illegible] جعل دارہ بیعۃ
او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فھی میراث لانہ کوقف لم یسجل کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مرگیا تو وہ
وارثوں کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی مانند ہے [illegible] بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادت خانہ نصاریٰ کا اور آتشخانہ معبد مجوس کا ان عبادت
خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے دار الاسلام کے شہروں میں [illegible] معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ
انکا بنانا معصیت [illegible] لیس [illegible] لانہم یسکنون [illegible] ویدفنون فیہ موتاہم [illegible] یورث [illegible] لانہ [illegible] محرزا
خالصا للہ تعالیٰ [illegible] اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاریٰ اسمیں رہتے ہیں اور اپنے مردے اسمیں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد
بھی اسطرح ہو یعنی اسمیں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقیناً ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے [illegible] اسواسطے کہ اسوقت میں محرز خالص اللہ تعالیٰ کے
واسطے نہ ہوگی [illegible] صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاریٰ کے حق میں ایسا ہے جیسے
مسجد ہمارے حق میں پس اسمیں بیع اور میراث جاری نہ ہونی چاہیے وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فھو جائز من الثلث ویجعل تملیکا او
اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی انکے واسطے وان
اوصی بدارہ ان یبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری [illegible] لقوم غیر مسمین صحت عندہ لا عندھما [illegible] انھم یترکون وما یدینون
تصحیح [illegible] اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات میں بنایا جاوے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک
اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر
تو وصیت صحیح ہوگی یہ دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں و وصیۃ حربی
مستامن لا وارث لہ ھنا بکل المال لمسلم او ذمی [illegible] کذا فی الوقایۃ [illegible] جائز ہے اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں
دار الاسلام میں تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایہ [illegible] اختیار نہیں اسکے ان وارثوں کا جو دار الحرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ در حکم
اموات کے ہیں ہمارے حق میں [illegible] بنصف مالہ [illegible] لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی
[illegible] وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثوں پر رد کیا جائیگا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک

یعنی ولکذا لو اوصی لمستامن مثلہ اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت
او دبرہ او اوصی بہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اس
دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اس واسطے کہ اسکے وارثوں کا حق واجب الرعایہ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز فی الظاہر
زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول ظاہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ
لانا امرنا ببناء الاحکام علی الظاہر [illegible] اور اہل ہوا [illegible] خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے
امر میں اس واسطے کہ ہم مامور ہیں [illegible] اسلام ہے وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اگر
اہل بدعت [illegible] یکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع اہل [illegible]
یعنی جو نفسی ہوا ہے نفس کا تابع ہوا بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اسکے کفر کا حکم ہو جیسا کہ ایک گروہ انہیں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا اکبر ہے تو وہ مرتد
کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح پر اس واسطے
کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی تو اسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ
وہی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق الاباحۃ والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یحصون اور وصیت مطلقہ
یعنی غیر مخصوص جیسا کہ یوں کہا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے
وصیت کو عام کردیا ہو جیسا کہ یوں کہا کہ اس میں سے کہائے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اس میں سے صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر
معین شخص کے واسطے اور غنی بیشمار ہیں [illegible] وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جس میں غنی و فقیر دونوں مذکور ہوں فالوصیۃ
الوصیۃ بہ ای بالمعین لقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص
ہوئی جیسا کہ موصی کا یوں کہنا کہ اسقدر مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالداروں معین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے
تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ المصنف اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے جیسا کہ مصنف نے درر میں اسکی تحریر
اور تنقیح کی ہے یعنی وقف مطلق [illegible] فقیر [illegible] غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کردے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم
اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کردیا تو انکو حلال ہے اور وہ [illegible] اسکا بیان [illegible] چونکہ [illegible] ضرور یہ کلام سابق سے مفہوم ہوتا ہے تضمنا
اور [illegible] اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے [illegible] ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی وفی جامع الفصولین [illegible]
کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے [illegible] اسکا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل [illegible] شارح کے اوصی بثلث مالہ للصلوۃ
جاز للوصی صرفہ للورثۃ لو محتاجین [illegible] بغیر قرابۃ الولاد [illegible] یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثۃ ولا حدہم یعنی
[illegible] محتاجین حاضرین بالغین [illegible] اور حاضر غیر راضی [illegible] نمازوں کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کے وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جنپر صرف کفارہ
جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں بر خلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثوں پر اور ایک
وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں [illegible] سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہو تو جائز
نہیں ہم نے غیر قرابت ولادت کی قید اسلیے لگائی کہ اسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اسکو معین کردیا ہو ہشام نے محمد رحمہ

روایت کی گئی ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انھون نے اتفاق کیا کہ انکو واسطے
وصیت کا مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اسکو دیا جاے تو جائز ہے اور وارثون مین صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی
ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوٰۃ لرجل معین لم یجز لغیرہ به یفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین
کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے [illegible] لہذا الغیر وصیت جائز [illegible]
زیادات مالہ دیون فی المحسن فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز ولا بدمن القبض ثم التصدق علیہم بیچ مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کے واسطے
اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اس مال کا اون سے قبض لینا
کرنا پھر انکو صدقہ دینا [illegible] صدقہ [illegible] کفارہ [illegible]
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال
مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کریگا [illegible] اصل [illegible]
بعد مر جانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اسپر دیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل قنیہ سے ذکر کئے ہین وفی الجواہر
اوصی الرجل بعقار ومات وقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی لم تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن والوصیۃ
اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر مین ہوا اور حالانکہ
اسکو قسمت ترکہ معلوم ہوی اور اسنے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو
ہم عقار عبارت ہی ترجمہ [illegible] کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی ان [illegible] بعد موتہ قبل القبض صح لجواز
التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اسنے گھر کو بیچا بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو جائز ہے اسواسطے کہ وصیت
کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وفی تصحیح [illegible] الولد لیا والوالد [illegible] الابن الاب [illegible] زمین کو وقف
کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ پر [illegible] للشفیع من ید الموصی لہ
تو ثمن الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ [illegible] الوصی بمال الغیر [illegible] گھر کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے
سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھ نہ لیگا
اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہین اور جب گھر شفیع لیگا حق شفعہ کی
علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن سے مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے تقسیم سے ثمن [illegible] لیگا کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے ہم عرب بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال مین تصرف کرنے کی بابت بعد موت کے وصیت
کی اور اسکو مفوض الیہ اور وصی بھی کہتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اسمین خطرہ ہے ابو یوسف سے روایت ہے
اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہون ابو مطیع نے کہا کہ مین نے
۲۰ برس قضا کی اپنی مدت مین وہ شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان رد عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیا وصیت کی بیچ ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہم سو واسطے کہ وہ ابتدا مین متبرع ہی اسپر قبول کرنا واجب نہین چاہئے اسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہی کیونکہ موصی کو اختیار ہی کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اُسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہی سو واسطے کہ بنا رد مین ہی کہ جسکو وصی کیا سو اُسنے اُسکے سامنے کہا اگر مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تمسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا مین نے قبول کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی و الا الاصح الرد بغیبتہ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اُسکے پیچھے یعنی اُسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہی تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے وصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ درد صحیح ہی خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد و القبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا و قبول کرنا جایز ہی ہم وصی نہ مرد بالغیر مین متبرع ہی تو بعد ان قبول کرے گے اسپر وصایت لازم نہین بات وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہی اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ حال دریافت نکر لیا کہ آیا اسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم بتقدم الوصیۃ بیع شئی من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور مقدر وصیت لازم ہوجاتی ہی وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہوا سواسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہی اسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہی وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جبکہ قاضی نے اُسکے رد کرنے کو نافذ کردیا تو اب اُسکے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ و کافر و فاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی اُنکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہی تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہی کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی و عتق العبد و اسلم الکافر و المرتد و تاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اُنکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہوا امانت دار نہو تو عزل درست ہی کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہی کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہی و الی عبدہ والحال ان ورثتہ صغار لیصح کایصائہ الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردفی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہی جیسے اُسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہی پھر اگر مکاتب عاجز ادا سے بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھر آگیا تو اُسکا حکم غلام کے مانند ہی یعنی اگر وارث صغیر ہین تو درست ہی اور نہین تو درست نہین والا لا وقالا لایصح مطلقا و ہو رد اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اُسکے ساتھ اور وصی کو ملادے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے اور وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہو سکتی

اسواسطے معتبر نہوگا کہ شکایت کرنے والا کاذب ہوتا ہی اپنی جان سکے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اوس شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان
جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ واختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولسا
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لاینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لاینعزل لان الموصی شفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالا دفاعت اشباہ مین ہی فقہانے اختلاف کیا ہی وصی
اہل کی صحت عزل مین اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہین چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی لیکن عدم صحت کا فتویٰ دینا واجب ہی چنانچہ فصولین مین ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی مافی الاشباہ مین کہتا ہون اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوین فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہین ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہوجاویگا مین کہتا ہون میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے یعنی اوسنے بہتر سمجھکر اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یون ہی کہ عدم عزل کا فتویٰ دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوے
خیر الدین مین بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی شرط یہ ہی کہ اوس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین
مین ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہین چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
ووقف القنیۃ اور دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیون وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہین حکم مین کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہین دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتویٰ طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت
اسعاف مین مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہین اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کرے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصلیۃ کان الیصاء لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضون نے کہا ہر وصی اپنے فعل مین منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط مین اور اسی پر یقین کیا ہی درر مین اور قہستانی مین ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہان دونون قولون پر فتویٰ اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رأے فیہ

المصلحة والاهتمام فی وکالة تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرها فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ یعنے بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی
جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے
ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے
تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالة مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج
لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیة فله ذلک ونصب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور
سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو
اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنه وتجهیزه والخصومة
فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعة وتنفیذ وصیة معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل
ہی مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین
اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہی ان چیزون
زاد فی شرح الوہبانیة عشرة اخری منها رد مغصوب ومشتری بشراء فاسد وقسمة کیلی اووزنی وطلب دین وقضاء دین بجنسه حقه شرح وہبانیہ مین عشرہ
سوا اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور
دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے بیع کا پھیر دینا اور
اجارہ لتفین یتیم وہبانیہ کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے ویبع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة وان زاد فی الوہبانیہ
جسکے تلف ہو جانے کا ڈر ہی اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع
اتبع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسی تصریح کی پیروی کرنا
لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیة وان مات احدهما فان اوصی الی الحی او الی آخر فله التصرف فی الترکة وحده بلا احتیاج
الی النصب لقاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہی قاضی کی حاجت
نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم حلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر دوسرے شخص کو وصی
کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیه غیره درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی
دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی راے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب دینے سے
ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدهما اقام القاضی الآخر مقامه او ضم الیه آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام
پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا انتہی وتمامه فی شرح الوہبانیة اور وصیت
باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی یعنی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلان شخص کو مین دونگا اور دوسرے وصی نے کہا
دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

کذا فی الطحطاوی ملخصاً گو اس میں خلاف ابی یوسف کے قول ان اور کہا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہے یعنی دو قول ہیں یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور بعضون نے
کہا خلاف نہیں ہے وعنه ای الثانی ینفرد المشرف دون الوصی کما قررته فیما علقته علی الملتقی ویاتی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرداً مستقل
ہو تصرف میں نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح میں اور آسکا ذکر آگے آویگا اور شارح کی شرح ملتقی میں مجتبیٰ سے منقول ہے
کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت
سے تصرف میں تفرد مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہیں ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو
وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں اولیٰ ہے اور مشرف وصی نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے
جائز نہیں انتہی عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً ووصی الوصی سواء اوصی الیه فی ماله او فی مال موصیه وصی فی الترکتین
خلافاً للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون میں وصی ہے بخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی
کیا ہو ہر صورت دونون ترکون میں وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمته ای الوصی حال کونه نائباً عن ورثة کبار غیب او صغار مع الموصی له بالثلث اور
صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر موصی له کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود
نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی له کا حصہ ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثة علیه ای الموصی له ان ضاع قسطهم معه ای الوصی لصحة قسمته
اور وارثون کو موصی له پر رجوع کرنا جائز نہیں اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقت اور اما قسمته عن الموصی له
الغائب والحاضر بلا اذنه ای مع الورثة ولو صغاراً زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی له کیجانب سے نائب ہو کر خواہ موصی له غائب ہو یا حاضر ہو بدون آسکے اذن کے
وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی له بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطه لانه کالشریک
معه ای مع الموصی فلا یضمن الوصی لانه امین اور اسوقت یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی له پھیر سکتا ہے جبکہ موصی له کا حصہ ضائع
ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی له شریک کے مانند ہے تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہو گیا تو جسقدر انہون نے
مال پایا تھا آسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہ اسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع
نہو گا کذا فی الطحطاوی وتصح قسمة القاضی واخذه قسط الموصی له ان غاب الموصی له فلا شیٔ له ان هلک فی ید القاضی او امینه اور قاضی کی قسمت اور
آسکا موصی له کا حصہ رکھنا صحیح ہے اور اگر موصی له غائب ہو تو موصی له کیواسطے کچھ نہیں اگر آسکا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا آسکے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا ہو
ہم وصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ میں ولہذا جسکے تلف ہونے کا خوف ہو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے بخلاف
وصی کے وہذا فی المکیل والموزون لانه افراز وفی غیرهما لا یجوز لانه مبادلة کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمة اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور
وزنی چیزون میں ہے اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوا اور مال میں
قاضی کی بھی قسمت صحیح نہیں اسلیئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسی طرح قسمت بھی جائز
نہیں وان قاسم الوصی فی الوصیة بحج عن المیت بثلث ما بقی ان هلک المال فی یده او فی ید من دفع الیه لیحج خلافاً لهما وقد افرز سے
[illegible] اور اگر وارثون کو قسمت کر دی حج کی وصیت میں تو میت کی طرف سے حج کیا جاے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ
یا آسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور النہر میں یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون میں ولو افرز المیت شیئاً من ماله للحج فضاع
لم یحج عنه [illegible] بثلث ما بقی الا بعینه فاذا هلک بطلت اور اگر میت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا آسکے مرجانیکے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جائیگا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ تہائی تو بیچ کیواسطے مال کو معین کردیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہی بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے فضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ
اور ضامن ہوگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کردیا پھر وہ غلام اور شخص کا
مالک کا تھا اور ثمن خرچ ہوجانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے تو عقد کا عہدہ اسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کما لو
قال محمد فی الثلث لانہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی
رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھرے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف
کہ وصی نے فریب کھایا ہے اسکے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا
کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھر لے ان فقیروں سے جنہیں ثمن کو اسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکو ہوا
ہے تو اسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع
علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا
ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا حق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے بھر لیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق
جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیال الوصی بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز بحر یعنی اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو
اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جایز نہیں کذا فی البحر وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان الولایۃ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیچنا اور
خرید وصی کی اجنبی شخص سے بقدر اتنا ہی مردم زیادہ بعدم التغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی
کی ولایت نظری ہے یعنی بہتری یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنیسے
کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک
مطلقا لانہ وکیل اور یہ صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی
نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جایز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا
یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب
جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جایز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ پندرہ درم کا مال صغیر کے دس درم
کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جایز نہیں مطلقا خواہ منفعت
ظاہر ہو یا نہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہذا التیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جایز
ہے قیمت کے برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر نہیں تو جایز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجی اور یہ تفصیل
مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علیہ کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلا میت کے ہمسرون کا
کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ ویضمن
ما دفعہ من مال الیتیم درر لو الاجنبیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الدرر لو الاجنبیۃ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفعہ
الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور دفعہ لو الاجنبیۃ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک
وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ
ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا الدین او خوف ہلاک ذکرہ عزمی زادہ معزیا للتاتارخانیۃ وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانہ نادر اور وصی کو بیچنا
وارث بالغ غائب پر جائز ہی مال منقول مین مگر ادا سے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی
عزمی زادہ نے تاتارخانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی او قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا
تلف ہوجانا کمتر ہی ہم اگر میت پر دین مستغرق ہو تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک
جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہی اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ
او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا او
صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے
کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا اسکے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی
اسکے مصارف سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا ہم وصیت مرسلہ
مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہی کذا فی الدرر قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما
لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع مان یا بھائی کی طرف سے وصی نہو اسواسطے کہ
مان اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنی نہ اشیاء مستثنیٰ مین نہ انکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور مان اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہین سواے طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک
سراہا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہی کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
کرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم وتمامہ
فی الدرر اور سوداگری جائز ہی اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ہم درر مین خانیہ سے مذکور ہی کہ وصی کو یتیم کے مال او میت کے
مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضامن ہے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
نفع وصی کو حلال ہی خیرات نہ کرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان مین کہتا ہون اور اشباہ مین
ہی کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہی یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے
شخص سے ہم اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیہ ایضا الکلام فی اجرۃ المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین

و سعی فیہ سنۃ فلا شیئ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقدمر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز استحسانا درا شباہ مین

ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اُسنے عمل نہ کیا تو اُسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنا بر

قول صحیح کے اجرت نہین ہی اور یہ لینے متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اُسنے اجرت معین

نہ کی اور متولی نے ایکسال مین کوشش کی تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے

وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا

اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اُسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کان ابوہ اعطاہ او کبارا ایاہم حرۃ لہ لانہ

کما مر کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے

فیا تیجہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین ذکر ہوچکا اور اسی طرح بالغ وارثون کے حصہ کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے جو تفصیل ذکر ہوئی ہی کہ اداے دین

اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہی نہ اسکے سوا سے مین کذا فی الطحاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ

لان فیہ استیفاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے

نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین مالک صغیر کا

باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان

ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر

حجت نہین تومۃ بل کو اُسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشئ من ترکتہ لانہ اقرار

الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا

وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم یسمع درر اور اگر

وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے

ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہی صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا

صغیر کے دادا سے اور اگر اُسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہوچکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ

الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ مین ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع اداے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے

کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اُسکو یہ درست ہی

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہر وصیون کی گواہی کے مسائل مین ہم اس فصل مین شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت

مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت او

باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی

میت کے مال کی باطل ہی ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو

اس تہمت سے اُسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما لہ ای لکبیر بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمت حینئذ اور صحیح ہی گواہی اُن دونون کی بغیر مال میت کے سبب انقطاع ہو

دونون وصیون کی ولایت کی اُس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ
جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے واسطے ہزار درم کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہی گواہی اُنہین دونون شخصون کی پہلے دونون
گواہون کے واسطے اتنے اسکی ہزار درم کے دین کے یعنے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین
ہونے کی گواہی دی تو دونون گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق لوصیۃ الف بخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین یعنے ہر فریق
نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے اُنکو ہزار درم کی وصیت کی ہو سو یہ گواہی باطل ہو وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادۃ
اور ابو یوسف نے فرمایا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہو وشہادۃ الاولین لعبد و
الآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاثباتہا الاشرکۃ فیبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلون کی گواہی ثلث مال یا غیر معین دراہم کی وصیت
کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ہم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہو تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت
ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہو وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر
لانہ لاشرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہو اگر دو مردون نے اور دو مردون کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے
شاہدون کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونون فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نہ
مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی بہا ثالثا وجوبا لاقرارہما
بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کما لو انکر دو وصیون نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونون کے ساتھ وصی کیا ہو تو یہ گواہی لغو ہو بسبب
ثابت کرنے دونون وصیون کے اپنی ذاتون کے واسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونون کے ساتھ تیسرا وصی ملادے بنا بر وجوب کے
کیونکہ ان دونون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونون وصیون کا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین جنانچہ ثابت ہو چکا
الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اسکا دعوے کرے یعنے زید یون
دعوے کرے کہ وہ بھی وصی ہو ان دونون کے ساتھ تو اب دونون وصیون کی گواہی ابطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلیے کہ دونون وصیون نے
تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل انکرہا
لغو لانہما یجران نفعا لانفسہما ولی طرح میت کی دو بیٹیون نے جب گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہو تو گواہی لغو ہو اسواسطے کہ دونون نے
اپنے واسطے نفع کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکرا ولو یدعیہ تقبل استحسانا اور یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط
سے ہو کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما
وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی لطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف
اس گواہی کے کہ دو بیٹیون نے یہ گواہی دی کہ انکے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہو وکیل کیا ہو کیونکہ یہ گواہی کسی طرح مقبول
نہین خواہ زید وکالت کا دعوے کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹیون کی طلب سے مالک نہین
بخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہو نہ میت کے نفع پر اگرچہ
گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ یرجع مطلقا وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت
وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اسقدر مال ترکہ میت سے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہو کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت لئے ہو یا لا ہو یا دکذا فی الحلبی وہی مختصر اگر وکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا
اپنے مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع
اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی کہ جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے
بھر لے جبکہ اسپر اسنے گواہ کر لیا یعنی یہ کہ میں نے یہ شئ اسکو بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا ولی البزازیۃ والخانیۃ شرط
الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن
وان لم یشہد بخلاف الابوین ویحکی ما یفیدہ قنیہ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا اوسی واسطے شرط ہے کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ
حق رجوع میں بدون گواہ کر لینے کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے
اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو معتبر دار رہنا ہم شرح الایمان ہے کہ
ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع باشہادت میں مضطرب ہے اور لیکن قدر کہ طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام
اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الحلبی وہی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ
دین میت کا جو شرعا اسپر ثابت ہے ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث
المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو
کفن دیا یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور تبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت
من مال نفسہ قبل قولہ فیہا ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ یہ مستدرک
ہے کہا کہ یہ ماتن کے قول او کفنہ والد مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مراد دینے میں
متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغایر ٹھہرا فتامل انتہی
ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باع رجع القاضی الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان
قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمین اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر انمیں واقفکاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق بیع کیا
اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض
البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شئ یوخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما

لنقض بیع الوصی

کما فی التزکیۃ اور اگر مزایدہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہے جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام کہتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف پس اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انھیں دونوں کا
قول لیا جاوے امام محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ہذا قیم الوقف اذا اجر
مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل من الدرر معزیا للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا
شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہو گا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فروع

مسائل ہیں جنکو شارح نے کہ یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثمانی عشر مسئلۃ فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں جنکا اشباہ میں ذکر ہے ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اولہا قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ
کہ وصی نے میت کے دین ادا کرنے کا دعوی کیا صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے موصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہے اور میت کے دین ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول ہوگا اور ادعی قضاءہ من مال نفسہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ یادعوے کیا
ادا دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکی ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں اتلف
کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور وصی ضامن ہے کذا فی الطحطاوی اواذن
لہ بتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے اوادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت
کے لائق نہ تھی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں موت
موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی اوجعل عبد والآبق چھٹا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم غلام بھاگے ہوئے کے پکڑلانے والے کے انعام دینے کا امام محمد کا قول ہے اور ابو یوسف
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے ڈھونڈنے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی اوفداء
عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا والانفاق علی محرمہ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا صورت
اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے نفقہ تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو ایک برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے
اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ اوعلی رقیقۃ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مرگئے ہیں یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی اوالانفاق علیہ من ماله وهو غائب دسواں مسئلہ یہ ہے یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال سے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا یہ مسئلہ اشباہ
میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں اداے دین سے فارغ الذمہ ہوجاؤں تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ ماله واراد الرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا امام نسفی بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال
خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کرلیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ اوانہ زوج الیتیم امراۃ
ودفع مہرہا من ماله وهی میتۃ گیارھواں یہ مسئلہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کردیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اتجر ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی تھی یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کرلیا ہو تو نفع میں شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شئی کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ والا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو اسمیں اسکی تصدیق کیجاے گی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اسمیں اسکی بلاشہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی تبعا للقاضی وصیا فی ستۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کیطرف

وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مر گیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سوا اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب
وصی کا اختیار فقط اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کی طرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیتہ یعنی
مواضع سبعہ کے یہ ہیں مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی البزازیہ
دو مقام آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور
کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اُس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیبی اسکو پھیر دے واذا احتیج
لاثبات حق صغیر او وجد غائبا غیبۃ منقطعۃ ینصب وکیلا عنہ انتہی لجمع الفتاوی اور جبکہ اُس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق
غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو جامع الفتاوی کیطرف نسبت
کیا ہے غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں تک آنا جانا نہ ہو یہ فساد ہے یہ شرح نووی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کیا البحر
میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ جاتا ہو کہ سال میں ایک بار یہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ تین دن
یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۲۰ منزل اور
بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ الا من یتیم من
لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہی مگر آٹھ جگہ میں اسکے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے جائز نہیں
دوسری صورت یہ ہے کہ بیچنا اُس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہ ہے کہ اسکو
جائز نہیں کہ قبضہ کرے بغیر اذن قاضی کے دوسرے اذن سے یعنی اگر قاضی نے خصومت کے واسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے
تاوقتیکہ قاضی قبضہ کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہو تو اذن جدید کی حاجت نہیں
ولا ان یوجر الصغیر للعمل چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی
قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا کسی ایک نوع میں وصی
کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہ ہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح ساتویں
صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ واعترض لو عدلا آٹھویں صورت
یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب
آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی القاضی کوصیۃ لو وصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے کہ قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر
قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی یا فی الاشباہ اور اسی شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہوگیا یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہوگیا اشباہ میں پانچویں
صورت یتیمہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرطیکہ وصیت عام
ہے تو اختلاف رفع ہوگیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرع المریض انما ینفذ من الثلث
صح بعد عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ بالمنافع فینفذ من الکل بان اجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار بالورثۃ جانتے
لاملک لہم لکن فی السادسۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع یعنی احسان کرنا مرض میں

نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں اور بحالت عدم اجازت وارثوں کے مگر اسکے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اسکی اجرت مثلاً سو روپیہ تھی سو اُسنے ۵۰ روپیہ کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہی اسلیئے کہ اجارہ مذکورہ مریض
کی موت سے باطل ہوگا اور وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہی اور اسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عاریت میں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہو تو شاید کہ [illegible] باع مال الیتیم او وصیہ والمشتری مفلس یوجل ثلثۃ ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول
بیچا اور خریدار مفلس ہی تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
المشتری وقد قبض رفع الوصی الامر الی الحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته اگر مفلس خریدار خریدنے کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونون مین بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ مین نے اس بیع کو فسخ کر دیا ہم اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبیل الوصایا ثم اراد عزل نفسہ لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ وصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وہ چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم مالہ بعد بلوغہ فاشہد
الیتیم علی نفسہ انہ لم یبق من ترکۃ والدہ لا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انہ من ترکۃ ابیہ وبرہن سمع وصی نے یتیم کو اُسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اُسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابراء معلوم نہین شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابراء کا متضمن نہین تو یہ اُسکے دعوے کا مانع نہین برخلاف اس ابراء کے جو مجہول سے ہو [illegible] واسطے یعنے
شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو
زید بری الذمہ ہو گیا اور ابراء صحیح ہی خواہ معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مختصراً للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجۃ قال
تعالے ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالے نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیئے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا قید بحاجت کے ہی یعنے جسقدر بمدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہی اُسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ ولہ ان ینفق علیہ فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب مین خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انکی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اُسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءۃ الواجبۃ فی الصلوۃ مجتبی اور
اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیئے کہ اُسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرارت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اُسکو سکھاوے
کذا فی المجتبی وفیہ جعل الوصی مشرفا لم یتصرف بدونہ وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبے مین ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف متروکہ
مین نہ کرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعارۃ
طفلہ اتفاقا لا مالہ علی الاکثر اور مجتبے مین ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکہ الوصی اور مجتبے مین ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہین ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہی اُس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہی مابین باپ
اور مابین صغیر کے بخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہی اُسکی
قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اُسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی یملک الاب
والجد بیع مال احد طفلیہ للاخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی بخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور
کا مالک نہین ہم یعنی اگر ایک شخص دو یتیمون کا وصی ہو تو اُسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونون یتیمون کی خیرخواہی کا
مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہی اور اسی طرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست
نہین ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارا لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ
اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا اُسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق یا فاسد الرای نہو اور اگر بیوقوف ہو پس اگر اُسنے صغیر کا مال غیر منقول
بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک روایت جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ
یرجع بہ لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ خانیہ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا
تو پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین بسبب واجب ہونے کپڑے اور کھانے کے باپ پر اسوقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہی تو اُسکا نفقہ باپ پر واجب
ہی رجوع جائز نہین وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ اور مانند لباس طعام کے
اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اُسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرنے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف رح سے منقول ہی اور یہ قول خوب
ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی واللہ اعلم تعلیقا للتفہیم قنیہ مین مذکور ہی کہ ایک وارث نے تجہیز میت مین ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے تو وہ میت کا مال سمجھا
ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اسیطرح اگر کھانا وغیرہ کی خرید مین بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے اُسنے صرف کیا تو اسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم استغفر اللہ الکریم

کتاب الخنثی

اس کتاب مین خنثی کے احکام مذکور ہین علم خنثی مشتق ہی خنث بفتح خاء معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور تکسر سے اور اسی سے تخنث ماخوذ ہی
معلوم کرنا چاہیے کہ حقتعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اُسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون وصف
متضادین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون مین علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہی پھر کبھی اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا
ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود حیث مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے
احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثی وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو ذکر
اور تانیث دونون علامتون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے
فرج سے تو عورت ہی ہم جب اُسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہی اور اگر اُسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثؤلول یعنی مسہ کی مانند
ہی کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو آگے اور اقدم پر حکم ہی یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اُسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ تقدم
اُسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہی وان استویا فمشکل اور اگر دونون برابر ہون اسطرح کہ دونون سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین
کوئی متعین نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام رح کے نزدیک بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج اصالت عضو کی
دلیل ہی ولان للاکثر حکم الکل اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہی نہ اصالت پر اور امام رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأة
او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام
ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے او ان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطئہ فامرأة اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ
نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اسواسطے
کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا استنباط ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے
کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہیں پھر جب دودھ اترا تو تمیز
واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روئی میں لیکر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی صورت یہ ہے کہ عورتوں نے اسکو دیکھا اور کہا
کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم یظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ
ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً صورت یہ ہے کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ یا
ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب ذکر اور فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأة
تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیاں شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمیں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں
اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہیں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں
اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یوں مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری
رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیوخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو
عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ لانہ لا یتعلق التحریم
بلبنہ قنیہ میں کہتا ہوں لیکن ہمنے اول کتاب میں مذکور کیا کہ خنثی مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا
یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل با احتیاط نہیں ہے ہم یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل
نرہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت اسکے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی
فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل با احتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں ہم یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں
کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے
اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے داہنے اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو اسپر
اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی
وان بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ ان کان لہ مال اور جب خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی ختنہ کرے سو
خریدنے سے اسکی وہ لونڈی ٹھہریگی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنے اگر واقع میں خنثی مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر
عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأة احتیاطاً ولا ضرورۃ لدلالۃ الختان
علیہ لانہ سنت اور مکروہ ہے کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم ...

سنت ہی نہ فرض ہم یہ مذکور ہی خنثی بالغ کا او دنیہ یسکا ختنہ تو مرد اور عورت دونون کو درست ہی کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثی کا مال نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیا جاے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاے اور ثمن اسکا بیت المال مین
داخل کیا جاے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہی کذا فی الحموی او یزوج امراۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس … یا خنثی نکاح کرلے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثی مرد ہی تو نکاح
صحیح ہی اور اگر عورت ہی تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف … بعد ختنہ کے … اسکو طلاق دے اور ختنہ کرکے عدت مین بیٹھے
بنا بر احتیاط کے اگر خنثی مرد ہی … خلوت کی … طحاوی نے … نقل کیا ہی اور بیت المال کا قول علما … منقول ہی اسواسطے کہ اگر
… نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہی اور اگر صحیح ہو تو عورت … ہوگی اس سے خلاص نہین ہوسکتی اور وجوب مہر کا عقد … نہین ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی
مشکل مرگیا اور معلوم نہین ہوسکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہی یا نہین رازی نے یون کہا ہی … ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہی کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہی سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے … کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ مین ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہی تو نکاح کرلینا اسہل ہی واللہ اعلم کذا فی الحلادی عن الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی او خنثی کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہی ولا … وغیر محرم او خنثی
مشکل سے خلوت اور تنہائی نکرے اسواسطے کہ احتمال ہی … وان قبلہ رجل ثبتت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت
ہوگی … تو جائز نہین کہ خنثی کی مان کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا ورنہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امراۃ او خنثی مشکل سفر نکرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو … محرم سے مراد محرم مرد ہی اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہین وان قال انا رجل او امراۃ لا یعتبر
بمعنی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اسکا کچھ اعتبار نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہ دعوی ہی بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہی اسواسطے کہ اسپر سوا اسکے کوئی واقف نہین لکن فی الملتقط بعد تقرر الاشکال لا یقبل
وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقط مین ہی کہ بعد ثابت ہوجانے اسکی اشکال کے قول اسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اسکا
مقبول ہی مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی یعنی عدم قبول کا قول اسصورت مین ہی جبکہ خنثی کا
مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اسصورت مین ہی جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین اسی طرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہی محیط سے وضعف ما نقلہ القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور ضعیف ہو وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہی مگر یہ کہ اسی تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہی کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور رجوع اسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی الحلادی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا … فصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
ولم ییمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاے اور اسکو تیمم کرد یا جاے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے … چونکہ اسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم … نہین ہوا سوا تیمم کرنیوالا اجنبی ہی تو اپنے ہاتھون پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور
اگر محرم ہی تو بدون کپڑے کے مانند اس مردے کے جو عورتون مین مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت مین کسی مردہ کے غسل مین حاضر نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہی کہ خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند ویوضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المراۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ انپر جنازے

کی نماز پڑھی جاسکتی ہے ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے ہم خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاسکتا ہے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں
دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہییں عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم قرابت والا
رکھے اولیٰ ہے احتمال کے ... اذا مات الخ وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف مجلد لطیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ
بہتر ہے نزدیک میں ایک تالیف مجلد کامل ہے جس میں مسائل خنثی مشکل کے ہیں کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے شکل میں اور
اخرنا میں اور وہ نکاح نکرے نہ مرد سے نہ عورت سے اور اگر اسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ
جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسکا صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی البحر اور وہی مختار ہے وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء
الحالین یہ لفظی ترجمہ ہے اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنے اسوء الحالین ہے یہی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم اقل النصیبین یعنے
مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو تو ذکر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرتے ہیں کہ تقدیر لینا ہے
اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہوگا وہ خنثی کو دیا جائیگا اور اگر ایک تقدیر پر خنثی محروم ٹھہرے تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے
اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہو گی خواہ کم حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان
دونوں کو شامل ہے کذا فی الجلبی وبصرت فقال النصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف
حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک ابنا واحدا له سهمان وللخنثی سهم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مر گیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم
ہیں اور خنثی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلاثة من
سبعة وعند محمد له خمسة من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں
سے ہم صاحبین رح کی دلیل مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفة له سهم من ثلاثة لانه الاقل وهو متیقن فیقتصر علیه لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہم توضیح اسکی یہ ہے
کہ یہاں اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہے اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں
سببوں میں کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتدا بدون سبب متحقق کے شرعا جائز نہیں تو یقین پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں
شک ہے تو یقین ہی واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کریگے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیر ذکورته اقدر انه ذکر کزوج وام وشقیقة هی خنثی فلها السدس علی انه
عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جب خنثی کو مرد فرض کیجئے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اسصورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑکر
جو خنثی ہے تو اسکو چھٹا حصہ ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا
باقی مال یعنے سدس ولو قدر انثی کان لها النصف وعالت الی ثمانیة اور اگر صورت مذکورہ میں خنثی کو عورت فرض کیجئے تو اسکا نصف حصہ ہے اور مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم
کی طرف عول کریگا ہم مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی
کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو
مرد قرار دیا تاکہ اسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء له کزوج وام وولدها وشقیق خنثی فلا شیء له لانه عصبة
ولو قدر انثی کان لها النصف وعالت الی التسعة اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اسکے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثیٰ چھوڑکر تو خنثیٰ کو مرد فرض کرنے مین کچھ حصہ نہین کیونکہ وہ عصبہ ہی اور اگر خنثیٰ کو عورت فرض کیجیے تو اُسکا حصہ نصف ہی کیونکہ
وہ صاحب فرض ہی اور اسوقت یہ مسئلہ نو سہم کیطرف عول کریگا اِس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہی اور ماں کا چھٹا اور دونون اخیافی بھائیون کا تہائی اور سگا
بھائی جو خنثیٰ ہی وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہی اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نرہا اور اگر خنثیٰ کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا
تو اُسکا حصہ نصف ہی تو بنابر اسکے یعنی اس صورت مین اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تا کہ نصف پاوے ولو مات عن عم و ولد اخیہ خنثیٰ قدر انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا
ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا خنثیٰ چھوڑکر جو خنثیٰ ہی تو خنثیٰ کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ہم خنثیٰ کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے ساتھ وارث نہین ہوتی اور اگر
اسکو مرد فرض کیجیے تو وہ بھتیجا ہوگا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا پہلے کیونکہ ہرچند دونون عصبہ ہین لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہی کذا فی الملتقیٰ واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

مسائل شتّیٰ

جمع شتیت بمعنی متفرقۃ وعنون بہ بعض الاصحاب و بتفرقات المسائل اِلا ان الاکثر حکاہ بعد ذکرہ فیہ قلت وبمقتضٰی الترتیب انما کان بخبر ہی مسائل شتّیٰ مین شتّیٰ جمع ہی
شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات و معاملات کا ذکر کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے
جو وہان مذکور نہین ہوئے جہان اُنکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل داد سے اسکے ملحق
کیا ہین اور خدا کو حمد ہی جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قدرہ ووعدت بہ فی ذیل نواقض
الوضوء پسینہ شراب پینے والے کا خارج ناپاک ہی یہ مقدمہ صغریٰ ہی جسکی تسلیم مین وہ کلام ہی جسکا مین نے تقریر و وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو مین
اور یہان کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہی کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا نجس ہونا نجس سے پینے ہی اور شراب سے عدم القید کا مقتضی ہی اور قید
خمر کی اتفاقی ہی تو ہر مسکر جو خمر کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری والمسئلۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض
الوضوء اور جو خارج نجس ہی وہ وضو کو توڑتا ہی یہ مقدمہ کبریٰ ہی شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبریٰ مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونون مقدمون سے لازم آیا
نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ المخلاۃ نجس
قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر الاولی بل اولی لیکن اِس شکل مین صغریٰ کے ثابت کرنے کی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین بنسبت مجتبیٰ مذکور ہی اسکا
حاصل کلام یہ ہی کہ اُس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہی ناپاک ہی اور بنابر اِس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاست ہی مرغ نجاست خوار
کی نسبت کیونکہ شراب کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق چیزون مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال ولم ارہ من کان عرقہ کعرق الکلب
والخنزیر پھر مجتبیٰ کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہی ہم یہ تقبیح اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال
ابن الفرس یحنیہ ینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریج ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الفرس نے کہا تو اسوقت مین پینے والے مدمن خمر کا عرق نجس ہی وہ اگر
وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہی اور اسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اُسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اسپر اعتماد کیا
یعنی اور متن مین اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یروہ عن
احد من یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالیٰ اُنکو آفات
سے محفوظ رکھے کہا ہی کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکتا ہی حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال
عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالمون مین سے ایک عالم سے بھی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت
نہین ہی مقدمہ اولیٰ غیر مسلم یہ ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ولیشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل اہل الکلام بصیرورتہ

مستہلکا لا یبقی لہ اثر فلذا کان لقول فی عرق مدمن الخمر او ریقہ مدمن الخمر اور اس کے عرق اور شراب کے عادی کے بابت یہ کہ جو وہ نکلے سے پاک یا نجس ہونیکا حکم ہوتا ہے اس واسطے کہ علما نے اسکی حالت اکل کی علت بیان کی وہ وجہ ہے مستہلک اور نابود ہو جانے سے بطریق کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم واللہ اعلم اہل خمر کے پسینہ میں کہینگے یعنی شراب اسکے بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم یہ استدلال نقلی ہے عقلی مگر یون کہیے کہ عقل اسکی تائید کرتی ہے وکیفیہ ما فی ضعفہ غرابۃ وخمسہ ادہ عن المجادۃ وعجیب طرح عن الشرح من متن و شرح اور ہمکو کفایت کرتا ہے اسلئے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علمائے حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ہم صریح فتح میں ہماہ درار عمالہ ہو طحطاوی نے کہا اسکے سوائے درخت بکتی ہو اور بعید اشار ہی ہو اقرب اور طرح یعنے اس درخت کا اصل سا قط کیا جاسے یعنی فروع ذہب سے گرا یا جاسے انتہی اور فرمایا شرح کے قناسے وار بھی ہے کذا فی القاموس اور قنا سے وار عبارت ہے کنارا کی پشتخانہ سے اور یہ میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلئے کہ متن انہی لیکر کہے اور صریح بجانے توت پشتخانہ کی ایما تر جاہی کا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلالہ خبز فارۃ فان کان الخبز صلبا رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہو تو وہ پہنکدیجا سے اور روٹی کہائی جا ولا یفسد غیر ارفارۃ الدہن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدہن ونحوہ فیفسد وامکان الخبز یعنی خانیۃ اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہون کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند مسائل چیزمین ظاہر ہو تو البتہ فاسد ہی سبب اسکی کثرت کے اور اسو وجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیۃ ہم خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہون میں پڑگئی اور گیہون کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے کہانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا اثر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اسوقت اسکا کہانا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر ردا تب سنتون میں نہ درود پڑھا جاسے اور نہ دعا سے استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہوا یا اسم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتین او جمعہ کے اول کی چار رکعتین اور بعد کی چار رکعتین ہین اس کتاب کے باب الوتر مین یون مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاسے ظہر کے قبل کی چار رکعتون کی قعدہ اولی میں و جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتون میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کیواسطے اسلئے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے فرض کے مشابہ ہوگئین اور باقی چار رکعتون میں درود بھی پڑھا جاسے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے کہ ہر دو گانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ مستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ مشائخنا اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتارخانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعۃ میں تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اوس وقت کی تعیین میں اختلاف علما رہا ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وثمرتہ فلو دخل رجل فی صلوتہ بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنے جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مرد مقتدی اسکی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں داخل نہ ظہریگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر کذا فی النسخ وعبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا یتنجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے ذکر کیا ہے متن کے نسخون میں اسی طرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اسکے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے طحطاوی ہم نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اسکی شرح میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑ دیتے تو نہ ٹپکتا تو وہ نجس نہیں ہوتا اسلئے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمین اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑ دیتے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہے اصح قول میں سو یہ مسلم نہیں اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بسبب نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو وہ طاہر نہیں بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

لیف ثوب نجس رطب الخ اس مسئلہ کی شرح میں مسائل متفرقہ کا حکم ...

کپڑا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو یہی متعین ہوگیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور ہر چند کہ عصر کا مرجع قریب تو بہ ظاہر تھا لیکن
چونکہ حلوانی کا قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہٰذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی
ارض نجسۃ فنام علی فراش نجس فعرق لم ینجس لظہور انہ لا ینجس خانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا یا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلایا ناپاک فرش پر
پر سویا سو اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر ہو تو ناپاک ہوگا کذا فی الخانیہ حموی نے کہا ناپاک زمین پر تر پاؤں سے اسطرح چلا کہ زمین
تر ہوگئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر ہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا
فرش تر پر سویا اگر تر ہوگیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہیں تو نجس نہیں اور فقط ندامت اور نمامت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی جو دل میں جرم کے کذا
فی الطحطاوی نوی الزکوٰۃ الا انہ سماہ قرضاً جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان ادا سے زکوٰۃ کی نیت کی مگر اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست
ہے صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ... کذا فی الطحطاوی
مسن ... بیت المال کا خواہ ظاہر ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ فقدمنا قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علما روزینہ دار سو آدمی سے
بیت المال کا مال پایا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم اسکو باب المصرف کے پہلے ذکر کیا ہے بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علما اور
عمال اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں نظیر یہ ہیں کہ امام حلوانی نے کہا جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور وہ مرجاوے اور اسکا
کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے
کہ حکام اسکے مصارف شرعی میں صرف نہ کرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان
فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمنا فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہ
کیا یہاں تک کہ ... دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر
قول صحیح کے اور ہم نے اسکو کتاب الصوم میں ذکر کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا
کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوٰۃ ایضاً وان لم
ینو فی الصلوٰۃ اول صلوٰۃ علیہ او آخر صلوٰۃ علیہ کذا فی الکنز لتعیین الیوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے
نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی
قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کر
اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہوجاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین لعدم
وفی رمضانین الخ فاتت وکذا قدمنا فی باب قضاء الفوائت تبعاً للدرر وغیرہا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں
شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہوکر طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں ایسا
قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس
کے رمضان کی قضا رکھتا ہوں اور قضاء صلوٰۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی
تو شرط التعیین کے قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہوگئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہوگیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اسکے
بعد کی نماز اول ہوگئی اور جو اسکے پہلے ہے وہ پچھلی نماز ہوگئی مصنف نے کہا اور یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ ہوں یا اسپر مشتبہ ہو گئے

یا شنبہ اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رایتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ
انتہی بلفظہ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہی اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب
مختلف اور کثیر ہی بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہی کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہی اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہی مگر تعیین کی نیت سے
تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہی نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہی محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہی نمازوں میں اسکا یاد رکھنا
لائق ہی انتہی بلفظہ ثم رایتہ نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ
لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت
میں مشکل ہی اور جو ہمارے علماء نے ذکر کیا ہی چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہی یعنی تعیین مشروط ہی اور انکے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر
ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہی چنانچہ تبیین میں ہی انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا ہم وجہ اشکال یہ ہی کہ عدم اشتراط تعیین فوائت
اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہی جسپر فقہا کا اتفاق ہی وہ قاعدہ یہ ہی کہ تعیین ہوتی ہی اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں قبیل مختلف الجنس کے
ہیں اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیہ الاشباہ طحطاوی نے ہوالمعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ میں صحیح ہو اگرچہ
تعیین احوط ہی راس شاۃ متلطخ بدم احرق الراس فزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقدمنا انہ من المطہرات بھیڑ بکری کا سر
خون میں لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہی اور جلانا دھونے کے برابر ہی پاک کر دینے میں اور پہلے
کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہی ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہی یہاں تک کہ شی ناپاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا یا جلا کر اسکو کر دیتی ہی
بطریق استحالہ کے والہذا اگر گوبر جلا کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہی جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمکسار میں گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان ترک الخراج لرب الارض
جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے متروک کر دیا تو جائز ہی ہم یہ قول ہی ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتویٰ ہی اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا
جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہی کہ محل خلاف اسوقت ہی جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہی تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو جعل لہ العشر
لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمنا فی الجہاد وقدمنا فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہی میں کہتا ہوں
کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہی اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہی ہم جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہی ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی
دینا درست ہی کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ
لیستوفوا الخراج من اجرتہا استحقہ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو وہی
بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہی فان فضل شئی من اجرتہا دفعہ لمالکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے اسکی اجرت سے
کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لارباہا زیلعی پھر اگر بادشاہ اسکو نہ پاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اسکے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزیلعی
قلت وقدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور پہلے کتاب الجہاد
میں مذکور کیا ہی راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہی یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہی کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاوے

سقوط بالتداخل کا محل اسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہ محل خوب ہی فتاوی قاضیخان میں ہی کہ جب خراج جمع ہوا اور دانہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہ سب سے ساقط ہوگا انتہی اور صحیح ہی سال ماضی سے سقوط خراج میں کذا فی الطحاوی عشہم مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا تیحری لو فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والاتحری واکل مطلقا دو ہر جند بھیڑ بکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہیں تو اٹکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غالب قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہی کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے سواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہی یہ خلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہیں تو حتی الامکان احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار میں یون ہی وہرفی گویا کہ شارح اوہ وضع یا دنہ رہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کرچکا اور بعضی نسخون میں یون ہی کہا مرفی انا والدار کذا فی الطحاوی اور جب لکھے تو صحیح میں فقط مر ہی میں اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحاوی میں ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ذبیحہ کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شرکین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین ایماء الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہی بخلاف لینگے کو لنگا آدمی اگر ہاتھ یا پاؤن وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہی ثبوت حکم میں بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور یہ الٹی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم و تعلم کے متعذر ہی لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے وہ معتقل اللسان کہ بیچ تاف وہ ہی جو کلام کرسکے پر قادر ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیۃ ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت علتہ الی موتہ یعنی وصیت وغیرہ میں یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص وغیرہا من الاحکام میں یعنی گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہی اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ معلوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہوا ہی قول پر فتوی ہی میں کہتا ہون اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ ہہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستنداً والا لا اور معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا جب طلاق نافذ ہوئی تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی گا اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لا یحل لہ وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا ان کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنابر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا زوجہ کا مہر اسکے متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں لکن کرایۃ فی النزواہر عند ذکر الاشباہ والاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم یہ استدراک ہی علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ میں اقتصار الانقلاب استناد نہین اقتصار جیسا کہ انشاء طلاق و عتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہو جاوے جیسا کہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلاً دخول دار تو وہ طلاق کی علت نہین وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنے منسوب ہو اس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یون کہنا اگر زید گھر مین ہو
تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر مین تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد و تبیین مین یہ فرق ہے کہ تبیین مین
اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً
کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ فکلاہما اقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول
اور قاعدہ کا یہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے
چنانچہ بحر الرائق مین باب التعلیق سے مخالف ہے اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق
اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونا بطریق استناد کے تو آگاہ ہو اور جو دار ہو کہ اکمل وغیرہ کا افادہ کلام قاعدہ کا یہ مخالف
ہے لا یحکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرأ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالی ولا فی شہادۃ ما فیہ یعنی گونگے کا اشارہ اور لکھنا اسکا بیان کے مانند نہی
حدین حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلیے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وہل یصح
اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اسلام اسکا صحیح ہے اور
مین نے اسکو صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر در فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال لی گیا تو
روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہ مذکور ہو گیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھن کرتا ہے اور
نہایت مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر
فی ترک الحج من سفر الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیون کا عذر ہے حج کے ترک کرنے مین اور وہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو
یسکن معہا فی بیتہا النشوز حکما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ
کے گھر مین نافرمانی ہے حکماً چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب
نہوگا در مختار ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنہ علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر مین لیجاے تو زوجہ
نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان
فیہ شبہۃ یا اگر زوج غصب کے گھر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہے اسلیے کہ غصب کے مکان مین رہنا
حرام ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو علم شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی
حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک وارید بیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکما مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ
مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علیحدہ گھر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہین اور
یہ مسئلہ باب النفقہ مین مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے
مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای
لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے بنابر اس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنے
کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ہے کہ لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل
مذکور ہے کہ مولے کے حقیقی معنے ثبوت ولا ہے علی العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط

بینت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نہ نکالا جاسے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو کذا فی الحموی) گواہ نگذرانے بخلاف منقول
کے اسلیئے حاکم تھا کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی مواضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے سیر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب
حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہ ہو یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہ ہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے
مواضعت کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبضہ کے کذا فی الطحطاوی او یعلم به القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیه انها فی یده فی الاصح لاحتمال المواضعة اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قالت قدمنا ثمرة
آخر باب جنایة المملوک ان المفتی به فی زماننا انه لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون یعنے چند بار آگے ذکر کیا جا چکا ہی ثمرہ ذکر کا باب جنایة المملوک
ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعی ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقراره بانه فی یده فانکر الشراء او اقر بکونه فی یده لا یحتاج البرهان علی کونه فی یده لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیره ایضا کما فی
البزازیه اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکی
خرید کا انکار کیا اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہی ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی جیسا کہ بزازیہ مین شرح مذکور ہی عقار لا فی ولایة القاضی یصح قضاؤه فیه کمنقول هو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیه یعنے ویکتب بالحکم القاضی تلک الناحیة لیامره بالتسلیم ایسا عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اسمین
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب العقار مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین ہی
قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اسطرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیه الکنز والملتقی
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ یعنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہ ہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینة فی حادثة ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشهود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر به وهو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر آیا اسوا اسکے مجکو کچھ اور
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہا مین گواہون کے فریب مین پڑ گیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہو گئی حکم دینے سے تو رائے
ثانی سے جو اسکے برابر ہی منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ما فی المکان بعد دعوی صحیحة وشهادة مستقیمة اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر بعد
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو تو فاسد جو

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جائیگا اور ناسد دعوی کی صورت یہ ہے کہ مدعی دعوی کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے قول کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری کرنا لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصاً بتصرف الا انی تکلمت مرۃ فی القضاء الطحطاوی وبخلاف مذہبہ اذا ظہر خطاؤہ قاضی کا حکم دعویٰ صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ یعنے قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافاً لمحمد زاد فی البحر مالم ینفذہ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فانہ لم یبق لوجود قضاء الثانی یہ قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تونے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہو تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے فوائد بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شرط النفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہاد میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے مخاصم پر جو منازع شرعی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں جیسے حدود و عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور موجر اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برہن انجی علی آخر عند قاض بقضیۃ بہ برہانہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ فتداعیا بینہما لم ینفذ لفقد شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر کما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ پس اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنے تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما منعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ اسلئے کہ یہی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جائے اور قاضی حنفی بمقتضاء اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اُس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتویٰ یعنے انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہودہ الاصل فی القضاء قید بارتیابہ فی علم الاول بما فادہ انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمیں اسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنے اذا تبین وجہ فسادہ الظاہرۃ خلافاً للثانی لقضہم فوائد بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اُس قاضی کے کہ

متقی نہیں یا جاہل ہے کہ اسکی قضا جائز ہے یعنی اس شہر سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اسکا توڑنا جائز ہے ہم قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں جو پایا جاتا ہے اُسکا حکم کر دینا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور جلانے کے بیان آئیگی جن کردہ باغی ہے یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی اور انترتب بیع المتعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد مر فی اول البیوع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جبکہ بیع المتعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جس میں وہ شرط ہو جو مقتضاے بیع نہیں اور ترتب کی لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی تتبا اقوام ثم سال رجلا عن شیئ ذا قربہ وہم یرونہ ویسمعون کلامہ وہو لا یراہم جازت شہادتہم علیہ بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا اس سے اس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہیں اور اسکا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی مقر انکو نہیں دیکھتا ہے تو انکی گواہی اس شخص کے اس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لا تجوز شہادتہم علیہ الا ان النغمۃ تشبہ النغمۃ فیقع الشبہ الا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابہ ولا مسلک لہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتئذ اور اگر لوگوں نے کلام اسکا سنا اور اسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اسپر جائز نہیں اسواسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز سے تو شبہ واقع ہو گا مگر جبکہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوا اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اسکے دروازہ پر بیٹھے اور اس کوٹھری کی سوا اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اس کوٹھری میں داخل ہوا اور ان لوگوں نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنہ او امرأتہ او غیرہما من اقاربہ حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلا انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی الکنز والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا حیوان یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اسکی عورت یا انکے سوا کوئی اور قرابت والا حاضر ہے اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہ دعویٰ کیا کہ بیع میری ملک تھی نہ بائع کی تو اسکا یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی میں اور اسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر و حیلہ کے قطع حیل فاسدہ کے واسطے ہم ... اور ... عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کر کے اسمیں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعویٰ اسکا مسموع نہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید تو فیق ... برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ یہ ... کے برابر نہیں چنانچہ مخفی نہیں اسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا و قال فی ... بلا جہاز ان سکوتہ عن طلب الجہاز ... طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر اور فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جسکا نکاح بدون مہر کے کر دیا گیا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب مہر سے زفاف کے وقت رضامندی ہے عدم مہر پر تو اب طلب مہر کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی شخص کے ہے اسلیے کہ اسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہ ہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیہ زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمیں تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اسکا دعویٰ مسموع نہ ہو گا بنا بر اس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاویں و بخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیہ آخر الفصل الخامس وغیرہ ... اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہے ہم حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اسکے سوا اور کتابوں میں بھی ہم سکوت مالک اسواسطے

او وقفتها وارادتحلیف المدعی علیه اوعلی مسجد کذا وکنت وقفتها اهدی باع ضیعة ثم ادعی انها وقف

رضا ہوا کہ یہان سکوت رضا اور عدم رضا دونون کا محتمل ہی کذا فی

علیه لیس له ذلک اتفاقًا للتناقض وان اقام بینة تقبل علی الاصح لانه فی دعوی الوقف بلا دعوی خلافا لما صححه الزیلعی بل تقبل البینة لصحة الدعوی

وقد حققناه فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو بیچنے سے پہلے وقف ہی یا فلانی مسجد پر وقف ہی یا مین نے اسکو وقف کیا تھا

اور بائع مدعا علیه کی تحلیف چاہی تو یہ اسکو جائز نہین بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے

نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہی بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہی برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہی یعنی عدم قبول شہادت

کو صواب کہا ہی اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین بیان کیا ہی وهبت مهرها لزوجها فماتت وطالبت ورثتها بمهرها وقالوا کانت الهبة فی

مرض موتها وقال بل فی الصحة فالقول للورثة هذا ما اعتمده فی التاترخانیة تبعا لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد

علی تلک الروایة لانهم لقصا دقوا علی وجوب المهر واختلفوا فی السقوط فالقول للمنکر ۱ھ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اسکا مہر زوج

سے طلب کیا اور یہ کہا کہ ہبہ مہر اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت مین ہبہ کیا تو وارثون کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہی فتاوی قاضیخان

مین جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہی یہ کہ زوج کا قول مقبول ہی سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہی اسواسطے

کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا انتہی باقی کلام قاضیخان کا یہ ہی کہ امر حادث ہی اور حوادث مین اصل یہ ہی کہ اقرب اوقات

کیطرف مضاف ہون قلت وقد قدم فی تنویر البصائر واعتمده شیخنا علی خلاف ما جزم به فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم به شراحه کالزیلعی وابن سلطان

بانه الاستحسان فتنبه اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہی تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہی ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر

مین کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہی وہ یہ قول ہی کہ زوج کا قول معتبر ہی اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہی کہ زوج کا قول معتبر

ہونا استحسان ہی یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہی تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظهره ابن الهمام فی آخر المهر فقال وجه الظاهر ان الورثة

لم یکن لهم حق بل لها وهم یدعونه لانفسهم والزوج ینکره فالقول له مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہی کمال الدین ابن الہمام نے آخر

باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہی کہ وارثون کا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہی اور وارث اُسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج

منکر ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثون کا لان القول قول المنکر واللّه اعلم وکلها بطلاقها فقال لا املک عزلها لانه یمین من جهته زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل

کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہی زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہی یعنی طلاق زوجہ

کی تعلیق ہی زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہی اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل

کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہوتی ہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین ہی اور رجوع کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک

بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقه ان یقول فی عزله عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے

سے کہا کہ مین نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے تجکو معزول

کیا پھر تجکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہی اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہی فلو قال کلما عزلتک

فانت وکیلی اقول فی عزله رجعت عن الوکالة المعلقة وعزلتک عن الوکالة المنجزة الحاصلة من لفظ کلما فینئذ ینعزل تو اگر یون کہا کہ ہر بار مین تجکو

معزول کردون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ مین پھرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل

ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہی تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح عن دراهم علی دنانیر او

حاشیہ: ایسطرح کا قول بعینہ مذکور ہی قول ۱۲۹۵ … تبیین کہ پس ان الوکالة بجوز تعلیقها بالشرط فیجوز تعلیق الرجوع عنها فلو قال … الوکالة المنجزة وتعلیق المعلقة … وکیلا جدیدا ثم بالعزل الثانی الوکالة الثانیة وهذا اولی من قول لان متی لعموم الاوقات ۱۲ کذا فی الطحطاوی

عن الشی آخر فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہی اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درہمون پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہی ذمہ مین والا لکان دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین متعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فیجوز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کا عین
سے ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہین اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نہ رہا تو اسپر افتراق جائز ہی لیکن برخلاف
مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال الذی لا بینۃ لی فبرہن ولو بعد حلف
خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ یمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برہن [illegible]
نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہین پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی [illegible]
مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اس مال سے جو تجھپر ہی [illegible]
کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہو گی اور اسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیۃ والطحطاوی [illegible]
دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہا لے کہ ہزار درم مجھپر ہین تو مین انکو ادا کر دونگا [illegible]
سو اگر اسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہی ادا کیے ہوئے کو پھیر لینا جائز ہی اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہے [illegible]
او قال الشاہد لا شہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی [illegible]
کے بہول جانے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہی کہ اول گواہی یاد نہین تھی تو اسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی [illegible]
فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا یا بحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی [illegible] اگر ایک
شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پھر اسی شخص کو لایا سو اسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے فلانے شخص پر حجت
نہین پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہی اس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر برخلاف اسکے جبکہ
بولا کہ میرا حق نہین پھر اپنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہو گا تناقض کے سبب سے اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکر سے توفیق ممکن ہی تو
اسکا جواب یون ہی کہ اس مسئلہ مین برات ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہو گی کذا فی الطحطاوی الا ان
الذی ولاہ الخلیفۃ ان یقطع من الاقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک مگر جس حاکم کو بادشاہ نے مقرر کیا
دی ہی اسکو اختیار ہی کہ قطعہ زمین کا معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والون کو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہی تو اسیطرح اسکے نائب کو بہی اختیار ہی شارح نے کہا اقتطاع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہی مجرد نہین صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ
فلو عینہ فمکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بسبب المصادرۃ صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اسکے مال
کا بیچنا مقرر نہین کیا یعنی یون نہین کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اسکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ بائع مکرہ نہین یعنی بیع پر
بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہی یعنی اسکی بیع صحیح نہین مگر یہ کہ
وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہو گا بیع اسکی صحیح ہو گی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ قضاہ صح بیعہ جیسے کہ دائن نے مدیون کو حبس کیا
دین کے سبب سے سو اسنے اپنا مال بیچا ادا دین کیواسطے تو بیع اسکی بالاتفاق صحیح ہی خوف فہا زوجہا وغیرہ بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب [illegible]
لانہا مکرہۃ علیہ زوجہ کو اسکے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ اسنے اپنا مہر بخش دیا تو یہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہو اسواسطے کہ اسپر جبر ہوا
مال کی بخشش پر [illegible] الاکراہ ثابت نہین ہوتا ان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یلزمہا المال لان الطلاق

المکرہ واقع ولا یلزمہا المال لما افادہ اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا
کیونکہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو ہمنے مسائل سابقہ میں مذکور کی ہم آئین نظر کرتے ہیں اسواسطے کہ زوج مکرہ نہیں
طلاق دینے کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم یصح قالوا وہی الحیلۃ قلت انما لم یصح لانہ لما قبلہ علیہ حیا انما الا انہا
ایضا الا انہ یتعین المحال من مطالبتہ برفعہ الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کسے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہ ہوگا
فقہاء نے کہا ہی اور یہ حیلہ ہی میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا اگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کر جاوے گا یعنی اسکو تکرار قبول کریگا اور ہاں الا انکا اسکا
قبول کرنا شرط ہی مگر یہ کہ یون جواب دیا جاسکے محال لیئے صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اسکی نالش کرکے اس قاضی کے پاس
جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بیرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ وقادہ انہ یومر بالرفق دفعا للاذی ایک
شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا نجاست کا چہبچہ بنایا سو اس سے اسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اسکے ہمسایہ نے اسکی تحویل چاہی تو اسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم
جبر سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور شفقت کی وجہ سے ہم عدم جبر کی وجہ یہ کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہی وان سقط الحائط
لم یضمن لعدم تعدیہ اذ حفرہ فی ملکہ کان تسبیبا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوٹ سے تو کنواں کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اسکے عدم تعدی سے اسواسطے
کہ اسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ سبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اسکا اور فاعل ضامن ہوتا ہی نہ متسبب ومر فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا
تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اسمین پانی نہ ٹھہر سکا اور ہمسایہ تک بہونچا تو اسکا ضامن
ہوا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت
سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہی بسبب صحیح ہونے اسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہی نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسا کہ اپنے
دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیومر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا
ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانیمین
احسان کرنے والا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور
اسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا او لہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے
اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہی یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو مالک ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب
میں مسئلہ مذکور ہو چکا قال ہذہ اختی حقیقۃ ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاءہ فلہ ان یتزوجہا اذا لم یثبت علیہ بان قال انما لا یثبت الا بالقول کقولہ ہو
حق او صدق او کما قلت او اشہد علیہ بذلک شہودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار
ہی یعنی میری زوجہ کا اسنے دودھ پیا ہی پھر اسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز
ہی بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثابت نہ رہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو جو
یعنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قولی کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اسکی شیرخوارگی حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف
کیا تو قول اسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو وہ تفریق ہوگا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا خلاف مبسوط فی المبسوط

وحاصله ان التکرار لا یثبت به الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں شرح تنویر مذکور ہے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ
تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمه فنزعه انسان من یده لم یضمن
لانه تسبیب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا سبب
سازی ہے بھاگنے کی ہم وان کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف سے حق تلفی مباشرت نہ ہوگی جو آپ ضمان لازم آوے وکذا لو دل السارق
علی مال غیره او دل سکی ہاربا من عدوه حتی قتله عدوه لما قلنا اور اسی طرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اسنے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے
بھاگا ہوا تھا اسکو پکار کر کہا یہاں تک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا تاوان صاحب مال اور دم کا اسپر لازم نہ دیگا اسوجہ سے جو ہمنے ذکر کیا یعنی تسبیب ہے
یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ مسک کے فعل سے وفی یده مال لانسان فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا
قطعت یدک او اضربک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانه مکره ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ مال مجھکو دیدے ورنہ
اگر تجھکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجھکو پچاس بار مارونگا سو اسنے اسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ مکرہ ہے قال ترکت دعوای علی
فلان وفوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواه بعده ای بعد هذا القول ذکره فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور
اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی مسموع نہ ہوگا قنیہ میں اسکا ذکر کیا ہے الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک
غصبه صح اجازته وحینئذ فیبرأ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی
چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت غاصب بری الذمہ ہو جاویگا تاوان سے اجازت افعال کی قید
اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں ولو انتفع به فامره بالحفظ لا یبرأ عن الضمان ما لم یحفظه وتمامه فی العمادیه اور
اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہ ہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نہ کریگا اور اسکا پورا بیان
عمادیہ میں ہے اہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نہ کریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو بمجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا
فی الصحراء لیصید به حمار وحش وسمی علیه فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجده میتا من ساعته لم یحل زیلعی ووجد الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط
ان یذبحه انسان او یجرحه والا فهو کالنطیحة جنگل میں تاکہ اس سے گورخر کا شکار کرے اور بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں
آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکا آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہے جو
دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہ ہوگا کذا
فی الزیلعی کره تحریما وقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلک
مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے سات چیزیں فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت
میں وارد ہے شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب بدلیل ہے وجمعها بعضهم فی
بیت واحد فقال شعر فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاک دم ثم المرارة والغدد + اور بعض فقیہوں نے اشیاء مکروہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یوں کہا کہ
سو تو کہہ کہ مکروہ نر اور دونوں فوطے اور پھکنا اسی طرح خون پھر پتا اور غدود ہیں اس بیت میں چھ چیزیں ہیں نہ سات وقال غیره اور ناظم بیت
شاة ذکرها سوی سبع ففیهن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال + اور غیر ناظم سابق نے یوں نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح
کیجائے تو اسکو کھا سوائے سات چیزوں کے کہ انکے کھانے میں وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ہے حاء مہملہ سے

بھی آئین کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا آئین اختلاف واقع ہوا ختان الرجل لیس بسنتہ بل کرامتہ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہی
بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے تکریم ہی یعنی حق تعالیٰ نے مشروعیت ختان سے مردوں کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہی جماع مین کذا فی الطحطاوی سے
وقیل سنتہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہی وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فقال ؎ وسبعۃ الرسل مختونا
لعمرک خلقۃ ثمان وتسع طیبون اکارم وہم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلۃ عیسیٰ وموسیٰ وآدم ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان
یحییٰ ہود یٰسین خاتم ہوا والعلامہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کیا ہی ان انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سولہوان کہا کہ
رسولوں مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت
یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور
حضرت سلیمان اور حضرت یحییٰ اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یٰسین ہی علیہم الصلوٰۃ والسلام طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز سکہ الصغیر واخذ فرجتہ وخرم ومن الجداء واللہ ہمایۃ اور جائز ہی طفل صغیر کا دغنا اور آسکے فرجہ کو چیرنا
پھاڑنا اور آسکے سوائے اور علاج کرنا مصلحت سے سبب اسلام اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہی کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم
وکیہا وکل علاج فیہ منفعتہ لہا اور جانوروں کی فصد کھولنا اور آنکو داغنا اور جس علاج مین آنکے واسطے فائدہ ہو درست ہی وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر
ویذبحہا ای الہرۃ ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانوروں مین سے اس جانور کا مار ڈالنا درست ہی جو موذی ضرر رسان ہو جیسا کہ کتا کاٹنے والا اور بلی
ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور آسکو نہ مارے اسلیئے کہ مارنا سود فائدہ نہین کرتی اور نہ آسکو آگ سے جلا دے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد
وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل وفی القاء القملۃ لیس بادب اور مبتغی مین ہی کہ مکروہ ہی آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین
آن لکڑیون کی جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہی اسواسطے کہ جون مسی شخص پر جسکی اور تکلیف دیگی اور موجب نسیان ہی اور کسیکی
سے آسکو ناحق تعذیب ہی تو آسکا مارنا ہی بہتر ہی کہ اسمین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجاز المسابقۃ بالفرس والابل فی الارجل والرمی للریاضۃ للجہاد اور مسابقت
یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہی جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم سابقت کی شرط یہ ہی کہ
دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کرسکیگا بالضرور تو جائز نہین اسلیئے کہ مسابقت
خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اسصورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہی اس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی المنح ریاضت جہاد
کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہو اور دل بہلانا تو مسابقت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہی مسابقت مین مال کا شرط کرنا
دونون جانب سے صورت اسکی یہ ہی کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجائے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجائے
تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما کما مر فی الحظر یا دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہی جبکہ یہ دونون شخص تیسرے شخص
محلل کو داخل کرلین آسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا صورت ادخال محلل کی یہ ہی کہ مثلاً زید اور خالد تیسرے شخص مثلاً محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے
سبقت کرجائے تو ہم دونون کے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرجاوین تو ہم تجھسے کچھ نہ لین ولیکن جو زید وخالد مین مال مشروط ہوا ہی وہ بحال خود باقی ہی جو آگے
بڑھجائے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کرگئے تو
آنکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہی کہ آسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو
یقیناً یا دونون سے کمتر ہو یقیناً تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا تحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤن تجھپر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جاوے تو میں تجکو دونگا
پس اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہیں اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونون طرف کی بازجیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف ایسا احتمال نہیں بلکہ ایک طرف
ہارنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارون کی جماعت سے کہا کہ جو تم میں سے آگے
بڑھجاے وہ مجھ سے اسقدر مال لے یا اسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو جائز ہے اور مسابقت کے مانند تفقہ میں اگر کسی مسئلہ میں
تنازع واقع ہوا اور ثواب بتانے کے واسطے مال مقرر ہوا ایک جانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیئے کہ حلت کی وجہ سبب کا شامل ہے کیونکہ دونون
بابون میں سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی
کل شیء کما مر فی الزیلعی اور ان چار کے سوا اپنے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوا اور چیزون میں جیسا خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا
مال شرط کرکے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شی میں مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے ہم نے یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
میں زیلعی سے منقول ہین اور یہی ذکر ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے
اسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کا اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سوا حضرت انبیا اور سوا
حضرات ملائکہ کے اور دون پر نہ بولا جاوے مگر بطریق پیروی ہم یعنی یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد و آل اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا
درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر صلوۃ کا دینا بالاستقلال جائز کہا ہے اسلیئے کہ
حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم واولئک علیہم صلوات لیکن جمہور علما اسکے مانع
ہیں اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک نہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین اختلاف
ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کرنا بلفظ
صلوۃ اسواسطے شروع ہوا کہ اسمین تعظیم و تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ
ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہیں
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی میں کہتا ہون اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں ہم بعضون نے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اسلیئے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے
کہ انبیا مرحوم ہیں یقینا اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہیں رحمت الہی کے خزانۃ الاکمل
میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسما معظمہ سے واجب ہے تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصا اہل حرمین کی
حضرت کے سبب سے خصوصا مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقام تعظیم اولاد علی اور آل ابا بکر اور عمر اور عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
وجوزہ السیوطی تبعا لا استقلالا فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعا لا استقلالا تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاے الہی میں نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کہے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب یا اقطاب ہون انکے ادنی
مرتبہ والے کی برابر نہیں ہوسکتے جسکا اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

ان لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی انکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو انکے بعد ہین از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہم اور تابعین
وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی
للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ القرمانی اور اسی طرح عکس اسکا جائز ہی یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد کے صالحین
کیواسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی قرمانی نے ولہذا کتب فقہ مین امام محمد کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا اولی یہ ہی کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے سلام مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای
الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی نوروز عبارت ہی آفتاب کے
آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہی مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی
حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک
یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر
نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اسکا عمل حبط ہوگیا یعنی
ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ
نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبل ان اراد
تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اسکے قبل خرید نہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور
اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس حلیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچھ مضائقہ
نہین قلانس کے پہننے مین سواے ریشمی کے اور سواے اس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہی قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ
اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر الکل سے زیادہ ریشم ہو اسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی برخلاف اس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی
علت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور
عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ
لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردون کو مکروہ
ہی جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے
منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا وتستحب التجمل وا باح اللہ الزینۃ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہے تجمل اور آرائش اور حق تعالے نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالے کے قل کسنے حرام کیا ہے زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ پس مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظمؒ اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار
تھی بدلیل آیۃ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالی بندہ کو نعمت دیتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر نمودار ہو
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ ملتقی
میں ذکر کیا ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا نہ تھا کہ امیر المؤمنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر پیوند لگے تھے امامؒ نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عمال انمین انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو بھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود ولا شاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالی والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ فمن یضعہ اللہ فی جہنم وہم اولوا الامر علی الاصح ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا بوڑھے جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش
کی قوم سے ہو حقتعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہے جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی
اسکو دوزخ میں ڈالیگا اور اولوا الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علما دین مراد ہیں بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق
اسمیں خلاف نہیں مترجم پوری آیت یون ہے واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لاے تم میں سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اسکا عالم
اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہیں اسواسطے کہ علم انکی بلند منزلتی کے سبب
اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بمزید رفعت ہے اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھوین شب کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو
مجالس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرتؐ کے بعد بھی علما کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مؤمنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکسان ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نہ کرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے
میں اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرفہ مین
امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہوجاتا ہے اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہوجاتا ہے اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر ایک
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کیلیے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر میں مترجم ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اسکو میرا
آرائش کرنا اسمین اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہے کہ نہین کیا لواحیہ مین ہے کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤن میں لگانا لائق
نہین کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتون کو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہیں انسؓ نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انھون نے حضرتؐ کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالا خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام
یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہے اسلیئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہے اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام کی
ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضی سیاہ خضاب
کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہے کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہے کذا فی جنایۃ فتاوی
قاضیخان میں مذکور ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث
صحیح میں وارد ہے کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق میں ہے اور غازیون کو حرام نہیں کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے
اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہے قال الحموی کذا فی الطحطاوی ہم نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے
کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہے جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک کو خضاب وسمہ کیا ہوا تھا واللہ اعلم
کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہے کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل
ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر میں سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی
بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جس میں وبا ہے
سو اگر وہ یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اسکے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہان جانے میں جہان وبا نہیں ہے اور اگر اسکے
نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر میں گیا تو اس میں مبتلا ہوگا تو اسکو یہ مکروہ ہے تو وہان نجائے اور نہ وہان سے نکلے کیونکہ اسکا اعتقاد
محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف میں محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی قنیۃ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس
لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں ہے کہ وہان اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ بزازیہ
وغیرہا میں ہے ہم یہ قول محمول ہے اس جہاد پر جو ہنوز فرض عین نہیں ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہے ثواب میں اس جہاد کے ثواب
سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہے قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما
الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمنہ قبیل فصل القرض مدیون
نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے
ترکہ سے لیا گیا تو نلے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسیکا فتوی
دیا ہے مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہے اور مترجمین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے
کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر
کنز الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن میں ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالی
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونون درست ہیں قول صحیح میں اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اسپر صلوٰۃ واجب نہیں امام سے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال میں دوبار ختم کیا
تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اسکے واسطے تطہیر اور تحسین
لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قنادیل اور شموع سے روشن کرنا اور اہل وعیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور انکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا
کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اسکو قرآن سناوے
جو اس سے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات ختم قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر
کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے بے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نٹھہرے اور اگر کوئی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی
عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اسمیں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد کی قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اسکو دھو ڈالے
یا ایسی پاک جگہ میں رکھدے جہاں نجاست اور قدموں کے ساتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ کو جنکا علم کیطرف پاؤن پھیلانا یا قدم میں مکروہ ہے اور جو
قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے چاہئے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہ دیکھا
کہ کوئی آیت یا سورت سیکھکر بھول گیا اور نسیان سے مراد یہ ہے کہ اسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور بعضے کہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونون
پاؤن سمیٹ لے اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے
پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحاوی منتقلا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں علم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی التقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع
میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت
ہیں تو اسمیں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ہی علم اصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض
علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی پہنچانا
حقوق ہر اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری
جیسا کہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث جیسا کہ نانی کا ارث
مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل اجماع امت ہے جیسا کہ دادے کی ارث عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا
اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا
پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز
والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے
تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بالعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمیں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وہی فرائض لان اللہ تعالیٰ
قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر اور روشن
کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اسکی تقدیر پاک اور نبی اور مرسل پر نہ چھوڑی

ہیں کی اور پھر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہا سے کہ انکی نصوص مجمل ہیں سنت نبویہ میں انکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولہٰذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخریٰ میں کہتا ہوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط النص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ہم بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا فقط نص سے ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہیں وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ بالحیوۃ او بعضوین کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہے کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہٰذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہے ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی ملک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ویبدا من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیا جاوے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہے اور اجارہ کا گھر ہم ترکہ لغت میں بمعنی متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے جیسا کہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مر گیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز و تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادائے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز میں صرف ہو گا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولیٰ کی حیات میں کسی کو قتل کیا اور مولیٰ کا کچھ مال نہیں سوا غلام کے اور مولیٰ مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولیٰ سے ہاں اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اس سے مولیٰ کی تجہیز و تکفین ہو گی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اسپر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اسکا کچھ مال نہیں سوائے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہیں تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ پر دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا اسواسطے اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہو گا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوئے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے اور یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئے تھے بتجہیزہ ثم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ کفن مسنون یا بقدر اسکے

جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہو دفن وغیرہ سے پس ایسا ہو کہ تنگی اور اسراف نہ ہو کفن کا دو طرح ہو شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار
کے اعتبار سے مرد کا کفن تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ
کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے
زیادہ کا ہو تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ او بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوا کفن مسنون اور قیمت
دیا جائیگا جیسا کہ وہ میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا یعنی قصور نہ ہو تا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہو نے سے قاصر ہو تو ایسا ہو واسطے دین کے تو کفن کفایت دیا جائیگا کفن کفایت مرد کے دو
کپڑے ہیں چادر یا پیرہن یا مغسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ملو کہ کفنہ قوله الکفنہ کفن مرتد اول اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر
میت کے پھٹنے اور پھولنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جائیگا اور بعد پھٹنے کے یہ ہو سو ہم تو ضیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کو کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر میں تو وارثوں پر اسکا کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہو تو اول بار کی طرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر
درست نہ رہا ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر خیمہ یا کفن چرا یا گیا ہو ادا سے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں
ترکہ قسمت ہو گیا اور قرضداروں اور اہل وصیت نے لیکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر اسکی میراث کے اور انکو کفن دیا جائیگا اسی طرح ہر بار ہوگا
تا انکا مال میراث کذا فی الطحطاوی و کل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جائیگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد
پھر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم حیثیت عباد کی جہت سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حقتعالی
کی طرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین
کا سبب معلوم نہو صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو
مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فسیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو
صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اسکو شرح بیان کیا اور معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ بدلوں سے اپنے مرض میں اس
دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا وجوب
اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی وسط ضعیف
قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو
مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو آیا ہیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر
ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نافذ ہو اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون
شرح ملتقی میں ہے کہ ترکہ مستغرق کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اسکے نہیں کذا فی الطحطاوی واما دین اللہ فان اوصی بہ
وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حقتعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر
وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت
نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نماز میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ فقہا نے
بالکل معدوم ہوا اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا اگرچہ ظاہر تر یہ ظاہر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے
مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش رحمت الہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدداری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی

حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے بخلاف زکوۃ کے اسواسطے کا یمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کی تعمیل مقدم کیجاوے اگرچہ وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار نے شرح مختار میں مختار کہا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اجنبی ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درہم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں اختیار کے مانند [illegible] سے منقول ہے یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہیں تو موصی لہ وارثوں کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہوا اُس مال کی تہائی سے جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ہم وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جبکہ دوسرا امر نہ پایا جاوے اور اگر تجہیز اور دیون دونوں نہ پائے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا یا درندے نے اسکو کھالیا اور وہ کسی کا مدیون نہیں تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہیں یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ رہتا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال حیز قسمت سے ساقط کیا جاوے نہ اسقدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے اسسبب سے کہ وصیت کے مظنہ تفریط کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا موضع مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہیں تو اُسکے ادا کرنے میں احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا دا وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا تقسیم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاوے میت کے وارثوں میں ہم صرف ترکہ میں پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہیں چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان حقوق متعددہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام مال اُسی کا ہے سوائے زوجین کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے روح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بود ہونا اُس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے و باینمعنی حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فناء خلائق کے لیکن نسب اور سبب کی قید خالق عزّ شانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہیں جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے اور کتاب اللہ میں باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث ثابت ہے او السنۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدّات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ انکو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے از کشف المنار میں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہیں اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع فجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہی حکم شرعی پر جس زمانہ میں کہ واقع ہوا اور مراد اسنے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی و یستحق الارث و لو مصحفا یعنی و قیل لا یورث و انما یوقف من ولدیہ صبیر فیہ باحد ثلثۃ برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و ولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مثل کلام مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو بیٹے کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی العصیر فیہ سبب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد او باطل سے باہم توارث نہیں ہم نکاح فاسد وہ ہے جس میں شرط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے یہانتک مروی ہے کہ تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا پانچ روپیہ اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور کتنی قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی و المستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ فیبدأ ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدأ بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیا ہے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں یعنی سہام مقدرہ یعنی جو حصہ کہ معین اور منصوص ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سہام مذکورہ چھ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثان اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھا اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلاثۃ من الرجال و سبعۃ من النساء و اثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فرض بارہ ہیں دس انمیں نسب کی راہ سے ہیں تین مردوں میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجین ہیں تین سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی ہے اور شوہر اور زوجہ وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد و جمع برابر ہیں اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ہے ثم بالمعتق و لو انثی وہو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاویگا آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع کیجاویگا آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولاء سے کچھ حق نہیں سوائے اسکی ولاء کے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت ان کے حصوں کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الفضائل نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین پر وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ انکے فرزندوں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی در المنتقی شرح اور حاشیہ عمر زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بیت المال منتظم اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوسکتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے مستحق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانہ میں

زوجین پر رد میراث ہوگا اور آسپر فتوی ہے انتہی پھر ترجم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی نہ ہو کہ ہمارے زمانہ مین بیت المال نہین بیت المال
تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ مین تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض عبد الواحد شہید
مین بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور ردح الشرح مین قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑکر مری سو زوج نے نصف باقی بعسالل
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ مرحمہ ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہون تو ترکہ
مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے انکو دیا جاتا
ہے قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی مان کی طرف سے قرابت دار ہون یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب مین جہتہ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی موالاۃ
ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہے یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولا سے موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت مین
معنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع مین یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہوگا جبکہ مین مرون اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر مین کسی کو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولا کا صحیح ہو گئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جب
وہ مر گیا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونون طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے
کہا شرائط ولا یہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ آسکے موالی سے ہو اور عقد ولا کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا مولا سے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا ہونے کی شرط یہ اختلاف ہے اور اسی طرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
ملخصاً والباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے اور وارث ہونا مولا موالاۃ
مروی ہے حضرت عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا ہے ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور اسپر دلیل ہے قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس عقد موالاۃ کا ہے اور امر وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف خصوصاً
پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر سبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیۃ
کریمہ مین قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت مین فاتوہم نصیبہم کہنے سے تیرا نہین ہوتا بلکہ مراد وہ عقد بالیمین ہے بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہے کہ معاقدہ کیوقت اور احادیث آئی ہین بہت سی ان از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ ترحقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنی زندگی مین اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اسکی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً من ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد کو کہا کہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہین اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر ہے کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مرجاوے
انتہی اقرار اسکا اسطرح پر ہے چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر مثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

(قال الطحطاوی وقد فنه … [illegible])

دونہ اخمہ الورثہ فان رجع المقر تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہوگیا مطلب یہ کہ مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو یہ اسکا نسب حقیقتہً ثابت ہوجائیگا اور مقر لہ مقر کے وارثوں سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہوجائے اور مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً زید کی اولادیں کہیں کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے مانع ارث نہیں ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شرح السراجیۃ لمصنفہ وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسی طرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح میں مذکور ہے مصنف در مختار و شرح الشروح میں اور التنبیہ میں نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح آمین یعنی تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہوتا ہے مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی عبارت آئین میں صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہی ملخصا ثم لمن الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کیونکہ اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب سے ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جبکے واسطے موصی معین کردیگا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقر لہ کو اسواسطے کہ مقر لہ میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمیں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم کہتے ہیں حال مقر لہ کا قوی ترہے اس احتمال کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی قسم کے اقرار پر مصر رہا اور وارث مقدم ہی زائد علی الثلث کے موصی لہ پر کیونکہ ثم بیت المال لانہ مال فیئ للمسلمین پھر مراتب مسطورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے ارث کے راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا وارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے ہم شرح الشروح میں ہے کہ علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال میں ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاویگا تو آخرت میں لیگا اور شرح مختصر طحاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیماروں کا اور کفن موتی اور نفقہ یتیموں اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ہم والموانع علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے بر اس مقام کے چار ہیں ہم جب اسباب ارث کے مذکور ہوچکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط اسباب کا وجود کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضا سے سبب نہوسکے اور ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اسکے اس حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے ما حب نکاح یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہوجائے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے مدت کے داخل ہوجائے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب میں لاحق ہوگیا اور نسب اور نکاح اور ولاء میں حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہوجاوے وہ نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وارث اور مورث و حاجب ہوگا بقدر اسکے جو حریت ثابت ہے

وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رق کامۃ بعد مااستامن الی علینہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا فیسر الدیۃ ما لکہ الجنایۃ فدیتہ لورثتہ وملا زہ لا ئمتنا بحراور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال موروث ہوتا ہو یا رقیق وہ غلام کبھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی امستامن ہے دارالاسلام میں جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دارالحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہوا اور یہ مسئلہ ہمارے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیئے والقتل الموجب للقود او الکفارۃ وان سقطا بحرمۃ الابوۃ خلافا للشافعی دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا ہے قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھود یا پتھر رکھا اور اسکا مورث اسمیں گر کے مرگیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا خلافا للشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رحمۃ کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہیں ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہوا قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا وہ تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا بالعکس ایسا ہو تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور امام احمد نے کہا اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ کے تقسیم ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اسنے زمانہ اسلام میں کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف کیونکہ آخر زندگی ہے وہ کافر ٹھہریگا معلوم ہوا زندگی سے ایمان تھا اسوقت فوت ہوگیا اور جو مقصود فوت ہو وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اومن کان میتا فاحیینا ہ یعنی جو کافر تھا اسکو ہدایت کی لیکن اسپر بھی مرتد سے بسبب ارتداد کے مرتد کے دارالاسلام کے فقود کی وجہ سے موت کا حکم ظاہر ہوگا جبتک قطع امید نہ ہو جائے اسکی قتل یا موت یا لحاق سے پھر جب قطع امید ہو گی اسوجہ مذکور سے تو موت ثابت ہو ارتداد کے وقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پائیگا اور جو اسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہوگا اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام رح اور صاحبین کے نزدیک دونوں قسم کے مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی رح کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جائیگا کذا فی الکبیر قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر وصورتہا کافر مات عن زوجۃ حاملا ووقفنا المیراث للحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد وظاہرہ مرتبا لا تترددنا فیہ اس کہتا ہوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جسمیں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور یہی ہے مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں پایا گیا ہے میں دیکھتا ہوں اسلام میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملک کفار مختلف ہوں کفار کے حق میں ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے کہ وہ اختلاف دارین نہیں مانتے اور لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے ملک مختلف ہو جاتا ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہ رہی ... اختلاف دارین چند قسم کا ہے حقیقۃ اور حکما دونوں طرح اختلاف ہے جیسے کافر حربی دارالحرب میں اور کافر ذمی دارالاسلام میں اور دوسری یہ کہ فقط حکما اختلاف ہے چنانچہ وہ حربی مستامن جو لینے ملک میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو ساتھ اس ذمی کے جو دارالاسلام میں ہی یا دو کافر حربی دو ملک کے دارالاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دارالحرب میں اور تیسری یہ کہ فقط حقیقۃ اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دارالاسلام میں اور حربی کے جو دارالحرب میں ہو اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک دونوں قسم ہیں تیسری قسم تو مانع اختلاف کی ہی نہیں کیونکہ

نہ مانا ہو اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں باہم یعنے حربی مرگیا دار الحرب میں اور اُسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اُس حربی کا وارث نہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اُس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن و ذمی وکحربیین
من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف
کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم قولہ کحربیین کو اگر اُسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکون
مین ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ قبیل اختلاف دارین ہو حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اُسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اُسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف
کے دار الاسلام میں بطریق امان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے کحربیین کے کتا ملین
کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ایک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اُسکو پاتا ہے تو انمین اس کلام
کی طرف اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکون کے بادشاہون میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہیں ہیں بلکہ بمنزلہ ایک ملک کے ہیں
کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے لیس فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہوا اور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سب کو شامل ہے تو انمین تباین نہیں لشکر و سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب دار الاحکام
نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد اسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شرع کی نظر میں چنانچہ کافر واحد کے دین باوجودیکہ نفس الامر میں کفر تو
ستے ہیں ایک ہی دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قلت بقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی داخل کیا میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہ گیا نامعلوم ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے
آویگا معنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ہوکر مرگئے تو انمین توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہیں اسواسطے کہ جو علامتین مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو چاہیے مجاز
تاریخ موتی کو مانع کہا اُسنے خذا الی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک خمس مسائل ذکرہا مبسوطۃ فی التجرید منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہوتا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلون میں یا زیادہ مفصل مذکور ہیں تجرید میں ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونون لڑکون میں سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکون میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا ولذا لو اشتبہ
ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا میراث لہما من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہوجاے
مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونون لڑکے بالغ ہون تو وہ دونون مسلمان ہیں اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی منیہ میں اتنا زیادہ
بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونون لڑکے آپس میں صلح کرلین تو انکو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہووے ہم دونون کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انھین کی ہے بلا شک لیکن معلوم نہیں مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اسکا حق تھا اور جو
دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ولد اور ولد الابن وان سفل سے کم ہو یعنی نصف سے تو فرض اور تعصیب ہے یا ایک زوجہ اور چند زوجات کیونکہ انکا آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ ہوگا جیسا کہ ہم بیان کر چکے
یعنی پوتا یا پرپوتا یا سرپوتا اسفل ولد اور ولد الابن خواہ مذکر ہو خواہ مونث اس زوجہ سے ہو یا دوسری بی بی سے ہو وارث نہ ہو کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار
تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ انمیں برابر بانٹا جائیگا عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی المحلاوی والربع لہا عند عدمہما فلزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن
مع الولد یا آدھا چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فاکثر کما ذکرنا جلا بین
فالکثر فکما مرحسبۃ و بینہا وثمن سے تحقیق ہے واحد منہم ولا اولی بہا فانہم فیہ سواء وارث انہیں سے جو کم ہو ادا ثمن الادلو ثمن الحد ہما ای الولد او ولد الابن اور زوج
اور حصہ چوتھائی ہے اولاد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مرد دونوں نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ اسکے
اپنے نکاح پر پیش کئے اور وہ عورت ان دعویداروں میں سے کسی کے گھر میں نہ تھی اور کسی زمانے میں ان سے قرینہ کی تھی تو میراث زوج کی مدعی انمیں بانٹ لینگے برابر
عدم اولویت کی وجہ سے اور اگر وہ زندہ ہے تو نکاح کا چند مرد دعوی کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت انمیں سے
مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ آسکے پاس نہو جسکی نسبت تکذیب کی اور اسنے قرینہ بھی نہ کی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پیش ہے تو تاریخ سابق کا
حق ہے کذا فی المحلاوی والنصف لہ عند عدمہما فالزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال
ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں
فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی
فرض سے دونوں کے نہونے کے وقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب
مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہے باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف
لیگی اور جو باقی رہا اسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ والجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض وباقیہا فی غیرہا میں کہتا ہوں
اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں ہے پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں اور فرائض
کے پانچ مسئلے یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے دوسرا یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا
تو بعد حصہ احد الزوجین کے مال اسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں اسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک اور تیسرا یہ کہ بنی اعیان اور
بنی علات ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک چوتھا یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اسکے
فرزند کے ساتھ سدس ولاء کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام ولاء بیٹا لیگا دادا کو کچھ نہ ملیگا باتفاق اماموں کے نزدیک پانچواں یہ کہ اگر غلام آزاد
ابنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا تو امام نے کہا کہ دادا اسکے واسطے ولاء ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام میراث
اسی کی ہے بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل یہ ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا زید کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہوگا اور دادا اسکا داخل ہوگا امام کے نزدیک
یعنی ہے یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر بالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر تیسرا یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اسکے لڑکے کی ولاء کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا اسکے موالی
کی طرف چوتھا یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے پانچواں یہ کہ اگر زید مر گیا اور اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اسکی ولایت زید کے باپ
کو ہے نہ دادا کو چھٹا یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہو تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے
ساتواں یہ کہ باپ کے ہوتے ہوئے کسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق آٹھواں یہ کہ صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کے ہونے سے اسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی
یہ کہ اگر بیٹا مر گیا اور اسکی اولاد صغار ہو اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک ماں ہو اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسی طرح کہ تہائی نفقہ ماں پر ہے اور

دو بھائیاں دادا ہے اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام لقیہ اسکی ہے واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفضولیین ضمن الاب مہر صغیرہ
فادے رجع لو شرط و الا لو ادی لیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ادی لیا غیرہ لیعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے
حاشیہ اشباہ میں جسکا نام زواہر الجواہر ہے اشباہ کے تیرہ مسئلوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فضولیین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی
ضامنی کی پھر مہر اسکا ادا کیا اپنے مال سے تو وہ بیٹے کے مال سے بھر لے اگر اسنے ادا کے وقت رجوع کا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ
کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا
تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے ولام ثلثہ احوال السدس مع الصلھا او مع اثنین
من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی
یا دو بہنوں کے ساتھ یا بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگرچہ ملے جلے ہوں ہم اگر ایک شخص مر گیا ماں اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی
پوتا ہو یا پوتی تو اسکی ماں کا حصہ سدس ہے قولہ تعالی ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت
دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی [illegible] ولد الابن قائم مقام ولد الصلبی کے ہے تو میت کا [illegible] اسی طرح ماں کا حصہ میت کے
دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ [illegible] خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا اخیافی [illegible] ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا
سوتیلا اور تیسرا اخیافی [illegible] اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن
وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہم بیان دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے
کہ ایک عورت نے زوج کو اور ماں کو اور باپ کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور
باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ کہ ایک شخص مر گیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی ماں کی یعنی تین سہم اور
باقی چھ سہم باپ کے [illegible] نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ ماں کے تینوں حالات ایک جگہ متصل
ذکر کرنا بہتر ہے [illegible] اور اگر صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ ماں کو تمام مال کا
ثلث ملیگا انتہی [illegible] وللجدۃ مطلقا [illegible] اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونوں
جدہ صحیحہ ہیں یعنی نانی اور پوتے کے [illegible] فصاعدا [illegible] ثابتات ای صحیحات کالمذکورین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام
کما سیجیئ متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی تحجب البعدی مطلقا کما سیجیئ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس میں جبکہ جدات
ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہوں [illegible] جدہ فاسدہ مذکور ہوں [illegible] اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروض میں چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام
میں آئیگا اور دوسری شرط یہ [illegible] جدات درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ
قریبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو [illegible] خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب میں آئیگا کذا فی الطحطاوی
[illegible] کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسیطرح اسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام
اور جدہ کی دو قسم ہے صحیحہ اور فاسدہ [illegible] ایک باپ دو ماؤں میں نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ
فاصل ہو [illegible] جدہ فاسدہ ہے چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤں
میں باپ [illegible] ایک شخص کی [illegible]

ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسے کا حصہ مجھکو دیجیے صدیق رضؓ نے جواب دیا کہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا ہوں اور تیری بابت
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجیے تو صدیق رضؓ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن تمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسی کا ہے کذا فی الجوہرۃ عن الاکمل ملخصاً وللسدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائی کے پورا کرنے کے واسطے ہم جبکہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو اُن لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ خواہ بعض صورتوں میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو یا زیادہ پوتیوں کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی بھی ہو تو بھائی انکو عصبہ کریگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہو جائینگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا انسے نیچے تو انکو عصبہ کر دیگا اشعر بانکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو ائمین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیوں کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں
کے پورا کرنے کے واسطے ہم یعنے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف تو سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی
ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ہوئے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے چنانچہ متن نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعداً منہن ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مردوں کی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہو جائینگے بالاتفاق اسواسطے کہ انکی میراث ضعیفہ ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

ف۱ یعنی اس صورت میں کہ بیٹیاں نہوں ۱۲ ف۲ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاویگا اور اگر بھائی سگا ہو ... تقسیم مال ... للذکر مثل حظ الانثیین ۱۲ ... بیان اس وقت ... ۱۲

ف۳ ... ف۴ ... ۱۲

ہے اور کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور آگے کے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث ما بقی یعنی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او زوج والدین و ام فلہا نصف السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے جیسے یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں تک غرض اور ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب اسقول آئندہ میں دیا ہے ثلثا ادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کیلیے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے ذکر نہ کیا کہ جب فقط والدین وارث ہوں فرض ہو چکا اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا الاثر یوں ہے کہ ماں کا حصہ بہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہو ثلث باقی ہے چنانچہ جمہور کا قول ہے ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو اسکے برابر ہو جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی الشیخ البیضاوی

فنصا وثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد

اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض صرف نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں اسواسطے کہ اسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہے یعنے زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد شخص جو کہ انفراد کی حالت میں نصف کے وارث ہوتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس نصف اور ربع اور ثمن کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا یا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار صنف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی بہن نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات صنف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسیطرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو یا دو بھائی بہن یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند بجہت میراث کے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملہ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملہ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریہ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت میں عبارت ہے محیط بالشیء سے اور معنی احاطہ عصب شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی اعلم ان العصبات ثلثۃ عصبہ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم پر ہیں عصبہ بنفسہ وعصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق میں معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ اگر شرکت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذاتہ خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں یہ غیر بھی اسکا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے

يحوز العصبة بنفسه وهو كل ذكر فالانثى لا تكون عصبة بنفسها بل بغيرها او مع غيرها لم يدخل في نسبته الى الميت انثى فان دخلت لم يكن عصبة كولد الام فانه
ذو فرض وكاب الام وابن البنت فانهما من ذوي الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما افضلته
الفرائض اي جنسها عصبہ بنفسہ لیتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فروض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اُسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد يحوز جميع
المال بجهة واحدة اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے شیخ اخفا میں ہے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جبکہ اُسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے ہے اور باقی مال کا سبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے سب مال نپایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ
کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسهم اربعة اصناف جزء الميت ثم اصله ثم جزء ابيه ثم جزء جده پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہیں میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ويقدم الاقرب فالاقرب منهم بهذا الترتيب اور عصبات میں زیادہ تر قرابتدار کی تقدیم ہوگی
پھر اُسکے بعد اُس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فيقدم جزء الميت كالابن ثم ابنه وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پروتا اور پوتے کا پوتا الخ لیکن تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے مقدم جانتا ہے صرف
مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اُسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اُسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی نے بقدر
حصہ پدری کے اُسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اُسکی خواہش کی رعایت رکھی كذا في الطحطاوي ملخصاً ثم اصله الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے
باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پروتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ويكون مع البنت فاكثر عصبة وذا سهم كما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحيح وهو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا پھر دادا الی غیر ذلک اما ابو الام ففاسد من ذوي الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام
میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابيه الاخ لابوين ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنه لابوين ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا وتاخير الاخوة عن الجد وان علا قول ابي حنيفة وهو المختار للفتوى خلافا لهما وللشافعي قيل وعليه الفتوى تاخیر بھائیوں کی دادا
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابوحنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین رح اور شافعی رح کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر
فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جده العم لابوين ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنه لابوين ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر سگے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم لاب یعنی پھر پدری اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہی پھر اُسکا سوتیلا چچا ہی ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہی ثم عم الجد یعنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلوا پھر جد کے اعمام کے بعد اُنکا بیٹا اسی طرح مقدم ہی یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہی اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھم اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ اُنپر باعتبار اُنکے ابدان کے تقسیم ہوگا نہ باعتبار اُنکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہی اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک چچیرا بھائی ہی اور دس چچیرے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابھا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا و بعد ترجیحھم بقرب الدرجۃ یعنی ترجیحون عند التفاوت بالقوۃ واپ کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالاخت مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اُنمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہی قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات مین سے جو شخص میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہی اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہی سوتیلے بھائی پر هم درجہ مراد قرابت کی جہت ہی یعنی تقدیم میں راجح جہت معتبر ہی تو جزو میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہی پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت کا چنانچہ جزو میت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہی لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہی تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہی اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں اور بھتیجوں اور چچاؤں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہی عصبات بنفسہم کے اصناف کا اسلئے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہی کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہی لیکن یہ جواب ہو سکتا ہی کہ اُسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہی تو اُسکی دلیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کردیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ہم یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہی الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہی اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیھا یقدم الاعلی ورخلاصہ کلام یہ ہی کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہی اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلی یعنی اقرب مقدم ہوتا ہی هم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہی باپ کی طرف سے بھی اور مان کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہی باپ کی طرف سے یا مان کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہوں هم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہی (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہی مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہی تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسی طرح بہنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین او لاب باخیھن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونے سے هم اور بہنوں کا

عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یعنی اربع ذو النصف والثلثین اپنی بہن
عصبہ ہوا جو تین تو عصبہ بغیرہ ہے چار عورتین ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور اسکا بھائی
عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن وہ بسبب من تحتہ او فوقہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ بیٹے کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کردیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اُس بہن کو جو اُس سے اونچی درجہ والی ہو عصبہ بغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہے
جو برادر حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو سو حقیقی برادر یہ ہے جیسے بیٹی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنون کو عصبہ کردیتا ہے اور چچیرے بہنون کو جو درجے مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ
کردیتا ہے جو اُنسے اسفل ہے درجہ مین تو اُنمین سے اُس عورت کو بھی عصبہ کردیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس مصنف نے
عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ہم سراجیہ اور اُسکی شرح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اُنکی ماں کا مولی ہے
ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اُسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہوگیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اُسکے ماں کے ساتھ ملا دیا تو وہ اُس شخص کے مانند ہوگیا جسکو باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہین تو اب یہ واجب ہوا کہ اُسکی ماں کے موالی اُسکے وارث ہون اور وہ اُنکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مرگیا اور اُسنے ایک بیٹی اور ماں اور موالی کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اُسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اُسکے میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہین اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما او مولی سے
مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونون کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اُسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اُسکو بشرح
بیان کیا ہے ماں کا مولی ہوا اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعاً اُنکا کوئی باپ نہین جس سے اُنکا نسب ثابت ہو اور وہ اُسکے وارث
ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توام
میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین
وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے اخیافی بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے
وختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا
آزاد کرنے والا ہے مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

مین واقع ہوا تو انہین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہی اور یہی قول ہی علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہی ذوی الارحام سے اور معتق جمہور کا قول ہی اور فریقین کے دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اُسکا عصبہ بنفسہ ہی بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت ہی نسب کی قرابت کے مانند عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہی اسکے عصبہ بغیرہ پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا موخر ہی عصبہ نسبی سے اور بوجہ ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحٰق ابن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب سے مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہی عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحاوی ملتقطا ۔ واذا ترک المعتق اب مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اور اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہی اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہی اور ترکہ یعنی اسے عبد المولی واخاہ فہو للجد والاخ الی آخرہ المتقدم وقالا بینہما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہی جو بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہوچکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتون کو ولاء مین کچھ حصہ نہین مگر اُس غلام کا ولاء ہی جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا تا آخر الحدیث ثم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین اسواسطے ولاء عتاقت مین انکو حصہ نہ ملیگا اور یہ حدیث ٹکڑا ہی اس حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہی وہو ان کان فیہ شذوذ لکنہ تائد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما ابسطہ ۔ داقرہ المصنف الحدیث مین اگرچہ شذوذ ہی لیکن وہ تائید ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی منفرد ہوا تو اُسکو نظر کرنا چاہیے اگر اُسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہی تو اُسکی روایت شاذ مردود ہی یعنے قبول کرنے کے لائق نہین ہی اور اگر اُسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اسکا افراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اُسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اُسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہی جو قرن اول مین احاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اُسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اُنکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہی حصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتون کو ولاء مین کچھ نہین کذا فی الطحاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان الزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنے یقینا باپ اور مان اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے یا سدس ہی یا عصوبت ہمیشہ اور مان کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہی اور بیٹی تین حال سے خالی نہین اسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون بحال اخری وہم غیر ہولاء الستۃ سواے انکے تو عصبات اور ذوی الفروض اور ایک فریق وہ ہی جو ایک حال مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسرے حال مین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سواے ان اشخاص سے مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین وغیرہ

اعتق اوقع مین ... دونون ... اور بیٹا ... متعتق اور معتق معتق ۱۲

یعنی ملے اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں اصلین یا ایک اصل
پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والا وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب منہم سواہم الا ابعد بالام فیقدم الاقرب فالاقرب اتحد الی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے
کہ انکے سوا سے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں
قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہوں ہم نے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ
میت کا جزو بیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع دانی کی ہیں حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے وعلی ہذا القیاس فروع الفروض میں اقرب
ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیات اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ بھائی
ہے والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت کسی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اس
شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فیرثون معہا
لانعدام استحقاقہا کل الترکۃ جہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی ہو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے یعنی ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے
بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث ہوتا مگر اس کی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک
فرضیت کی جہت سے اور اگر جماعت اہل عصبات میں سے کوئی باقی نہیں ہو تو ماں کے تو اسے وہ تمام متروکہ پا وے گی نہ ایک جہت بلکہ دو جہت فرضا و ردا والمحروم
کالابن کافرا وقاتلا لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم حجب محروم میت
صلاحیت میراث کی اصلا نہیں تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے فوات اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب
اتفاقا کالام الاب تحجب بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود رضی کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے
ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان
اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کہ یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک
حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی
ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم
ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے
نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک
ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام ثلثۃ بالابن ثم ابنہ وان سفل وبالاب اتفاقا والجد
عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے انمیں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے
باتفاق امام و صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران ثانی کا ذکر کرنا حجب کے مناسب ہے اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فرضی
اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات فرضی ذکر کر کے
بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر نے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول
زید ویفتی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ دادا سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ میں مشرح مذکور ہیں ہم نے اختصار اصول ۱۴

زیادہ یون مذکور ہین کہ جب جد بنی الاعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہوگا برابر تقاسمہ کریگا جبتک تقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے
کم ہوگا تو اسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہی تو تر وکہ انمین نصفا نصف ہوگا اسواسطے
کہ تقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہی اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہی اور باقی مال بھائیون مین تقسیم ہوگا
اسواسطے کہ اس صورت مین تقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہی اور وہ تہائی سے کم ہی اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہی تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر مال کیا جاویگا
کہ جد کے لیے تین حالتون مین کون حال بہتر ہی تقاسمہ یا ثلث ما بقی یا سدس کل جو کچھ اسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت
ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الدر وما سقط اولاد الاعیان وقد سقط الشیخان رو سیاہ ہین اور صاحبین نے سگے بھائیون اور سوتیلے بھائیون کو
دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہی اور الاختلاف یعنی امام اعظم نے انکو ساقط کیا ہی اور یہی قول امام کا مختار ہی اور وہم قولہ اور وہی ہو اسواسطے کہ
بنی اعیان وارث ہوتا ہی اسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی و قال شرح الفتوی اور سقوط بنی اعیان امام کے
قول پر فتوی ہی چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہی اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہی کہ قول پر فتوی ہی تسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ
والاخوات لاب وام ای بنی الاعیان ایضا وہو لای ای بالابن وابنہ وبالاب الجد وکذا بالاخ اور بنو العلات
یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے جنکا ذکر ہوا اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح
ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہوجاتی ہے بیٹی کے ساتھ چنانچہ اسکو معلوم کرچکا ہی کہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا
انکے ہونے سے وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع الغیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی
لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے کذا فی الطحطاوی و تسقط بنو الاخیاف وہم
الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور
مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق ائمہ اسواسطے کہ مادری اولاد قبیل کلالہ
سے ہین ضعیف القرابۃ ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہی وہم بالاجماع جد سے بر خلاف بنی اعیان اور بنی علات
کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر و تسقط الجدات مطلقا ابویات ام امیات بالام اور مان کے ہونے سے ساقط
ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ساقط ہوجاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان
باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب ان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات
ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی مان اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث ہوتی ہی جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی مان
کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہی جد کی تو وہ دونون مان باپ کے مانند ہوئے اصلی قرابت مین یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے جد اور جدہ
وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ مان کی
جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہی خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہی تحجب المحجوب
کی شرح مین ہم تو چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہی ایک یہ ہی کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی دوسری یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب
کرتی ہی تیسری یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی چوتھی یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی واذا اجتمعن کانت

الجدہ ذات قرابتین ذات قرابۃ واحدۃ کام الاب کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی

مطلقا فافہم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورۃ

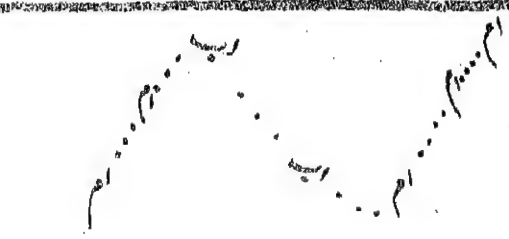

ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ ہذہ ذات قرابتین

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے

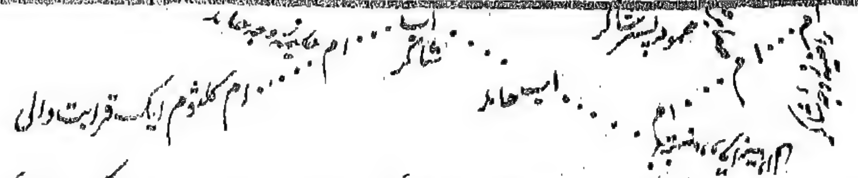

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقا تو جیسے اس غلطی مصنف کو وہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح بنایئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اسکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہا کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے موجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہے اور حالانکہ یہاں یہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ کیا اور توضیح یہاں الخ امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدۃ لہ لاب اور جدہ ذوات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو انسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی لڑکے کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے هم اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بیٹے کا اپنی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اسکی بیٹی سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی رضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا انسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا انسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے تو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا انسے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی نانی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم سے اور وہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے

قسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی حصہ اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

تو بہن ایک قرابت کی جہت ہوئی اسکو ایک حصہ دیا اور جس بہن میں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہو اور حقیقت میں متعدد ہو لہٰذا
اسکو دو حصے دیئے کیونکہ وہ شخص میراث کی ہر دو جہت سے مستحق ہے اسی کو ابو حنیفہ و ابو یوسف نے اختیار کیا الفصل فانا باعتبار الابدان و به قال مالک والشافعی و به جزم فی الکنز
وقال محمد باعتبار الجہات یعنی کذا ست جہتیں اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے فرمایا کہ قسمت کی ہے باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالک اور امام شافعی کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں مگر کنز میں یوں کہا ہے کہ دو جہت والی بمنزلہ ایک جہت والی کے برابر ہوگی اسی کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام میں
تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد بے فائدہ ہے اور یہاں ایسا نہیں کہ دو قرابت والی کو بھی ہر دو بہن یا
ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی بہن جمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو تیسرا حصہ ہی دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک
ستر میں چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہے سراجیہ میں بھی ایسا کہا
امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا اور کہا کہ فرائض شریفی میں ہے کہ شریح نے کہا کہ اگر متعدد قرابت والی بہنیں ہوں تو بحسب قرابت حصے ملینگے لیکن حسن بن عبد الرحمن
بن عبد الرزاق شافعی شافعی المذہب نے فرائض میں یوں ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتہی واذا اشترکن البنات مع الاخوة
لابوین فرضہن وہو الثلثان سقطت بنات الابن و سقطت الاخوات لاب ایضا الا اذا عصبہن ابن فی درجتہن او نازل اوفی تحتہن فی الثانیة
ہو ازای مساو او نازل ای سافل عنہن فیعصبہن و یکون الباقی للذکر مثل حظ الانثیین قال المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض یعنی دو تہائی لیں
اور باقی رہیں تو پوتیاں ساقط ہو جاینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری
صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی
اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہ بنات کا حق کامل ثلثان ہو
ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق آخر سورہ نساء میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر فاسرۃ لتقریرہ بانہ
ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال
فی السراجیة ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق لکھنے میں نظر ہے اسلئے کہ ظاہر ہے علما کی
اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد
کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام ہے
سراجیہ میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب میں یعنی پھوپھی کو ان صورتوں مذکورہ میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ میں تو اسکا بھائی اسکو
عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو
اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف مناسب تھی کذا فی الطحطاوی
ملخصا بحرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقطہن دونہ بر خلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل
درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی پھوپھی کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس
نیچے درجے والیاں ہیں ہم یعنی اگر پھوپھی صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہیں کریگا اور وہ بنات کہ ابن الابن سے درجہ میں نیچے ہونگی وہ ساقط
ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضہن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ

الفریق الاول		الفریق الثانی		الفریق الثالث	
ابن		ابن		ابن	
ابن		ابن		ابن	
ابن بنت	علیا	ابن بنت	علیا	ابن	
ابن بنت	وسطی	ابن بنت	وسطی	ابن بنت	علیا
ابن بنت	سفلی	ابن بنت	سفلی	ابن بنت	وسطی
				ابن بنت	سفلی

سوا اگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہی اور دو تیسرے فرزند کی پوتیان ان تین چھوڑین کی اعلی درجے والی کے برابر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین جیسا کہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے اور واضح ہو کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے تیسرے نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مر گئے تمام طبقات کے اور لڑکیان انکی باقی رہین یا درست جدا علی ہی اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب بھی کہتے ہین کذا فی الطحاوی والحاصل فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہین تو جدا اسکے متروکہ سے اسکو نصف ترکہ ملیگا اور چونکہ اسمین یا میت مین ایک درجہ ہی برخلاف اور بنات کے لہذا اسکے برابر مین کوئی عورت نہین تو نصف اسکی کیونکہ وہ قائم مقام میت صلبی کے ہی والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہی تو ان دونون کو سدس یعنی دو تہائی ملینگے پورا کرنے کیواسطے اور یہ دونون پوتیان اسواسطے ہمدرجہ ہوئین کہ میت مین اور انمین دو درجے ہین تو انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین مین باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شیء للسفلیات اور کچھ نہین ہی نیچی پوتیون کے واسطے اور پوتیون کے دو تہائیان ثلثین پوتیون کے لیے دو تہائیان پا چکین اب باقی نیچی سفلیات پوتیون کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائی سے زیادہ فرض نہین ہی اور عصوبت انکی قطعا ثابت نہین اور اصلا انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الغرائض اشرقیہ الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن بحذاہا ومن فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض وسقطت السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہین مگر کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اسکے اوپر والیکو جو صاحب فرض نہین ہی عصبہ کردیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انمین اور تمام سفلیات مین آٹھ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ فرض ہو تو تمام مال انمین اور اسکی بہن مین تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی انمین اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحاوی والشرنبلالی و یاخذ ابن عمہ کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عمہ ہو اخ لام السدس بالفرض

شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسیطرح واقع ہوا یعنی ابن عم مرقوم ہوا اور ابن سید وغیرہ کی عبارت یا ابن احد ابنی عم ہو یعنی دو چچیرے بھائیوں میں جو
اخیافی بھائی ہو میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی بیان کرتے ہیں کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا
مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا کہ وہ مرگیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا
بیٹا اسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑ کر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے
سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی حیث قال وکذا لو کان الاخر زوجہا فلہ النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اسکو
نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقسمان الباقی بینہما بالعصوبۃ [illegible] الاخ من الام لہما [illegible] فرض و التعصیب اور دونوں [illegible] باقی مال کو
آپس میں نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں اسکی میراث سے فرض و تعصیب کی دونوں جہتوں سے اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض
اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے [illegible] پہلی صورت میں باقی مال پانچ سدس ہیں اور دوسری صورت میں نصف ہے اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو ابن العم کا حاجب ہوگا
ابن العم ہونے کی وجہ سے تو جہت کی وجہ سے اور اخیافی ہونے کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحطاوی و [illegible] الفرض [illegible] ولیس الا الاب
والجد او فرض [illegible] کا ساقط ہونا ایک ہی جہت سے [illegible] بھائی [illegible] باپ اور [illegible]
ہوتا یا دادا ہونا [illegible] ابن عم بان [illegible] ابن [illegible] ہوں [illegible] اخیافی بھائی
چنانچہ بیٹا ہو چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی [illegible] وہ بیٹا [illegible] اور چچا کا پوتا
ہونے کی جہت سے [illegible] مثال میں [illegible] فرزندی کی جہت سے [illegible] چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے [illegible] فرزندی کی [illegible]
مگر اسکا یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ [illegible] ابن [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] اور چچا کا بیٹا [illegible]
یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا پھر دختر داری [illegible] بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے اور عتاق کی جہت سے بھی [illegible]
وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وقال الاشارۃ الیہ فی الغرقی اور
کبھی جمع ہوجاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ متصور نہیں مگر مجوسیوں میں اسواسطے کہ وہ لوگ اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہونگے
دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اسکی
طرف غرقیوں کی فصل میں اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مرگیا
تو اسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اسکی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا وام او جدۃ
واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شی للاخوۃ لابوین لانہم عصبۃ ولم یبق لہم شی اور
اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لینگے
اور سگے بھائیوں کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور انکے واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو اصحاب فرض سے
باقی رہے سو یہاں اہل فرض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالک والشافعی یشترک بین الصنفین الاخرین کان الکل اولاد ام اور امام مالک و شافعی کے نزدیک پچھلی
دونوں قسموں میں یعنی اخیافی اور سگے بھائیوں میں شرکت کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہیں اور اس مسئلہ کا نام مشترکہ ہے چنانچہ ابن کمال اور نووی نے
اسکو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اسکو یکسر را چھانا بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ و حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذا لو کان الفرض بالاخت
والشافعی للاخت للابوین او لاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی ستۃ اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بہن ماں باپ کی یا فقط باپ کی ہو اسکے واسطے نصف کو فرض

کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ
کی یہ ہے کہ زوج ہو اور ماں و دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہوا اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین
اسواسطے کہ اگر دادا کے واسطے بہتر ہو سدس یا ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ سہم میں تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا
ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ رہا تو اول مسئلہ چھ میں سے تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں کے حصوں کا چار سہم ہوا انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا
چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہذا تین کو نو میں ضرب کیا تو حاصل ستائیس ہوئے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن
کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ
وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا
واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت پر اُنکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی البرجندی
وشرحها الشیخ الفی ملتقطا وعند ابی حنیفة واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ہم تو امام
کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کا حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت وحاصلہ انہ
لیس عند الحنفیة مسئلة المشرکة اتفاقا ولا مسئلة الاکدریة علی المفتی بہ کما ہو میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ بالاتفاق امام اور
صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں نزد قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد ہم امام کے
نزدیک کہ دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کے مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہیں معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ
جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اُسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے وضدہ الرد کما سیجئی
اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں
اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادة
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضة لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصة عول اصطلاح میں عبارت ہے
سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اُسکے فرض حصے کے
جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت
مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور دا ماسا ہی پاتے ہیں ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو
مخرج پر کچھ اُسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذالک من الکسور الموجودة فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو
ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہو پھر تقسیم کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی
یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی شرح الطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اُسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے
عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا تو ہر سہم میں سبع یعنی ساتوین حصے کا تو وہ چھ میں سے دو سہم اور چار سبع پائیگا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی
خلاصہ یہ ہے کہ ایک سہم کا اضافہ ہوا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے اور ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی
واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں امام فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت
واقع ہوئی جسکا مخرج تنگ تھا ان فروض سے جنکا مسئلہ تھا تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا تو
صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے انکار نہ کیا مگر ابن عباس نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی اور عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں
واقع ہوا وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلث اور ثلثان جمع ہوئے اور یہ مسئلہ چھ سے ہے اور اسنے عول کیا آٹھ
کی طرف ثم اعلم ان مجموع المخارج سبعۃ یعنی پھر جاننا چاہئے کہ مخرج سات ہیں کہ ساتھ ہیں اور وجہ حصر کی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس
اور مخارج کبھی پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلث اور ثلثان کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف اور ربع اور ثمن جمع ہوں تو اکثر کسور کا مخرج مخرج ہوگا اور وہی مسئلہ
ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
یہ مخارج سے نکلا ہے یا ہر تین لیوے چونکہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثان یا ثلث یا سدس سے مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہو اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ بارہ سے ہوگا اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے
ساتھ تو مسئلہ چوبیس سے ہوگا پس یہ مخارج سات ہیں دو ہیں جو فرض سے ہوں یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لاتعول الاثنان والثلاثۃ والاربعۃ والثمانیۃ
مخارج میں سے چار مخرج وہ ہیں جو عول نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض جمع ہوکر مال ترکہ کا
پورا کرتے ہیں یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلا دو کا مسئلہ جبکہ دو نصف جمع ہوں جیسا کہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی جیسا کہ
زوج اور سگا بھائی ولنا بھذا القیاس فی البواقی کذا فی شرح الرحبیۃ والثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما سیجئی فی باب المخارج اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے
اختلاط و تعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستۃ تعول الی سبع وثمان
الی عشرۃ وترا وشفعا یعنی تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق و جفت دونوں کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف
اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فتعول بسبعۃ کزوج واختین اگر چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں ہم
تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنے سے سات ہوگئے اور بمقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحطاوی سے مذکور
ہوگئی وثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں ہیں ہم تو اس صورت
میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا
وتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی ہیں ہم تو
اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے
نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اسنے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو
علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہے وعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرا بھائی
اخیافی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں ہم تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ
کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہر والی

کیونکہ سنا بھی تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑا اور اسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا اسکو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے کہ نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے مجکو نصف دیا نہ ثلث پھر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا یون کہکر کہ تیرے لیے باقی ہے ہمارے پاس بھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور برائی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور یہ حکم کی تصحیب پہلے تو امام عادل تھی نے سبقت کی ہے یعنی عول کا حکم امیر المؤمنین نے تا رزق ن ظلم فی اعتقد کیا ہے انتہی مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے جبکہ چھ سے مشکل بالثلث یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی واثنا عشر تعول افرادا اسلئے سبعۃ عشر و ثلاثۃ عشر و خمسۃ عشر فقط و یعنی بارہ عول کرتا ہے طاق عددوں میں یعنی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور اخیافی بھائی بہن اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مردون کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ والاربعۃ والعشرون تعول الی سبعۃ وعشرین فقط کامراۃ و بنتین والبوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں اور باپ وارث ہوں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں اور اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفہ کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہیں ہے تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعا یعنی اسکا آٹھوان حصہ نوان ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپکی فطانت اور ذکاوت کا اور شمنوری نے شرح ترتیب میں بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ میں آپ سے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعا و یجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہی خواہرزادہ کی شرح میں ہے کہ علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہیں ثلثمائۃ سنین وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب میں ثلثمائۃ سنین مذکور ہے اور یہ تفصیل نہیں تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہیں یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر یعنی قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہیں تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا لہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اس واسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں انقیاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہ کلام ہے جیسا بعض نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضدہ کما مر اور رد ضد ہے عول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا ہم مسائل فرائض کی تین قسم ہیں فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑیں اس طرح کہ میت نے دو سگی بہنیں اور دو سوتیلی بہنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنوں کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہوں مال متروکہ کے سہام سے اور وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہو اس طرح پر کہ میت نے دو سگی بہنوں اور ماں کو چھوڑا تو بہنوں کے دو ثلث ہیں اور ماں کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اسمیں حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاوے اور فریضہ عائلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہوں مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالیں عول کے مسائل میں مذکور ہو چکیں کذا فی العالمگیریۃ فحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا لفساد بیت المال یعنی جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل اگر

فرض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ اور انکے تابعین جیسے حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی ہیں میراث میں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ رحم کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال کے جزو معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اس طرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے مواریث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جاتا ہے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہرا صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات معتق اور اسکے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مذکورین سے کوئی نہ ہو سوا بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہ ہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر نہ ہوگا ہم زوجین پر اسواسطے رد نہ ہوگا کہ انمیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو انپر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاوے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور محقق شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور کسی کا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفی الاشباہ افتی بالرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان یکون فی المسئلۃ المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین فقسمۃ المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو پھر تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاوے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں انکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جاوے پھر دوسری بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جاوے تو دوبارہ قسمت کرنا ہوگا تو سب ترکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کے شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثنین لو سدسان وثلثۃ لو ثلث وسدس واربعۃ لو نصف وسدس وخمسۃ لو ثلثان وسدس تقصیر المسافۃ تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہو سکی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہوا اور دونون کا ایک ایک سدس ہے فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور ترکہ دونون پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین پر قسمت کرنے کی ضرورت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہین تو اس تقدیر پر بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور دو ثلث کے سبب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور لیکن سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیون کو دو تہائی مال کے اور ماں کو ایک تہائی دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونون مسئلہ چار سے قرار دیے اور ترکہ کے چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین حصے اسکی بیٹی کے اور ایک حصہ ماں کا یا پوتی کا اور دو ثلث اور سدس کی صورت یہ کہ دو بیٹیان اور ماں وارث ہین یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو جیسا کہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین جو ماں کی طرف سے ہون ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی مسئلہ چھ سے ہو اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے تو ترکہ کے پانچ حصے کیے انمین سے چار خمس بیٹیون کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو یہان بھی سہام ماخوذہ پانچ ہین انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو پھر ترکہ کے پانچ حصے کر کے بانٹ دیا لہذا انکے سہام کے تین خمس بیٹی کے اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسی طرح ماں اور سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور ترکہ کے پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا اور مسافت کے واسطے دو قسمتون کو ایک قسمت قرار دینگے لہذا انکو یہ کہا

والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ ہو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کو چوتھائی دیا باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کمتر مخرج چار ہے جسمین سے زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق ای الباقی رؤس من یرد علیہم کزوج وستۃ بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیان ہین تو انکا وفق جو کہ یہان دو ہے اسکے مخرج مین ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ ہم قبل مخرج زوج چار ہین پھر جب مخرج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین توافق بالثلث ہے تو رؤس بنات کے وفق کو جو یہان دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا توافق بل باین ضرب کل عدد رؤس من یرد علیہ فی

المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہی انمین زوج کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر

مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہی اسکو بھی مضروب مین یعنی پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ

تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم چھ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہی اصل اسکی بارہ سے ہی اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا

کہ وہ کمتر مخرج ہی فرض زوج کا پھر جب اسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہی

تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفیہ والرابع لو کان مع الثانی ای

الجنسین فقط لا الکل ممن یرد علیہ الاستقرار اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھ

دو جنسون سے یہان یعنی قسم رابع نہین ہو سکتا بحکم استقرار کے اسواسطے کہ دو کا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرار یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے یعنی اگرچہ

قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہی چنانچہ ترجمہ مین اسکی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ

من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین ہو جاتی ہین اور چار کا مجموعہ ہرگز نہین ہوتا استقرار کی دلیل سے واقل ہذا

نکتہ اقتصارہ فیما مر تبعا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہی مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنی مصنف نے

جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو

جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہی اور اقتصار سے یہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا ضمر او بالثانی بعضہ لا کلہ فقالہ اور اگر اقتصار

علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کرو ہم یعنی قسم ثانی کی بعض صورتین

یعنی جنسین و جنسین مجتمع ہون مراد ہی نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین مع من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج

فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ

یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو تقسیم کر ان وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہی بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جاوے

چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون ہم استقامت باقی کی نہین ہوتی اگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو

اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہوا اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہی تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی فمخرج فرض

مخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ مستقیم علی سہم الجدات وسہم الاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما ستعلمہ تو مسئلہ

مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہی انمین سے زوجہ کا ایک ہی باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ

اسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ہم چار دادیون کا حصہ ایک تعداد انپر قسمت نہین ہوتا اور اسی طرح بہنون کا حصہ دو ہی وہ انپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم

ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو عدد دو علیہم کے تمام

مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے

حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ

من یرد علیہ وہی خمسۃ لان للفریقین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وہی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھ

دادیان وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہی تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہی باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہی اسلیے کہ بیٹیون اور

دادیون کے دو فرض ہین ثلثان اور ایک سدس ہی تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہی من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کرو حاصل ہوا ہوئے تو یہی مخرج ہی دونون فریق کے فرضون کا ہم میں دو علیہ

مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو بنات کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس باقی ایک ہوا تو کل پانچ ہوئے جب
پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وھو ثمن
للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فھی حق الزوجات الاربع من الاربعین یعنی من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من
یرد علیہ یعنی پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ میں سے واضرب سہام کل فریق ممن یرد علیہ وھی اربعۃ للبنات
وسہم للجدات فیما بقی وھی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض
کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ وار بعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ
اور وہ سہام پانچ ہیں چار بیٹیوں کے اور ایک سہم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے اٹھائیس
بیٹیوں کے ۷ سہم ہیں اور دادیوں کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہیں ہوتا ٹوٹتا ہے تو اسکی تصحیح کر بیان
سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج میں تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا
۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمیں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی
مختصرا و تصح الاولی من ثمانیۃ وعشرین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ
صحیح ہو جاتا ہے ۲۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا ۲۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور
ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل بین ھم سبب بین ہر کہ رحم اصل میں بچہ دانی ہے اور اسکا اطلاق قرابت پر ہے وصلت من جہۃ الولاد یعنی رحم ہو گئی اسواسطے کہ
رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت میں ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو وھو کل قریب لیس بذی سہم ولا
عصبۃ فھو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اس وقت میں یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر
صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام
کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور انکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس بروایت شاذہ میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں انکے نزدیک بعد اصحاب
فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والون کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث
میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ ذکر نہیں کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والون کی دلیل آیت یہ
ہے (واولو الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ) بنا بر استدلال اسکا مذکور ہو چکا کتاب الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم
ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیھما اور ذو رحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور عصبہ کے ساتھ سوای زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض
ہیں مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہیں فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ
سے تمام مال لینے میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہے اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کلیہ ہوتا ہے قرب درجہ سے اور کا ہے قوت
قرابت سے تو عصبہ میں بنا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جزئیت کا مقدم ہے آل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربھم الابعد کترتیب
العصبات اور ذوی الارحام کا اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جیسے عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں

اور ایک نسخہ میں الخمسۃ ہے
والصحیح ما اختاروہ ۱۲
۱۲ ای صحیح یعنی جیساکہ فرمایا اللہ تعالی (فی اولادکم) الآیۃ ۱۲
یعنی قرابت والے
بعض اولی ہیں بعض سے کتاب اللہ میں ۱۲

باب توریث ذوی الارحام

قریب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا ثم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جزء یعنے میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیان پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جزء یعنے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جزء یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن و شرح مین و حینئذ یقدم جزء المیت وہم اولاد البنات و اولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہ قاعدہ مشہور کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث مین تمام ذوی الارحام کی اقسام مین اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیون کی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ نیچے درجہ بہ درجہ سافل و نازل ہون تو اگر میت کی ناتن یا پوتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پوتی میراث لیگی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہوا اصل پر جیسے عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہوا در حالیکہ اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ نیچے درجہ بالا اور اونچے ہون جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جس کی نسبت میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم جزء ابیہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوۃ لام و بنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت کا جزء مقدم ہے یعنے سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بھائیون یا سوتیلے بھائیون کی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنے بھانجے اور بھانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بھائیون کی بیٹیون کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و یقدم الجد علیہم خلافاً لہما اور مقدم ہے نانا انپر یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے کہ امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بھائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے اور یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اخیر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور ماں کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنے دادی اور ماں کی ماں یعنے نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہین ہم یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بھائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہین تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہین اور اگر ماں کے اخیافی بھائی بہن ہین تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہین مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات اور پھوپھیان ہین ذوی الارحام سے مطلقاً سگی یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہین جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اسکی جدہ پدری کی طرف قسم رابع مین خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجہ مین برابر ہین یہانتک کہ اگر یہ اور ایسے ہی اور ہون تو حکم یہ ہے کہ انمین جو منفرد ہوگا تمام مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہون تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری تو اقرب اولے ہے

یا الاجماع یعنے لیگا اوسے جو سوتیلے سے اور سوتیلا اوسے جو اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر قوی نہ ہون کی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فلذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت مختلف ہو اس طرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کی واسطے ایک
تہائی ہے کذا فی الطحطاوی ثم قسم رابع بنات الاعمام و اولاد ہولاء اور مثلہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنے اخوال وخالات اور
اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الآباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الآباء
الام واعمام الامہات کلہم و اولاد ہولاء وان بعدوا وان سفلوا پھر اشخاص مذکورین ہین یعنے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے ماموں اور خالائین
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اور نیچے اور نیچے ہون ثم یعنے جبکہ میت کے
عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی مان کے چچا اور ماموں اور خالہ کی طرف
تو اگر انہین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص جمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انہین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت
اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی ہے آخر اور اگر یہ
اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے
بعد انکی اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا اقرب ہر صنف مین اور قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ہم
قسم رابع مین یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہاں انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی وان استووا
فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث
کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہوتا ہان انکی
اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی نے کہا
یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث وان اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علے اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہہنا البطن الثانی وہو ابن بنت وبنت بنت فمحمد اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثا لبنت
ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیہ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول
کی صفت مین چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد رحمہ اللہ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اس اول بطن پر جسمین اختلاف
ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنے ناتی اور ناتن مین تو محمد رحمہ اللہ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن
ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو پھر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان ناتی کی بیٹی
کی ہونگی چونکہ باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی مان کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

شہروں میں تنہا ہی ہے یہاں نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا
کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو تین کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک
مال کی تین تہائیاں ہوکر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کا اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور
ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے فمن شاء الاستفسار فلیرجع الیہا
وہہنا اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا اور یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا لیکن مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر
ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ہی مذکور ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں وکذا فی الملتقی والزیلعی
اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے ذکر کیا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف
کا قول لیا ہے اسی قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے فی الملتقی والقول محمد ... سئلت عمن
ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف القسمۃ فاجبت بان القسمۃ ... الفروع ... القسم المال
بینہما نصفین ثم تقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا گیا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا جس نے اپنے
بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ مصنف نے فروع کا اصول
میں شرط کیا ہے اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاویگی اسواسطے کہ اسکی دو فرع
ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہے کی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اسکی
اولاد میں تین تہائیاں ہوکر تقسیم ہوگا یہ جواب بھی محمد کے قول پر انکا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا
اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کو ایک ہی فرع
ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل میں
اعتبار نہ کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا اسکی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور بسبب وصف کے بھائی
کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کرکے اسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ...

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں جمع غرقی جمع غریق کی اور حرقی جمع
ہے حریق کی جیسے قتلی جمع ہے قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر
کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا انپر دیوار یا چھت گر پڑی یا سفر کے بیچ مقتول ہو گئے اور بعض کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھی
ایک ہی آن میں مر گئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنے ایک
غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر دونوں کا معلوم ہو جاوے اسطرح پر کہ تعیین کے ساتھ ہے شبہہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردہ کا
ہم غرقی اور اسکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت
یہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اسمیں شبہہ پڑ گیا اسکا حکم یہ ہے کہ اسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح
کر لیں اسواسطے کہ یاد آ جانے سے مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بالتعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہ ہے کہ

سبقت اور بیت کچھ معلوم نہو تو ان تینوں صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحاوی عن شیخ زادہ محشی الشربینی فلو جہل عینہ اذا کر سبقت سابق کی ذات معلوم
ہو مگر مجہول ہوجائے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہوا اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہر حقیقۃً پانچ صورتوں کا ہو مذکور ہوئیں کذا فی الطحاوی لسقط کل یا خذ
و وقف المشکوک فیہ حتی یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف ہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہوجائے یعنے یاد پڑجائے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کریں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما اوّل کا سہما
ما ادعاہ لتحقق التعارض بینہما و ہو الظاہر اذ لا فائدۃ بہ میں کہتا ہوں اور شرح المجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء السراج سے منسوب
بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرگئے بثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو یہ ہے کہ ضوء السراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہے وہ صورت ثانیہ ہے تو منافی اور
تخالف دفع ہوگیا کذا فی الطحاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالیقین ہی اور صورت ثانیہ میں علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اسوقت تخالف قولین باقی نرہا
واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں جو اسکے زندہ وارث ہوں
تقسیم کیا جاویگا اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے ہم یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہان شک واقع ہو کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب متحقق نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے منتفی نہیں کذا فی الطحاوی فرائض
شریفی میں ہو کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
وبا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہی نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق پر جیسا کہ کفار کا مسلمین کی طرح
فرض کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحاوی ولو اجتمع فیہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الآخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں
ایسی قرابتین جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتین دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے جیسا کہ مجوسی نے اپنی ماں سے
نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہی تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الآخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ پہلے اسکو ہم نے ذکر کردیا ہے باب عول سے پہلے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی متروکہ پاویگی اور بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم لا یستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان وما لا فلا انتہی وصحہ فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں ایسے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اسکا مضمون یہ ہے
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاویں
تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا و اللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کردیا ہے

کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنے احکام شرعی میں نہ واقع ہیں ہم کو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
سے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی ماں سے گی فرضًا اور ردًّا اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف
للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطًا اور اٹھا رکھا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ
کا حصہ ان میں سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہی اور وارثوں سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے
احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامن لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کر ڈالیں ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹیوں کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا
جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہی اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہی کہ ابن واحد یا بنت پیدا ہوتا اگرچہ کبھی اکثر بھی ہوگا
جیسا کہ اسکا خلاف ظاہر ہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ
وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد
فرض کیجیے اور ستائیس سے عول کریگا اسکی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں فرض ہیں ہم اسواسطے کہ شمار اگر ثمن زوجہ کا
والدین کے سدسین کے ساتھ ملا ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار چار انکو ملا باپ کے باقی رہے تیرہ وہ کئے بالائی ابن
کے ہیں للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اسلئے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کی طرف قلت ہذا اسکے
کون الحمل من المیت والا فلمثلہ کثیرۃ میں کہتا ہوں یہ مثال اسی تقدیر پر ہی کہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالیں بہت کثرت سے ہیں تمام مثال
کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہی کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہی تو اسکی یہی مثال خاص ہی جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہی کذا فی الطحطاوی کما لو
ترکت زوجا واما حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہی اور ماں کا حصہ تہائی ہی اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہی اسواسطے کہ وہ عصبہ ہو کر
باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اسکے واسطے نصف مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہی ہم یہ مسئلہ چھ سے ہی نصف اور
ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کام
واخوین لام فان قدر ذکرا لم یرث للاستغراق فیقدر انثی وتعول للتسعۃ احتیاطا میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مر گئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بھائیوں کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہ ہی کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہی جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اسواسطے کچھ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہی اور ماں کا سدس ہی اور اخیافی بھائیوں کا
ثلث ہی پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہی ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہی بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج
کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیوں کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے نو میں سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوہبانیہ قال وحاملۃ ان تات بابن
فلم یرث وان ولدت انثی لہا الثلث یفرد اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہو یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے
یہیں ذکر کیا ثلث نصف عائل ہی اسواسطے کہ تین تہائی ہی نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہی مناسخات میں مناسخہ لغت میں عبارت ہی ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فقہا میں
مناسخہ یہ ہی کہ بعض یا کل وارثوں کے سہام انکے پچھلوں کی طرف منقول ہو جاویں بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثوں کو پہنچ جاویں کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تھا کہ وارث مر گیا تو اسکے حصے کو اسکے وارثوں کی طرف نقل کیا اسی کا نام مناسخہ ہے یا ت بعض الورثہ قبل القسمۃ للترکۃ صحح المسئلۃ
الاولی واعط سہام کل وارث یعنی وارث مر گیا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاوے گی اور ہر وارث کے سہام دیے جاوینگے صحیح
مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام میت کے وارثوں کو بے کسر دے سکے ہے کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفیۃ اور تصحیح سائل کے اعتبار سے اس کے معلوم
ہونگے ثم الثانی یعنی پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاوے گی پہلے مسئلہ کے بعد اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے ساتھ ثلثۃ احوال میں نظر کرینگے تو وہ نظر تین حال سے خالی

نہیں یا دونوں ساتھ الیہ میں مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالیں آگے معلوم ہونگی الا ہوا اتی وکالی ات ان شرحہ تہیں ثم ماتت اخت ام
اگر چہ کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں جیسا ایک شخص مر گیا اور دس بیٹے چھوڑ کر پھر ایک ان بیٹوں سے ایک
بیٹا مر گیا تو بھائی چھوڑ کر جو دس بھائی تھے ہوں یا سو تیلے تمام سے ترکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گو یا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اس واسطے کہ اگر
اول دس حصے کیجیے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان انقسم نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبہا فبہا و نعمت پھر مسئلہ ثانیہ
اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثوں پر بلا کسر منقسم ہو گیا تو بہت خوب اور بہتر ہے ہم اور ہم ایک مثال ذکر کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ
یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑ کر مر گئی پھر زوج قبل القسمت مر گیا ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر
مر گیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑ کر مر گئی جو میت اول کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے ثانی زوجہ اور دو حقیقی بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی تو میت ثانی استقامت
کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب ہم عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح
کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اولیٰ کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ثلث
اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلہ میں رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو اور ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور ماں پر بقدر انکے
سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروض میں سابق ذکر ہو چکا سو اس مسئلہ میں من یرد علیہ کے دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت
اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہوا اسواسطے کہ اگر ان سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے کہ نصف
اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء ربع کے زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد
علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج میں اور وہ مخرج بھی چار تھا
تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہونگے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ میں یعنے چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہونگے اور من
یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین میں جو باقی تھا مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے
اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو سہم پھر جب
یعنے میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے
باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب ہم نے زوج کی ما فی الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو انکے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں انمیں سے زوجہ کا ایک سہم
اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑے گی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح
ہو گیا کذا فی الطحطاوی والشریفیۃ وان لم ینقسم فان کان بین سہامہ و مسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلہ میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے تمام میں
تو ضرب کرینگے ہم مثال اسکی وہ میت ہے جو صورت مذکورہ میں چوکہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مر گئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے

لیکے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اُنکے مافی الید میں جو نو ہیں اور اُنکے مسئلے میں چھ ہیں تو ان میں توافق
بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا تین تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۴۸ جنکے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ ایک کا دو ہو
ضرب کرنے سے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جنکے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین میں ضرب کیا سولہ کو تین میں میت ثانی کے وفق
کا وفق ہو سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہو انمیں سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور اسکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلے سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے
ہر بیٹے کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۴۸ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی المحیط الرضوی والشریفی والخلاصہ والاکمل یضرب ان لم یوافق بل باین ضرب کل الثانی فی کل الاول
وبلغ مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلے میں موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں دو جدہ یعنے زوج اور دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ کر مر گئی اور اُسکے
میں تو سہم میں چھ سہم اُسکے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہو باپ ہے یا پانچ ... اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ... جدہ کی تصحیح
سے ہوا اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک اور دوسرے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر تقسیم نہیں ہو سکتا
کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلے میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں تو
ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ میں سے تھا وہ چار میں یعنے ...
ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا
۳۲ سے اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی ماں کا حصہ ہوا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونوں فرزند و
کا حصہ چوبیس تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چھیانوے حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو سہم کا ہوا کذا فی شرح ... والطحاوی
والتقت ضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ اور جن ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا اشکال سابقہ میں و سہام
ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید
علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلناہ سابقا

فہم من یرثہ من المیتین ضرب نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ ... اگر
وارثوں میں وہ وارث موجود ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنیں اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مباینت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر اسکا اول سے ایک سہم ہے اسکو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنے تین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنوں کے دو سہم تھے انکو ایک میں ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن اور نصف اور سدس ہے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک میں ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار میں ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی میں زوجہ کے تین سہم تھے انکو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین میں سے انکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانیة فی العمل وہکذا کلما مات واحد تقیم مقام الثانیة والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی مالا یتناہی** اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولیٰ کے مقام پر ٹھہرایا جائیگا اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاویگا عمل کرنے میں اور اسی طرح جب ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرو اور جو مبلغ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اسکو مسئلہ اولیٰ کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنے ثالث کی موت قبل القسمة سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولیٰ اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولیٰ کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا ہم اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایة عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی و ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینوں گویا ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چاروں مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی مالا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحد میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وہذا اعلم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اسمیں غفلت نکیجیو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اسمیں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمیں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج میں ہم مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے جائے خروج فروض سہام اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور میں تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس سے وہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تصحیح مسائل پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین بین العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثة والغرماء **والفروض المذکورة فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر مسمیة کالربع من اربعة الا النصف من اثنین** فرض حصے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اسی کسر کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں مشترک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام مین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہے کیونکہ اسکا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاہما من ثلثة والسدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال تے ہوگئی اور پہلے تے دوسری تے مین مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفہ وضعف ضعفہ او تقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلا تو یون کہہ کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون کہہ کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انھون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کی ایک قسم ٹھیرایا پھر ثمن کے بعد اقل فروض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفیہ قلت واخصر الکل ان نقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض بیان مین سب عبارتون سے مختصر یہ عبارت ہے کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دو چند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دو چند ثلثین ہے فاذا جاء فی مسئلة من ہذہ الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین ان چھ فرضون مین سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا [illegible] سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ و اذا جاء مثنی او ثلاث وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستة ہی مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جس فرض کا مخرج ہے سو وہی عدد اسکے دو چند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دو چند یعنے ثلث کا اور سدس کے دو چند کے دو چند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض جمیعہ ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہے بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو وہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہے اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فافہم و اذا اختلط النصف من النوع الاول بکل الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضہ فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثة اور جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو سو وقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہے ہم یہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفیہ مین اسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ صورت مسئلہ زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اس طرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور والدۃ الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث و سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون او اختلط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومعہا فمن اثنی عشر لانہ کیہما من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ للستۃ بالنصف یا اختلاط اور مجمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہی بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف ہی ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہ مثال ہی اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم ذکر کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان اختلاطات ثمانیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ سے ہی اسواسطے کہ جب تمام نوع ثانی کا مخرج چھ ہی پھر ہم نے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہی اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشرنبلالیہ او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانیۃ وانما بکلہ فغیر متصور الا علی رای ابن مسعود او فی الوصایا فانحصرہ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہی اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی کے ساتھ متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہی بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہی یا اسکی اولاد اور ماں یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو تمیز ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت ۲۴ کر ۳۱ کی طرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصرًا کزوجۃ وبنتین وام لستۃ کیہما من ضرب الثانیۃ فی ثلثۃ لما فی مخرجہما من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم ذکر کر چکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہی ہم بیان اسکا یہ ہی کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہی اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہی تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہی موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہی کہ کبھی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتی ہین جیسا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثی مشکل پیدا ہوا ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ ہی اور ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہی اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر مدعی پر خنثی کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہی کہ اسمین سدس کم ہوگیا اور کلام

فرض ہیں ذکر کر رہے ہیں اور اعتراض ثانی کا جواب یہ ہے کہ وہ دادا اور بہن اور ماں ہے اور یہ حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی و لا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب
فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا و لا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام میں چار فرقوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم بیان
مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریفی میں ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن
سے اسطرح پر سہام نکالے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثوں کے سہام پورے ہوں کسی کا سہام کٹا ہوا نہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات
قاعدوں کی طرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو ابین سہام و مخارج اور رؤس ورثہ کے ہیں اور چار قاعدے ابین رؤس اور رؤس کے ہیں سو تین کا پہلا قاعدہ
نسبت با استقامت ہے اور وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر بے انکسار منقسم ہو جاویں یعنی ان میں کسر نہ پڑے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں
وارث ہوں اسواسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور دو بیٹیوں کا دو ثلث یعنی چار ہر ایک کے دو سہم تو سہام مستقیم
ہوئے کہ رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق
کو اصل مسئلہ میں ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں اور
تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام میں کسر پڑتی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مباینت ہو تو یہاں تمام عدد رؤس
کو اصل مسئلہ میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنیں اور اگر عول ہوا ہو تو اصل مسئلہ اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی
یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو ابین رؤس کے ہیں سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف نے اصول سبعہ میں سے
چند قاعدوں کو ذکر کریگا اور استقامت کو نسخہ سے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہیں اور پچھلے چار رؤس قاعدے نہیں ہوتے مگر وہ ان مسائل میں جو دو گروہ
ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحاوی و الشریفی فنقول اذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ و عولہا ان کانت
عائلۃ کامرأۃ و اخوین للمرأۃ الربع سہم لا ینقسم علیہم و لا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر قسم کے وارثوں پر ٹوٹ
جاویں تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلہ اور اسکے عول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث
ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنے عدد رؤس کو چار میں یعنے
اصل مسئلہ میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ ہے
اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اسکے ثلثین یعنے چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سہام انپر مستقیم نہیں اور
انکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ میں مباینت ہے تو ہمنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلہ اور اسکے عول یعنے سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل
سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہو
تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدوں کے و ان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ و عولہا
کامرأۃ و ستۃ اخوۃ لہم ثلثۃ لا تنقسم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سہام میں اور انکے عدد رؤس میں
توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلہ میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلہ اور اسکے عول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں
تو بھائیوں کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنے چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ
کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے
تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ تک

[illegible]

اور بیٹیوں کے سہام یعنی آٹھ فقط انکے عدد روس پر یعنی چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سہام اور عدد روس میں توافق بالنصف ہے تو بیٹیوں کے روس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھیر تین کو اصل مسئلے اور اسکے عول میں یعنی پندرہ میں ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے
میں سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب میں یعنی
تین میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور دوسرا
ثالثہ سہام اور روس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثوں پر مستقیم ہوگئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا
اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سہام میں اور انکے عدد روس
میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین
او اکثر و عدد رؤسہم متماثلۃ ضرب احد الاعداد فی اصل المسئلۃ و عولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے
روس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلہ میں اور اسکے عول میں یعنی اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل
مسئلے میں اسکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو مابین روس کے ہیں طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکی شرح میں عول مذکور نہیں مگر ا
فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین بیٹیاں اور تین اخیافی بہنیں وارث ہوں کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فتکتفی باحد
المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین
کو اصل مسئلے میں ضرب کر نو حاصل ہونگے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین و ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور
اسکا ثالث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہیں اور روس ورثہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنی تین کو تین میں
ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ
ایک تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام
والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل سمی
جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی البعض کاربع زوجات وثلاث جدات واثنا عشر
عما ضرب اثنا عشر اکثر الاعداد لتداخلہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہوں وارثوں کے تین
یا چار گروہوں پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد روس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے
کیا ہے دونوں فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہیں کذا
فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلے میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جاویں چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب انکے تداخل کے اصل میں ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انھیں
سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ ہے بارہ سے تین دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور روس میں مباینت ہے تو
انکے تمام روس کو یعنی تین کو لے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو انمین بھی استقامت نہیں اور انکے سہام اور روس میں بھی مباینت ہے تو
انکے بھی تمام عدد روس کو لیا اور باقی یعنی سات چچوں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباین ہے تو انکے بھی اعداد روس کو بالکل لیا
پھر روس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد روس میں اکثر ہے تو اسی بارہ

کو اصل مسئلہ میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بالکسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کرو دو فریق میں تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق میں مذکور ہو چکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی **وان وافق بعضها بعضها کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدها ای احد الاعداد فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا ففی جمیعه ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون تحصل اربعة الاف وثلثمائة وعشرون منها تصح** اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اسکو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق ہو تو اسکے وفق میں والا کل میں ضرب کرے پھر مجتمع کو جو جز سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اصل مسئلہ میں جو چوبیس ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہو گی سو اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنے تین وہ ان پر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں تباین ہے تو تمام عدد رؤس میں تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو یعنے چار رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنے سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور سہمین اور انکے عدد رؤس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو چار ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ان اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سو ان دونوں میں سے ایک کے نصف کی طرف پھیلا دیا اسکو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنے پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہو گیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ میں تین تھا اسکو مضروب میں یعنے ۱۸۰ میں ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی **وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیهم سهامهم کامرأتین وستة جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدها ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع یحصل جزء السهم وهو هنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات لسهامهم بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون تحصل خمسة الاف واربعون ومنها تستقیم** اور اگر اعداد رؤس متباین ہوں انکے جن پر انکے سہام منکسر ہیں چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہو گا جز سہم یعنے مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور وہ یہاں ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور ۴۰ اور انہیں سے مسئلہ مستقیم ہو گا سو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنے تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں تباین ہے تو ہم نے انکے عدد رؤس کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنے چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے انکے عدد رؤس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنے سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے انکے نصف عدد رؤس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ باقی ہے یعنے ایک وہ ان پر مستقیم

تین اور ایک پانچ اور سات میں مباینت ہے تو بسبب انکے تمام عدد رؤس کو یعنے سات کو لیا تو چار سے پانچ حاصل ہوئے اور وہ تین اور پانچ اور سات حاصل
ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو یعنے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے یہی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر یعنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انہیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں
پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو انمیں سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں
کا حصہ چار سہم کا تھا انکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے انکو بھی مضروب مذکور
میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا انکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے
اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرح یعنی طحطاوی نے کہا یہ سہم بیان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا
اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جس نے سہم ہوا اور یہاں
بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اور یہ نصف میں وقت
تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے **واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة**
يحتاج اليها في تقسيم التركة اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کو بیچ دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہے
ترکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا **فتماثل العددين كون احدهما مساويا للاخر كثلثة وثلثة** سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ
دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متصف بمساوات نہ ہونگے قہستانی کذا فی الشرح یعنی
والطحطاوی **وتداخل العددين المختلفين احد امرين على ما بينا اما بان يعد اقلهما الاكثر اي يفنيه او يكون اكثر العددين منقسما على الاقل**
قسمة صحيحة بلا كسر كقسمة الستة على ثلثة او اثنين اور عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اسطرح ہے کہ عدد اقل
عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے تقسمت صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو اکثر
سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائیے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائیے تو کچھ
باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سرچیہ میں تداخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ
مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف
فی العبارۃ کے ہے **وتوافق العددين ان لا يعد احدهما الاخر اي لا يفني اقلهما الاكثر لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما اربعة فهما متوافقان**
بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا
کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے پس توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد
عدد میں داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ من الوحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کیجیے کہ
مرتبہ عدد میں واقع ہو یا کم ہو کہ جواب میں پڑے تو اس میں واحد بھی داخل ہے تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن انکو عدد
ثالث جو واحد کے سوائے ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہیں بلکہ تباین ہے کذا فی الشرح یعنی الطحطاوی
والطحطاوی **وتباين العددين ان لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة** اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

ف بیان نسبت کا دو عددوں میں ۱۲ ... یعنی توافق بالنصف ... جیسے چھ کا نصف ... بالکسر ... بالثلث ... ۱۲ ... مرکب ... ۱۲

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اسلا فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوا ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے انکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی

واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہان تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاوین جیسے مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو مراد سات سبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنے ایک ہی باقی رہا دونوں عددون میں اسقاط کے درجات میں فان اتفقا في واحد فتباينا ولا وفق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاوین واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں وان توافقا في اثنين فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں جیسے مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایئے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشرنبلالیہ طحطاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث ونظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددون کو فنا کر دیتا ہے او ثلاثة فبالثلث وهكذا الى العشرة وتسمى الكسور المنطقة یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں سمجھ یعنے اگر عددین دو میں توافق کرین چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کرین چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے انکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یون کہنا کہ نصف یا ثلث یا ربع الی العشر الکسور التسعة بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت انکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یون کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزو انکو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا وتسمى الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزو میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزو اور یہ کسر سے اصم ہی چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہوین جزو کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہوین جزو میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہوتا بارہوین جزو میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرھوین میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسوین جزو میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصا تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہیں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونوں عددون کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق اور تباین یوں پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہان تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور آخر کا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصة الحساب

واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة يخرج نصيبه من ذلك الفريق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم

ہو جبکہ ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلہ سے اسکو مضروب کر اس جز ۲ سہم اور مضروب یعنی جبکہ تو نے مضروب کیا ہو اصل مسئلہ میں تو اس فریق کا حصہ کل آویگا
هم مثلاً بنات کی مثال مذکور میں جز سہم مضروب ۱۰ اتھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلہ یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے وعلی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات وجدات واعمام تم اذا اردت معرفة نصیب کل واحد من احاد
ذلک الفریق فضرب سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب فخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء السہم مضروب میں ضرب کر اسکا حصہ نکل آویگا مثلاً ہم تو مسئلہ مذکورہ میں بنات اعداد رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلہ میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلہ سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی دس پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوا
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلہ سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلہ سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا ہوا والا و
طریق النسبة اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے
وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلة الی عدد رؤسہم ثم تعطی بمثل تلک النسبة من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یہ ہے کہ نسبت کا طریقہ
یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کے مانند دیوے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو ہم تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ انکا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصہ کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ ہر وارث کا مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جائے تو اس اہتمام کے واسطے علماء نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کریں فریق پر تو ما پہے پھر خارج قسمت کو
اسی فریق کے مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلہ میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی
واذا اردت قسمة الترکة بین الورثة والغرماء یعنی کلا واحد والا فما تقدم الفرض ای علی قسمة المواریث کما فی شرح السراجیہ بجید
اور جبکہ تو ارادہ کرے ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ تقسیم کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں تا بسبب مقدم ہونے

ارباب دیون کے موارث کی قسمت پر پانچ چیز کی [illegible] ہے مصرح مذکور ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا اولے [illegible] اور کچھ باقی رہا تو
ارباب دیون میں اسے قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی اور وارثون کی البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ اولے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثون کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو ان ہی
کے قسمت نہیں ہوگی حاشیہ عجم زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین
کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار
بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنے دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنے چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا
او بموافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب
فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کریگا تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح
کے نسخون میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کے وقت [illegible] سراجیہ وغیرہ کا مطلب
چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کیا کہ جو اصل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیجاتی ہے ہر وارث کے سہام
تصحیح سے جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیے جاوین ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت
ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت مثل مباینت کے ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں مباینت کا طریقہ اختیار کرے
اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا بیان یہ ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنین چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۲۵
اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا انمین سے تین ہے اور ماں کا ایک اور بہنون کا دو دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنے آٹھ میں مباینت ہے پھر تو نے چاہا
کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنے تین کو تمام ترکہ میں ضرب کرے پچہتر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنے آٹھ پر قسمت کرے تو نو اشرفیان
اور ایک اشرفی کے تین آٹھوین خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنے ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کرے ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت
کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنے دو کو تمام ترکہ میں ضرب کرے ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا
چھ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ میں ترکہ ۱۰ اشرفیان فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جو ترکہ ۱۶
اشرفیان فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونون صورتون میں تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اسمین بسط کرنیکی حاجت ہوگی تا کہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے
اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کرے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ تصحیح ہوگیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونون
حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہوچکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیان اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض
کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئین پھر تصحیح یعنے آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے
پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے وتعمل کذلک فی معرفۃ
نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں یعنے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے [illegible] دونون
اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا ہر فریق کا حصہ ہوگا وہ حصہ [illegible] کا مسئلہ سابقہ میں [illegible]
ہوچکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو بتقریب مذکور ہوچکا [illegible] حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم ذکر کیا [illegible]

حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا ... الدیون فان وفی فیہا او وا داے دیون کی تو
تفصیل یہ ہے کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے وان لم یف وتعدد الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون چند لوگ ہیں یعنی اگر تعدد قرضخواہ ...
دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا **فنزل مجموع الدیون کالتصحیح للمسئلة ونزل کل دین غریم کسہام وارث وافعل کما مر**
عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے آتا ہے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے اور ہر قرضخواہ کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر جو قسمت میں ورثہ
میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت کا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑ کر اور اسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی وہ دار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے
شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ ۱۵ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو جیسا کہ یہی صورت
ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر
قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموعہ دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے
تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا تو ایک سو
تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے
دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں
والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ میں تداخل بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے
کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی
یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے کا اور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہے ایک اور دو تہائیاں
ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں
وفق کا ہی اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی **ثم شرع فی مسئلة التخارج** پھر مصنف نے بیان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض
میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کریں بعض وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصے سے کمتر ہے اور یہ شرع میں ثابت ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے
کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو
اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو انکے وارثوں نے اس عورت
سے صلح کرلی اسکے ربع ثمن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن
بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف اللہ تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ
نہیں یعنی بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی پاک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی فقال
صالح من الورثة والغرماء علی شیء معلوم منها طرح سهامه من التصحیح وجعل کانه استوفی نصیبه سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب
دیون میں سے صلح کرے کسی چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ پورا لیا
یعنی مع وجود مصالح میں الورثة والغرماء کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلالی طحطاوی نے کہا کہ شیء معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شیء مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اس سے صلح درست ہے **ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سهام من بقی منهم فتصح مسئلة زوج وام وعم**

سلہ بلکہ اگر کل ترکہ دین ... [illegible] ... ۱۲
بیان تخارج ۱۲

پھر قسمت کیا جاوے باقی تصحیح یا دیون سے انکے سہام پر ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہے تو مسئلہ
مع وجود زوج کے چھ سے ہی اور یہ مستقیم ہے وارثون پر تین ہین اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہو ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل
التخارج وحینئذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اس مہر پر جو اسکے ذمے پر عورت کا واجب الادا ہے اور وہ خارج
ہوگیا وارثون کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سواے مہر کے ماں اور چچا میں تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج
قسمت کر دے اور اسوقت مین دو سہم ماں کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا ہوا یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہین زوج کے خارج ہو جانے
سے سہام باقی ورثہ مین کچھ فرق اور تغیر واقع نہین ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور یہ جائز
نہین کہ زوج کو یون قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھا اسکی تہائی
دو سہم ہین اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہوا لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف
الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما حیث قالا فیما عندی من نسخ
فاقسم الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی باقی مال کی قسمت مین ماں کا ایک سہم ہوگا
اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہوا ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے مین کہتا ہوں وہی قول جو زوج کو نابود فرض کرنا ناحق اور
ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہین جب ان کتابون کے نسخون جو میرے پاس موجود ہین اسواسطے کہ ان دونون
مصنفون نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے اور یہ ... پر محمول ہو جبکہ استحقاق مختلف ہوتا ہو اسکے دخال اور اسکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجاے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا
اعتبار کرنا لازم نہین سو اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہین دونون تقدیرون پر اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنی
ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یون فرض کیجیے
کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررناہ پر علامہ قطب الدین محمد بن
سلطان نے شرح کنز مین کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یون قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول مین اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو
تامل کرے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ وقد فرغ
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخون شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری مین ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہو قاموس مین ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح ان مین سے
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی مین احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ
مین نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح مین بہت مبالغہ کیا ہے تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
تشریہ مین کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنی واحد ہین یعنی اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا تقلیل بلا اخلال یا اقلال مبانی وابقاء معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل
خلل ۱۲

[illegible]

... حسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم نعم المولی ونعم النصیر اور حق تعالی ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کارساز ہے اور ... نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور وہ کیا اچھا آقا ہے اور کیا اچھا مددگار

خاتمۃ الطبع

پروردگار کا شکر کہ چوتھی جلد غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار ... مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ ... [illegible] ... طبع سے مزین ہوئی

(جلد دوم) دونوں جلدیں آخر تک معاملات

در المختار شرح تنویر الابصار مختصر شرح از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل

فتاویٰ عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در جلد

ہدایہ مع الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف مع ال[illegible]

ایک عبادات [illegible] جلد اول دوم [illegible]

کتاب النکاح جلد سوم چہارم تا آخر کتاب [illegible]

فتاویٰ قاضی خان - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف متداول مع فتاویٰ سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ [illegible] مع حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ چلپی داخل درس نظامیہ کلاں خوشخط صحیح۔

شرح وقایہ مترجم مع دائرہ [illegible]

ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین - از شرح کنز [illegible] محشی جدید۔

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق - محشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱) دونوں جلد عبادات۔

(۲) دونوں جلد معاملات۔

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔

عمدۃ الفقہا مختصر فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول۔

شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ - از شیخ محمد بن الیاس دو جلد۔

اصول فقہ عربی

[illegible] التحقیق شرح حسامی - از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح - از صدر الشریعۃ و سعد الدین تفتازانی مع کامل حاشیہ عبد الحکیم چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو [illegible]

حسامی - از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت - از ملا بحر العلوم [illegible] معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی محشی مع حصول الحواشی از ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چہار جلدیں۔

تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی - کامل الترجمہ جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع۔

[illegible] عربی

اشعۃ [illegible] المتن شرح مشکوٰۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی - چہار مجلد [illegible] پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی [illegible] معروف۔

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ [illegible] مع حاشیہ [illegible] مع جامع الاصول حدیث جلالی و شمائل ترمذی

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بقسطلانی دس جلد [illegible] پوری شرح [illegible]۔

سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان ابن اشعث داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء مبارکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرہ احادیث از مولانا غلام [illegible]۔

مظاہر الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب [illegible] بے نقط درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد [illegible]

تفسیر زاد الآخرت منظوم [illegible] پارہ کی تفسیر قرآن کی کمال خوبی سے کامل چہار جلد میں از

مولوی عبد السلام [illegible] [illegible]
تفسیر سورۂ فاتحہ [illegible] از
مولوی اکرام الدین۔
تفسیر سورۂ یوسف ۔ مصور از مولوی [illegible]
ایضاً ۔ چہار مصرعہ۔
تفسیر سورۂ مزمل ۔ با ترجمہ اردو۔

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی ۔ از ملا حسین واعظ ۔ [illegible]
مجلد اول پوری تفسیر خوشخط۔
تفسیر بحر مواج ۔ ہفت پارہ از [illegible] قاضی
دولت آبادی نفیس [illegible] تعلیم تفسیر اول منزل۔
تفسیر اسرار الفاتحہ ۔ مصنفہ ملا معین [illegible]
در تصوف۔
میزان الفرقان ۔ در اصول تفسیر از ملا
محمد عثمان [illegible]۔

ایضاً عربی

عرائس البیان ۔ حوض میں مولفۂ حضرت
شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان
الاولیاء اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفۂ خاتم الاولیاء
محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت
معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدیں
(جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔
(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔
تفسیر بے نقط فیضی مسمیٰ بہ سواطع الالہام
علم کے سرکا تاج ہے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ
اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت
کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسم عجیب

[illegible] و سلامت [illegible] و شرط و جزا کی
اصطلاح ہے نقشا ۔ فرعون [illegible] کا نام [illegible]
روایت کا ترجمہ ہے لفظ شہنشاہ [illegible] کا
[illegible] تھا اور [illegible] مصنفہ کا [illegible]
[illegible] تھا [illegible] کی
تمام [illegible] نہایت نفیس [illegible]
جواہر رقم خوشخط [illegible] لکھا ہوا [illegible]
فتح الخبیر ۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی مطبوعہ [illegible]
تفسیر جلالین مع کمالین ۔ [illegible]
مطبوعہ دہلی۔
تفسیر سراج المنیر ۔ چار جلد [illegible]
شیخ محمد بن احمد شربینی
بیضاوی و کشاف [illegible]
[illegible] و قرأت [illegible]
تبیان فی اعراب القرآن ۔ مولفۂ شیخ
عبد اللہ بن حسین عکبری [illegible] مفسر نحوی
متوفی سنہ [illegible] اس فن کی کوئی کتاب ہند میں
طبع نہیں ہوئی ۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام
درج ہوگیا ہے ۔ ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا
ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے۔
تفسیر جلالین فی شرح الجلالین تفسیر
جلالین پارہ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم
در النظیم ۔ خواص و تاثیرات آیات و سور
قرآنی مولفۂ قاضی ابوالحسن المصری ۔
توریت ۔ بزبان عربی ۔ ترجمہ بطور اصل کے
اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا ۔ اور اردو

[illegible] مطبع [illegible]

[illegible] اردو

جامع الاخلاق ۔ ترجمہ اخلاق جلالی [illegible]
تہذیب النفوس ۔ از سید فخر الدین [illegible]
پایۂ دانش ۔ مولفۂ مولوی محمد کریم [illegible]
اوقات خوشی ۔ از سید غلام حسین [illegible]
ترجمہ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد [illegible]
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی
خزینۂ دانش ۔ [illegible]
محمد کریم بخش ۔
[illegible]
[illegible] ترجمہ احیاء العلوم الدین عربی
[illegible]
سراج القلوب ۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف
بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس میں ۔
آبحیات ۔ اخلاق و موعظت میں مصنفہ
نقشی کامتا پرشاد ۔
اکسیر ہدایت ۔ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت
جامع شریعت و حقیقت ترجمہ مولوی فخر الدین احمد
کیمیائے حکمت ۔ حصہ اول ۔ بیان شرائف
علم و ادب ۔
مناقب المومنین ۔ ذکر کرامات حضرت شاہ [illegible]
مطبوعہ مطبع پٹیالہ ۔

۲۳ خ ۲۹۴۶۳

This book was taken from the Library on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

۴۹۵۲

[illegible]